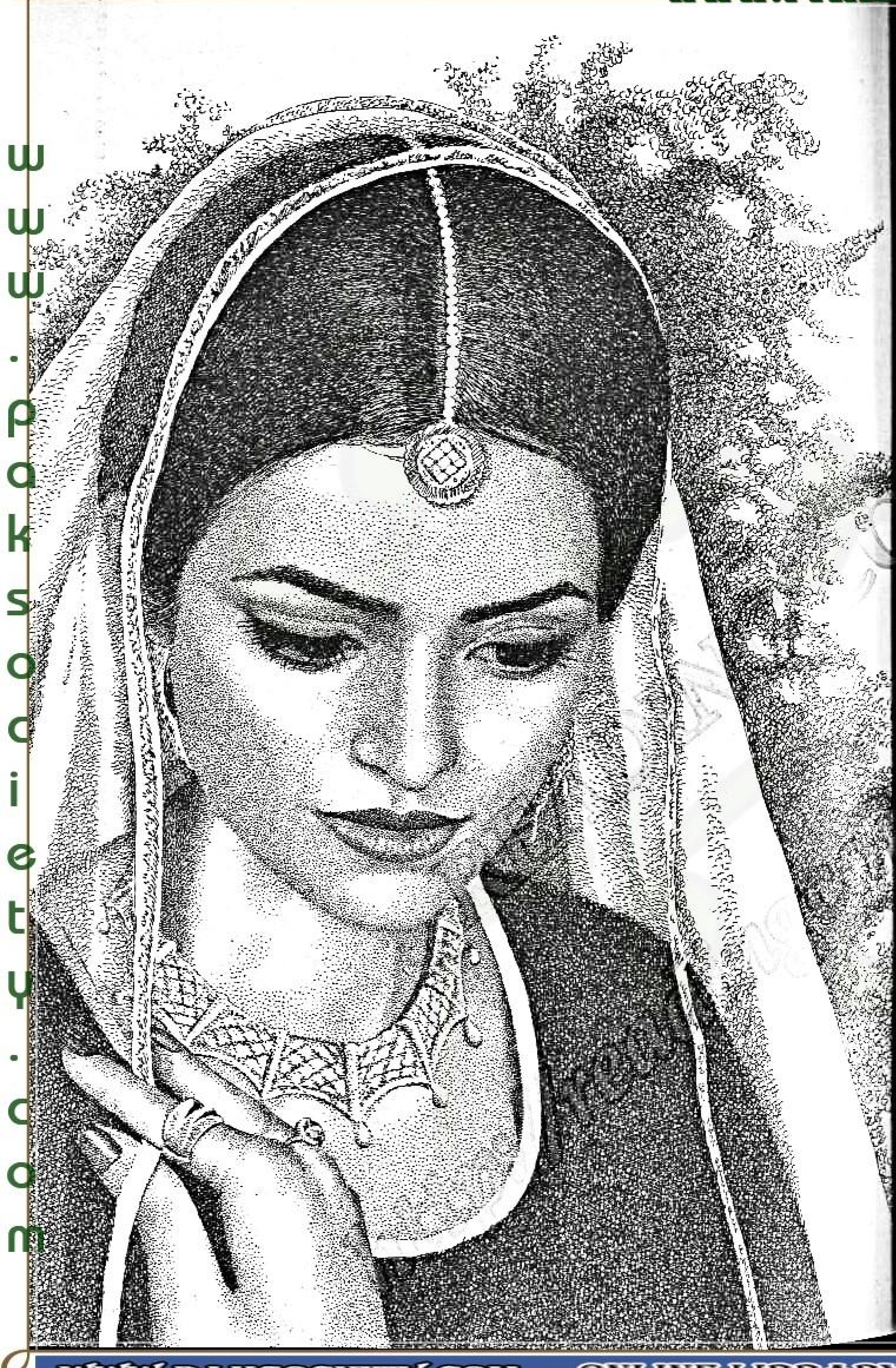

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی

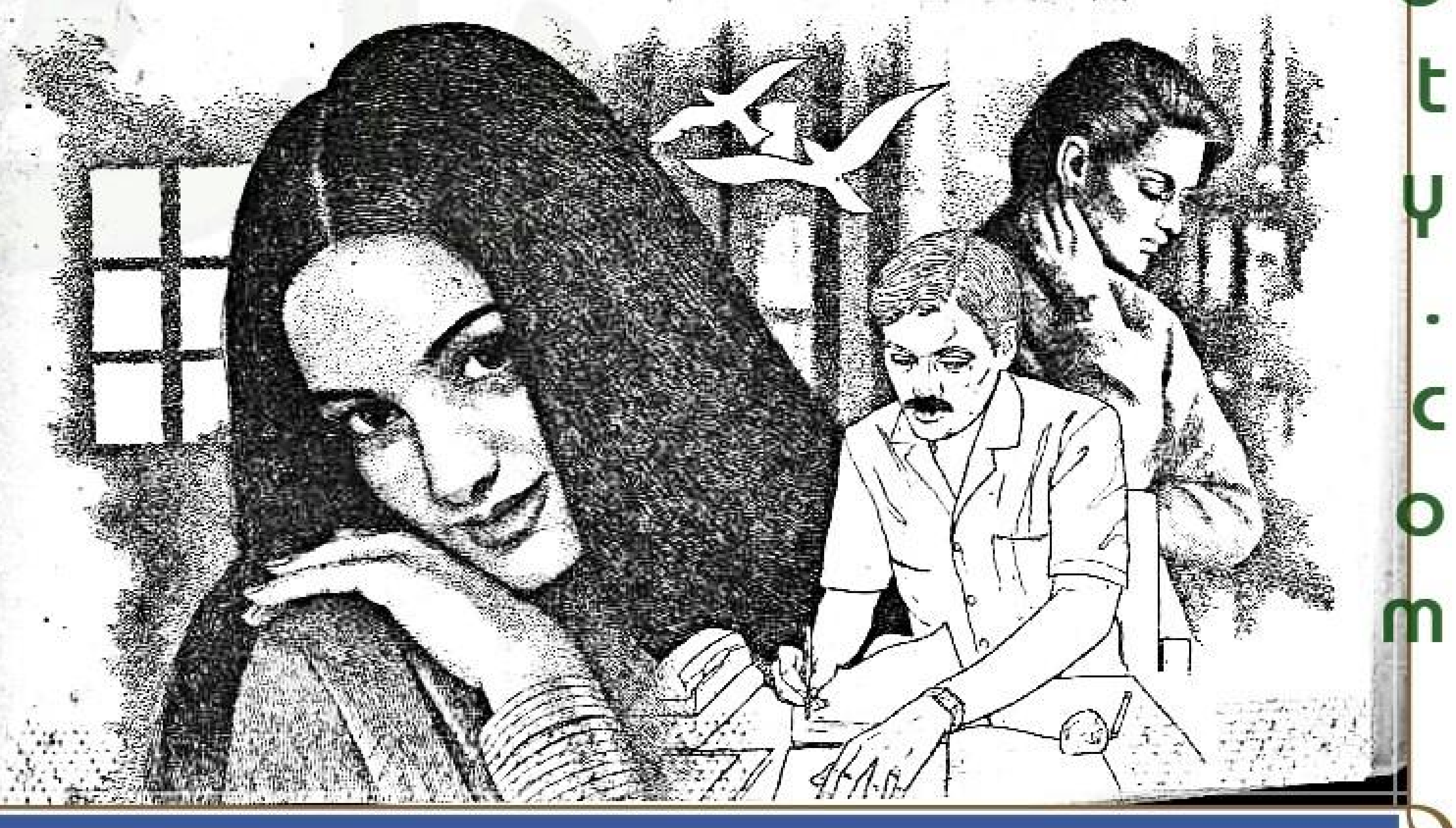

رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ' عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنارہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے' سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور وہیں چھوڑ کر فرار ہوجاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر بشریٰ اور اس کے گھر والوں کو موردالزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم' عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروادیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھودیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوادیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل' مثال کو لے جائے' تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق' ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں' مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسرار سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے' پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی' پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہوجاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال' بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کرلیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑجاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوادیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں کو فون کرکے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہوجاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کرجاتا ہے۔ اسے مثال بہت اچھی لگتی ہے۔ مثال' واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار' وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

مثال کو نیند میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے گھسیٹ رہا ہے۔

—۲۱—

اکیسویں قسط

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔ وہ واقعی پورے گھر میں کہیں نہیں ہے۔ وہ چلی گئی ہے کہیں۔۔۔ اور عدیل! آپ کو شاید بہت برا لگے لیکن مجھے کئی دنوں سے مثال پر شک تھا۔" عفت مخصوص نرم تسلی دینے والے لہجے میں بول رہی تھی جس میں کوئی بہت بھیانک خبر پوشیدہ تھی۔

"کیا۔ کیا کہنا چاہتی ہو تم! کیا شک تھا تمہیں؟" عدیل باہر کی طرف جاتے ہوئے بے اختیار ٹھٹک کر رک سا گیا تھا۔

"اور پلیز کوئی بھی الٹی سیدھی بے بنیاد بات نہیں کرنا۔ میرا دماغ آل ریڈی بہت ڈسٹرب ہے۔" وہ آخر میں کچھ اکتائے ہوئے لہجے میں اسے وارن کرتے ہوئے بولا تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ کی ڈسٹربنس کو۔ بشریٰ۔۔۔ مثال کی ماں جو اپنی بیٹی سے کبھی بھی جدا نہیں ہونا چاہتی تھی' کس طرح کس وجہ سے اسے ہمیشہ کے لیے یہاں چھوڑ کر چلی گئی۔ کوئی تو وجہ ہوگی ناں۔ آپ نے یہ بات نہیں محسوس کی۔۔۔ اتنے سال تو اسے یہ بات ایک دن کے لیے بھی گوارہ نہیں تھی کہ مثال یہاں رہتی۔" وہ جتا جتا کر کوئی بھی واضح بات کیے بغیر بہت کچھ واضح کرتی چلی جارہی تھی۔

عدیل نے اسے سخت ناراض نظروں سے دیکھا۔

"مجھے ان فضول پہیلیوں میں مت الجھاؤ۔ جو بات ہے وہ کرو۔" عدیل لہجے میں درشتی لیے ہوئے جھنجلا کر بولا۔

"مجھے لگتا ہے وہ کسی میں انوالو ہے اور ابھی بھی وہ جو نکلی ہے۔ تو وہ چلی گئی ہے۔" وہ رک رک کر دھماکے دار لہجے میں بولی۔

"واٹ۔۔۔ چلی گئی۔۔۔ کہاں چلی گئی ہے وہ۔" عدیل تو جیسے اچھل ہی پڑا اس کی بات سن کر!

"جس کے ساتھ انوالو ہوگی۔ اس کے کمرے میں جاکر دیکھ لیتے ہیں۔ اگر اس کا ضروری سامان وہاں نہیں ہوگا تو پھر اسے تلاش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" عفت جیسے کچھ طے کیے بیٹھی تھی کہ اب یہ ہونے والا ہے۔

"عفت! میرا دماغ خراب نہیں کرو۔ میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔ سنا تم نے۔" وہ پاگلوں کی طرح زور سے چیخا تھا۔ عفت ڈر کر بے اختیار پیچھے ہو گئی۔

"تو ڈھونڈ لیں اسے جا کر۔ یوں آدھی رات کو غائب ہونے کا مطلب۔۔۔ مجھے جو لگا میں نے کہہ دیا۔" وہ ذرا دیر بعد ڈھٹائی سے بولی۔ عدیل اسے پرے دھکیل کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ہونہہ! میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔ شیشے کی طرح بے داغ شفاف ہے نا یہ مثال بی بی۔ جیسی ماں۔۔۔ ماں نے طلاق کے پانچویں مہینے پرانے عاشق سے شادی رچالی فوراً" تو کیا بیٹی دودھ کی دھلی ہو گی۔" بڑبڑا کر باہر نکل گئی۔

مثال کسی بھی سمت کا تعین کیے بغیر یونہی دوپٹہ سینے پر پھیلائے تیز تیز منتشر قدموں کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔

وہ اب تنگ گلی سے نکل کر کھلی جگہ پر آ گئی تھی۔ خنک ہوا اس کے گھسے ہوئے کپڑوں کو کاٹتی اب اس کے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔

"مجھے اب واپس نہیں جانا۔۔۔ یوں بھی وہ کون سا میرا گھر ہے اور وہاں کسی کو بھی میری ضرورت نہیں۔ میں یہاں سے کہیں چلی بھی جاؤں، مر بھی جاؤں تو بھی کسی کو پریشانی نہیں ہو گی بلکہ سب کو خوشی ہو گی کہ ان کی جان چھٹ گئی مجھ سے۔۔۔ پتا نہیں اللہ نے مجھے پیدا کیوں کیا تھا۔ ایک مثال' ایک عبرت بنانے کے لیے۔۔۔" اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہتے چلے جا رہے تھے۔

وہ دائیں بائیں کہیں بھی دیکھے بغیر اب اور بھی تیز رفتاری کے ساتھ چلی جا رہی تھی کہ ایک دم سے سامنے سے ادھر آتے ہوئے کسی سے ٹکرا گئی۔

ایک دم سے اسے لگا جیسے وہ کسی محفوظ پناہ میں آ گئی ہو۔ خنک سرد ہواؤں سے گرم ڈھارس بھری پناہ گاہ میں! مضبوط گرم بازوؤں کی پناہ نے صرف چند ساعتوں کے لیے اسے گہرے سکون کا احساس دیا تھا۔ کسی کی گرم سانسوں کا ادراک ہوتے ہی وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

وہ زور لگا کر پیچھے ہونا چاہتی تھی مگر کسی مضبوط گرفت میں تھی۔ اس نے یوں لائٹ میں سامنے اتنے قریب کھڑے شخص کو حیران نظروں سے دیکھا اور دوسرے لمحے وہ شاکڈ سی رہ گئی۔

"یہ تو وہی ہے۔" اس کے لب ہولے سے کانپے تھے۔

"واثق عفان!" وہ اس کی نظروں کا مفہوم پڑھتے ہوئے بڑی اپنائیت سے بولا۔

"کتنی بار مجھے اپنا تعارف کرانا پڑے گا آپ سے؟" وہ اب کے مسکرایا تھا۔

مثال نے پوری طاقت سے اسے دھکا دے کر پرے کیا اور وحشت بھری نظروں سے کچھ کہے بغیر اسے دیکھتی وہاں سے بھاگ پڑی۔ واثق اسے یوں دیوانہ وار بھاگتے دیکھ کر حیران سا رہ گیا۔

دوسرے لمحے وہ بھی اس کے پیچھے تیزی سے گیا۔ وہ بھاگتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر چلی جا رہی تھی۔

"مجھے لگ رہا ہے یہ اپنے حواس میں نہیں۔ اسے معلوم ہی نہیں یہ اس وقت کہاں ہے۔ مجھے اس کے پیچھے جانا چاہیے۔" وہ اب کے کچھ پریشان سا ہو کر تیز قدموں سے اس کے پیچھے چل پڑا۔

تیز ہوا میں اڑتا گلابی آنچل اس کی رہنمائی کر رہا تھا!

* * *

وہ کھلے گیٹ سے اندر آ رہی تھی۔

عفت اور عدیل اس کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ سر جھکائے ان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کہاں سے آ رہی ہو تم اس وقت؟" عدیل کی آواز میں سرد مہری تو تھی عجیب سا کھردرا پن بھی تھا۔

مثال نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پکڑ کر ان کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی مگر۔۔۔ اس کی ٹانگیں۔۔۔ ان سے جیسے جان نکلی جا رہی تھی۔ یوں جیسے وہ ابھی گر پڑے گی۔

"کیا پوچھ رہا ہوں میں تم سے مثال؟" عدیل کی گرج دار آواز نے اس کی رہی سہی ہمت بھی ختم کر دی۔

"کیا وہ چھوڑ کر بھاگ گیا جس کے بھروسے پر تم نے یہ دہلیز عبور کی تھی۔۔۔ بس اتنی سے محبت تھی اسے تم سے۔" عفت نے بہت عجیب سے لہجے میں چٹخارہ لے کر یوں کہا جیسے وہ اس کہانی کے آگے پیچھے ہونے والے ہر واقعے کی چشم دید گواہ ہے۔

مثال حیرت بھری نظروں سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"عفت! تم جاؤ کمرے میں۔۔۔ میں بات کر رہا ہوں مثال سے۔" عدیل نے ہمیشہ کی طرح عفت کو اپنے اس انتہائی ذاتی معاملے سے دور ہٹانے کی کوشش کی۔

"کیوں جاؤں میں اندر یہ اب آپ کا ہی نہیں میرا بھی معاملہ ہے۔ کیونکہ یہ لڑکی اب میرے گھر پر رہ رہی ہے۔ میری بھی اتنی ہی ذمہ داری بنتی ہے جتنی آپ کی۔ اور جیسے یہ آج رات کو نکل گئی کل دن میں کسی بھی ٹائم پھر سے نکل گئی تو شام میں آ کر تو آپ مجھ سے ہی سوال کریں گے نا۔ اس وقت بھی تو مجھے ہی ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا تو پلیز مجھے بھی معلوم ہو لینے دیجیے کہ اس لڑکی کے ارادے کیا ہیں۔ کیوں یہ سب کچھ کر رہی ہے جبکہ میں نے ہم نے اسے اس گھر میں ہر طرح کا آرام سہولت دے کر اپنی اولاد کی طرح ہی رکھا ہوا ہے' پھر یہ سب کیوں کر رہی ہے کہ اسے اپنے باپ کی عزت کا ذرا بھی پاس نہیں۔" عفت بہت استحقاق بھرے انداز میں کہتی چلی گئی اور عدیل کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ عفت کو اب کسی بھی طرح یہاں سے بھیج نہیں سکے گا۔

"ہوتی اگر اس کی جگہ میری پری قسم خدا کی میں اب تک اس کی ٹانگیں توڑ کر ہاتھ میں پکڑا چکی ہوتی۔" وہ منہ پر ہاتھ پھیر کر پرعزم لہجے میں بولی جیسے وہ واقعی پری کی ٹانگیں توڑ ہی تو چکی ہے۔

"تم سے میں کیا پوچھ رہا ہوں۔ تم مجھے جواب دو گی یا میں خود ہاتھ پکڑ کر تمہیں اس دروازے کے باہر کروں جس سے تم ابھی اندر آئی ہو۔" اور عدیل یہ سب کر سکتا تھا۔ مثال کو اس بات کا پتا تھا۔

اس وقت مسئلہ صرف عدیل کی عزت اور غیرت کا نہیں تھا' عفت جس طرح بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھی اور جس طرح اس نے "تمہاری اور میری بیٹی" کے بیچ میں لکیر کھینچی تھی' اس نے عدیل کو کچھ اور بھی غضب ناک سا کر دیا تھا۔

"پاپا۔۔۔ میں۔" وہ کانپتے لہجے میں اتنا ہی گھٹی آواز میں بول سکی تھی۔

"کس کے ساتھ گئی تھیں تم؟" وہ گرج کر بولا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے وہ ابھی باہر ہی موجود ہو اور یہ چپکے سے کچھ سامان سمیٹنے کے لیے آئی ہو۔" عفت کہہ کر تیزی سے باہر کی طرف لپکی اور باہر جھانکتے ہوئے دور تک دیکھنے لگی۔ واثق جو دور اندھیرے میں کھڑا تھا کچھ اور بھی پیچھے ہو گیا۔

عفت کچھ دیر کھڑی ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر مایوس ہو کر گیٹ بند کر کے اندر آ گئی۔

"میرا۔۔۔ دم گھٹ رہا تھا کمرے میں۔۔۔ تو میں۔۔۔ کھلی ہوا میں۔۔۔" وہ بہت رک رک کر ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

اور عدیل نے شدید غصے میں اسے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تھا مگر جانے کیسے وہ فضا میں ہی رک گیا۔ اس نے ہونٹ زور سے بھینچ لیے تھے۔ مثال آنکھوں میں آنسو' حیرت اور دکھ لیے خود سے بہت محبت کرنے والے باپ کی اس تشنجی کیفیت کو دیکھ رہی تھی۔

"اللہ میری توبہ... بہانہ بھی دیکھو کیسا بودا گھڑا... دم گھٹ رہا تھا۔ تم کیا قبر میں پڑی تھیں' جو تمہارا کمرے میں دم گھٹنے لگا۔ سارے گھر میں سب سے ہوادار کمرہ ہے وہ' اللہ مغفرت کرے اماں جان کا۔ اتنے سال اپنی آخری عمر کے انہوں نے اس کمرے میں گزارے' اس بہشتن نے تو کبھی ایسی شکایت نہ کی۔ اور پوتی کی حالت دیکھیں۔ دو دنوں میں اس کا کمرے میں دم گھٹنے لگا۔ آگے آگے کیا ہونے والا ہے عدیل! آپ یہیں سے اندازہ کرلیں میں تو کہتی ہوں..."

عفت کو برداشت کرنا نسیم بیگم سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ اتنے سالوں میں آج پہلی بار اتنی شدت سے عدیل کو اندازہ ہوا تھا۔

"پاپا... آئی ایم سوری... سوری پاپا!" اس نے بے اختیار روتے ہوئے باپ کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کی بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

اور عدیل کو لگا' یہ آنسو نیچے مثال کے پیروں پر نہیں' اس کے دل پر گر رہے ہیں۔ وہ شکست خوردہ سا خاموش اندر چلا گیا۔

"بہت خوب! کیا ڈرامے بازی ہے... ماشاء اللہ' مثال بی بی! تم تو کچھ اور ہی نکلیں۔ جیسے میں نے سوچ رکھا تھا۔" عفت جلے کٹے لہجے میں بولی۔

اس کی توقع کے برعکس عدیل نے کوئی بھی سخت ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا اس اتنے بڑے واقعے پر۔ وہ سخت مایوس ہوئی تھی۔

مثال کچھ بھی کہے بغیر اس کے پاس سے گزر کر اندر چلی گئی۔ عفت وہیں کھڑی اسے جاتے دیکھ کر کچھ سوچتی چلی گئی۔

"عدیل جتنا بھی اس لڑکی سے ناراض ہو جائے۔ چیخ چلا لے اور یہ کتنی بھی بڑی غلطی کرلے۔ وہ اسے کبھی کچھ نہیں کہے گا۔ یہ لڑکی اس کی کمزوری ہے۔ اور یہ عنقریب اس گھر میں میرے بچوں کی جگہ لے لے گی۔ مجھے اس کو یہاں سے دفعان کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ فوری طور پہ کرنا ہوگا ورنہ پھر... یہ معاملہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تو سب کچھ اس کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔"

وہ کچھ دیر وہیں کھڑی غور کرتی رہی کہ مثال سے جان چھڑانے کا بہترین طریقہ کون سا ہو سکتا ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے' مگر فوری طور پر اسے کوئی موزوں حل نہیں سوجھ سکا مگر اسے یقین تھا وہ کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈے گی۔

* * *

پھر کئی دن خاموشی سے سرک گئے۔

عدیل نے مثال سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ اس کی باتوں کا جواب دیتا مگر خود سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔

مثال اس کے رویے سے افسردہ اور الجھی ہوئی تھی مگر یہ بھی غنیمت تھا کہ آج کل عفت نے بھی جلی کٹی

سنانے کا پروگرام ملتوی کر رکھا تھا۔

پری کی کلاسز شروع ہو چکی تھیں۔ اس نے الگ سے وین لگوائی تھی۔ وہ مثال کی وین میں نہیں جاتی تھی۔

"بابا! میری کلاسز دیر سے ختم ہوں گی۔ آپی کی کلاسز جلدی ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کی وین میں یوں بھی لڑکیاں بہت زیادہ ہیں اور سب سینئر کلاسز سے ہیں۔ مجھے اپنی کلاس فیلوز کے ساتھ وین میں جانا ہے جس میں سب جاتی ہیں۔" اس نے بہت معصومیت اور سادگی سے مثال سے دور رہنے کے لیے الگ وین لگوانے کی باپ کو وجہ بتائی تو عدیل نے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا۔

وہ صبح مثال سے پہلے کالج چلی جاتی اور دوپہر میں بہت دیر میں واپس آتی تھی۔

آج اتفاق کی بات تھی کہ مثال کی وین والے نے واپسی پر انہیں خود آنے کے لیے کہہ دیا تھا کہ اسے کسی ضروری کام سے شہر سے باہر جانا تھا۔

"سوری آپی! میری تو کلاسز ہیں' پھر اس کے بعد پریکٹیکل بھی ہیں تو بہت لیٹ ہو جاؤں گی۔ تم بس میں یا رکشے میں چلی جانا۔"

مثال کو پری کلاس میں ملی تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ مثال خاموشی سے واپس آگئی۔

لوکل بس یا وین سے وہ کبھی اکیلی نہیں گئی تھی اور رکشے میں بھی اکیلی نہیں جاتی تھی' پھر اس کے پاس پیسے بھی بہت کم تھے۔

چھٹی کے بعد وہ پریشان سی باہر نکل کر یونہی پیدل چلنے لگی۔

"میں نے غلطی کی' میں عروسہ سے کہتی' وہ گھر کی طرف سے گزر کر جاتی ہے۔ وہ مجھے ڈراپ کر دیتی راستے میں۔" اسے خیال ستانے لگا۔

"لیکن اب تو وہ جا چکی ہوگی اور پیدل تو گھر نہیں جایا جا سکتا۔ کیا مصیبت ہے' اگر یہ وین والے انکل صبح گھر ہی بتا دیتے تو میں آج چھٹی ہی کر لیتی۔" وہ یونہی سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پہ الجھتی ہوئی چلی جا رہی تھی جب ایک گاڑی اس کے پاس سے گزری اور پھر ریورس کرتے ہوئے اس کے پاس آکر ہلکا سا ہارن دیتی رک گئی۔

مثال کو متوجہ ہونا پڑا۔

واثق اسے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اپنائیت بھری نظروں سے دیکھتا گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

وہ سینے سے لگی فائل پر گرفت مضبوط کرتی اس سے نظریں چرا کر تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس کے پاس آگیا۔

"پلیز! اتنا تو بھروسے کے لائق سمجھ سکتی ہیں مجھے۔ ہم بہت دنوں سے مل رہے ہیں۔ مطلب ٹکرا رہے ہیں ٹرسٹ می۔ میں آپ کو آپ کے گھر تک ہی ڈراپ کروں گا۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ملتجی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ تو کیوں خوامخواہ میرے ساتھ چل رہے ہیں۔" وہ اس کی طرف براہ راست دیکھے بغیر جھلا کر بولی۔

"میں صرف ساتھ چلنا ہی نہیں چاہتا... بلکہ آپ کا ہاتھ بھی تھام لینا چاہتا ہوں اور مثال! اب اگر تم نہیں رکیں اور میرے ساتھ گاڑی میں نہیں بیٹھیں تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گا اور پھر تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ کیا کرو گی تم۔"

"اس کی اتنی جرات!" مثال شاکڈ سی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہ گئی۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"تو پکڑ لوں ہاتھ؟" وہ شرارت سے بولا۔

"شٹ اپ! میں اتنا شور مچاؤں گی۔" وہ غصے میں بولی۔

"نہیں مچا سکو گی۔ اگر مچاؤ گی تو دیکھو! یہاں سڑک پر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ میں تمہارے شور مچانے سے پہلے تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا پھر کیا کرو گی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا وہ تو جیسے حیرانی سے مرنے والی ہو گئی۔

"تو اب چل پڑو ناں یا واقعی اٹھا کر لے جاؤں۔" کہہ کر اس نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا اپنے ساتھ لے گیا۔

"پلیز چھوڑیں... چھوڑیں میرا ہاتھ ورنہ میں۔" اس نے زندگی میں کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا' جتنا اس لمحے کر رہی تھی۔

اس کا نازک ہاتھ واثق کی بہت مضبوط گرفت میں تھا۔

"پلیز چھوڑیں۔" وہ آخر میں رونے لگی۔

واثق نے اسے پسنجر سیٹ پر بٹھاتے ہوئے دروازہ بند کر کے تیزی سے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"پلیز رونا نہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اغوا کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔" وہ اس کی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کر فوراً" ملتجی لہجے میں بولا۔

گاڑی روانہ ہو چکی تھی اور مشال کے آنسو بھی!

"پلیز... دیکھو، تمہیں تو میرا تھینک فل ہونا چاہیے کہ میں نے تمہیں لفٹ آفر کی' ورنہ اس سڑک پر اس وقت کنوینس ملنا آسان نہیں ہے۔" کہہ کر اس نے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اس کی طرف بڑھایا اور مشال کو بھی فوراً" اپنی حماقت کا احساس ہوا۔

وہ کیوں بھلا ایک اجنبی کے ساتھ بیٹھی اس طرح آنسو بہا رہی ہے۔ کوئی دیکھے تو کیا سمجھے۔ اس نے جلدی سے ٹشو سے آنکھیں اور چہرہ رگڑ ڈالا۔

"شاباش... بات تو سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ آنسو کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتے... ہے نا۔" وہ مسکرا کر نصیحت کرنا نہیں بھولا تھا۔

مشال خاموشی سے ٹشو کو انگلیوں میں مسلتی رہی۔ گاڑی میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"آپ اس اکیڈمی میں گئی تھیں۔" اس خاموشی کو بھی واثق نے ہی توڑا تھا۔

"نہیں۔" وہ مختصراً" بولی۔

"کیوں؟" واثق کو جواب میں یہی کہنا تھا۔

مشال نے پورا چہرہ گھما کر اسے یوں دیکھا جیسے وہ اس کے سوال کرنے پر حیران ہوئی ہو۔

"مشال! ہم اتنی بار مل چکے ہیں تو اجنبی بالکل بھی نہیں۔ کم از کم تم تو میرے لیے بالکل بھی نہیں ہو۔" وہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بلکہ تم میرے لیے جتنی اپنی ہو... مطلب محسوس ہوتی ہو... میں اب کچھ بھی سوچوں... تم میری سوچ میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہو۔" وہ جیسے خود کلامی کر رہا تھا۔ کندھے اچکا کر بولا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" وہ کچھ بوکھلا سی گئی۔

"میں آپ کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچتی۔" وہ جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولی۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا۔" وہ چڑ کر بولی۔

"وہ تو میں نے سنایا ہے۔" وہ جیسے محظوظ ہو کر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ اسے خفا نظروں سے دیکھ کر بولی۔

"بھئی جو میری فیلنگز تھیں تمہارے متعلق' وہ میں نے تم سے شیئر کی ہیں لیکن میں نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا کہ تم بھی ایسا ہی محسوس کرو میرے بارے میں' لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں ایسا چاہتا ہوں۔" وہ ذرا رک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے گہری آواز میں بولا۔

"کیا؟" بے اختیار مشال کے منہ سے نکلا۔

"کہ تم میرے بارے میں بھی ایسا سوچو جیسے میں تمہارے بارے میں سوچتا ہوں... میری خواہش ہے یہ اور دعا بھی۔"

"پلیز آپ یہیں ڈراپ کر دیں۔ میں آگے خود چلی جاؤں گی۔" وہ ناراض لہجے میں کہنے لگی۔

"خیر ڈراپ تو اب میں آپ کو کسی صورت نہیں کر سکتا۔" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"کیا... کیا کہہ رہے ہیں یہ آپ؟" وہ ایک دم پریشان سی ہو کر اسے دیکھنے لگی تو واثق بے ساختہ ہنس پڑا۔

"آپ کی کوئی دوست ہے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ مشال کی گردن بے اختیار نفی میں ہل گئی۔

"چچ چچ... کیسا اکیلا وہ شخص ہو گا اس دنیا میں جس کا کوئی ایک بھی دوست نہیں ہے۔" وہ مصنوعی تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

"آپ مجھے یہیں ڈراپ کر دیں پلیز۔"

"مشال! ایک بات پوچھوں۔" وہ سنجیدگی سے اس کی فرمائش "ان سنی" کرتے ہوئے بولا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اس رات تم اکیلی... بالکل اکیلی عجیب ذہنی کیفیت میں راستوں میں بھٹک رہی تھیں... ایسا ہی تھا نا؟" وہ اسے دیکھ کر بولا۔ مشال نظریں چرا گئی۔

"مجھے اس لمحے پتا ہے "کیا" ڈر لگا۔" وہ جیسے سرگوشی میں بولا۔

"مجھے لگا میں کہیں تمہیں کھو نہ دوں۔" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور جب میں نے یہ محسوس کیا تو مجھے لگا اگر ایسا ہو گیا تو شاید میں خود کو بھی کھو دوں گا... گم کر دوں گا خود کو بھی۔" وہ عجیب کھوئے کھوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے اقرار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی۔ میں واقعتا" تمہارے بارے میں بہت سنجیدہ ہوں۔" وہ گمبھیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اگر بابا نے مجھے اس اجنبی کے ساتھ جو اس وقت مجھ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ جو میرے دل کے تار ہلائے جا رہا ہے' دیکھ لیا تو وہ میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔ کم از کم انہیں عفت ماما کی سب باتیں، جو وہ میرے بارے میں اس رات کہہ رہی تھیں' بالکل سچ لگنے لگیں گی اور میں اعتبار کھو بیٹھوں گی۔"

وہ بابا کا اعتبار کھو دے گی' اس خیال سے اس کا دل بند ہونے لگا۔

"پلیز گاڑی روکیں یہیں۔" اس نے ایک دم سے اس کے اسٹیرنگ پر رکھے ہاتھ پر زور سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"روکیں۔" وہ زور سے چیخی تھی۔

واثق نے ایک دم گھبرا کر گاڑی روک دی اور اس سے پہلے وہ اس سے وجہ پوچھتا' وہ تیزی سے اپنی طرف کا

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"مثال پلیز میری بات تو سنو۔" وہ اسے پکارتا رہ گیا۔ وہ دوپٹا ٹھیک کرتی تیزی سے سڑک کے دوسری طرف چلی گئی۔

"پتا نہیں میں اس الجھی ڈور جیسی لڑکی کو کبھی سمجھ بھی پاؤں گا یا نہیں۔ جو قریب آتی ہے اور ایک دم سے دور بہت دور چلی جاتی ہے کہ مجھے لگتا ہے یہ پھر مجھے کبھی نہیں ملے گی۔"

وہ افسردہ سا اس خالی راستے کو دیکھتے ہوئے سوچتا چلا گیا' جہاں کچھ دیر پہلے مثال مڑ گئی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد گیئر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ٹھٹک گیا۔

مثال کا موبائل فون سیٹ کے پاس نیچے گرا ہوا تھا تو وہ بے اختیار مسکرا اٹھا۔

"تو ملنے کا بہانہ تو وہ چھوڑ گئی۔ اب تو وہ مجھ سے ضرور ملے گی۔" وہ سیل فون ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔

"اور اب مجھے امی سے بات کرنا ہوگی مثال کے بارے میں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خدانخواستہ مجھ سے بچھڑ جائے' کھو جائے میرا وہم حقیقت نہ بن جائے۔" وہ سر جھٹک کر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

* * *

مثال اپنا بیگ پورا الٹ کر سب چیزیں دیکھتے ہوئے موبائل فون ڈھونڈ رہی تھی۔

کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھ لیں۔ بیگ سارا چھان لیا۔

"کہاں گیا میرا موبائل۔" وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔

"کہیں وہ اس واثق کی گاڑی میں تو نہیں گر گیا کیونکہ روڈ پر چلتے ہوئے تو وہ میرے ہاتھ میں ہی تھا۔ گاڑی میں بیٹھی تو بھی میرے پاس تھا۔ ہاں۔۔۔ یقیناً" وہیں اس کی گاڑی میں رہ گیا ہوگا۔" وہ سر پکڑ کر سوچتی چلی گئی۔

"اب اس سے واپس کیسے لوں گی۔ مجھے اس کا گھر ٹھکانا کچھ بھی تو معلوم نہیں۔" وہ مضطرب سی چیزیں واپس بیگ میں رکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"لائبریری تو وہ جاتا ہوگا۔ مگر ریگولر نہیں۔ کل شام کو وہ وہاں نہیں تھا۔" وہ موبائل لینے کے طریقے سوچنے لگی۔

"تم آج واپسی میں کس لڑکے کی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آئی ہو مثال؟" اگر اس کے قریب آ کر کوئی بم پھوڑتا تو مثال کو اتنی حیرت نہ ہوتی جتنی اسے عفت کی ایسی اچانک بات سے ہوئی۔ وہ اس کے سر پر کھڑی بہت جارحانہ انداز میں پوچھ رہی تھی' اس کے پیچھے پری کھڑی تھی۔

"اب یہ مت کہنا کہ میں گپ مار رہی ہوں یا یہ میرا وہم ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔" وہ مثال کی گمبھیر چپ پر بڑے طنزیہ لہجے میں بولی مثال کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"مما! میری دوست فریال نے خود دیکھا مثال آپی کو کسی لڑکے کی گاڑی میں جاتے ہوئے۔ اس نے مجھے فون کر کے فوراً" بتایا ہے۔" مثال کو پری کی بات پر معاملہ سمجھ میں آگیا۔

"جی اس میں جھوٹ تو واقعی کچھ نہیں ہے۔ وہ میری کلاس فیلو ایمان کا بھائی تھا۔ اس نے مجھے باہر مین روڈ پر ڈراپ کیا تھا کیونکہ وین والے انکل نے واپسی پر نہیں آنا تھا اور میں نے پری سے کہا تھا کہ وہ مجھے واپسی پر اپنی وین میں ساتھ لے جائے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پوچھ لیں آپ اس سے۔" وہ پہلے کی طرح کمپوزڈ لہجے میں بولی'

جس سے عفت کو چڑ تھی۔

بہت پہلے جب مثال عفت کے سرد چہرے اور غصیلی آنکھوں سے سخت خوف زدہ ہو کر کانپتی آواز میں اس کی کسی کسی بات کا جواب دیا کرتی اور کسی پر بالکل گھگھیا کر خاموش رہتی تو عفت کو بڑی کمینی سی خوشی ملتی تھی۔ مگر اب کچھ مہینوں سے وہ بہت بے نیاز لاتعلق سے لہجے میں عفت سے بات کرنے لگی تھی۔ جس سے صاف لگتا تھا کہ اسے عفت کی باتوں کی' اس کی دہشت کی ذرا بھی پروا نہیں۔

"ہاں تو میں کیوں لے کر آتی ساتھ۔ ہماری کلاسز تھیں۔ پھر ہماری وین میں ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہوتی۔" پری فوراً" جتانے والے انداز میں بولی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم کسی بھی ایرے غیرے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر لفٹ لے لو۔" عفت رعب بھرے انداز میں بولی۔

"کیا تم نے اپنے باپ سے اس بات کی اجازت لے رکھی ہے۔" وہ دھونس جمانے والے لہجے میں بولی۔

"کیا آج گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا۔ جب بھی آؤ یہاں کوئی نہ کوئی ایشو چل رہا ہوتا ہے۔ سب کھڑے کسی نہ کسی بحث میں الجھ رہے ہوتے ہیں۔ کیا میں ہوٹل سے کھا کر آیا کروں۔" دانی بہت اونچی آواز میں کمرے کے باہر کھڑے ہو کر چیخا تھا۔

"ارے نہیں' نہیں۔ کچھ بھی نہیں میں تو ابھی کچن میں ہی تھی تم دیر سے آئے ہو۔ چلو میں نکالتی ہوں تمہارے لیے کھانا میں نے تمہارے انتظار میں کھایا بھی نہیں تھا ابھی تک۔" عفت بے اختیار لجاجت بھرے انداز میں کہتے ہوئے مثال کو بھول کر دانی کے ساتھ باہر نکل گئی۔ وہ اس کے ساتھ جاتے ہوئے بھی مسلسل خوشامدی لہجے میں بول رہی تھی۔

"اور اگر میں مما کو بتا دیتی کہ تمہاری دوست ایمان کا کوئی بھائی نہیں ہے نہ اس کے پاس گاڑی تو!" پری اس کی الماری کھول کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ضرور بتاؤ۔ بلکہ ابھی بھی دیر نہیں ہوئی۔ تم کچن میں جا کر بتا سکتی ہو۔ تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ بغیر اجازت کسی کی یوں تلاشی لینا کیا کہلاتا ہے۔" اس نے الماری آگے بڑھ کر بند کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تو پری لمحہ بھر کو اس کے اس انداز پر حیران سی رہ گئی۔

"صرف ایک ملاقات کا اتنا اثر۔۔۔ اتنا اعتماد!" وہ طنز کرتے ہوئے بولی مثال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تمہیں اگر کچھ اور بات نہیں کرنی تو تم چلی جاؤ یہاں سے۔" وہ منہ پھیر کر بے رخی سے بولی۔

"اگر میں نہیں جاؤں تو؟" وہ بھی ضدی لہجے میں بولی۔ مثال نے ایک طرف پڑے اپنے کپڑے تہ کرنے شروع کر دیے۔ انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو' بھلے رات تک بیٹھی رہو۔ پری کچھ لمحے کھڑی رہی پھر تلملاتی وہاں سے چلی گئی۔

اور اگر انہوں نے یہ بات پاپا کو بتا دی اور انہوں نے بھی مجھ سے پوچھ لیا۔ تو میں ان کے سامنے خود کو بے نیاز نہیں ظاہر کر سکوں گی کبھی بھی۔۔۔ پتا نہیں پاپا کے سامنے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میرے سارے حوصلے ڈھے جاتے ہیں۔ میں وہی سات آٹھ سال کی مثال بن جاتی ہوں' جسے صرف اور صرف ان کی محبت اور بے تحاشا پیار کی عادت تھی۔۔۔ وہ ان کے اس اجنبی روپ کو دیکھتے ہی خود پر یہ ضبط کھو دیتی ہے۔

پاپا اگر پہلے کی طرح نہ سہی نارمل لہجے میں جس میں میرے لیے اعتماد ہو' بات کر لیا کریں تو مجھے لگے گا میں زندگی میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ اگر میں پاپا کا اعتماد جیت لوں۔۔۔ لیکن عفت مما اور پری کی موجودگی میں یہ آسان

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں اور مما نے اتنے دنوں سے مجھے فون بھی نہیں کیا' پوچھا بھی نہیں میرے بارے میں۔ اور میرا فون اس کے پاس ہے۔ اگر مما کی کال آ گئی تو۔“ وہ ایک دم بے چین ہو کر کھڑی ہو گئی۔

”مجھے مما سے پوچھ کر لائبریری جانا چاہیے۔ اللہ کرے وہ وہاں آ جائے۔“ وہ بے چین سی باہر نکل گئی۔

* * *

”عدیل!“ عفت کچھ شاکڈ سی عدیل کو دیکھنے لگی۔

”اس میں اتنا حیرت زدہ ہونے کی کیا بات ہے؟“ عدیل سرسری نظر اس کے چہرے پر ڈال کر بولا۔

”ابھی.... میرا مطلب ہے' وہ ابھی پڑھ رہی ہے۔“ وہ ذرا سنبھل کر بولی۔

”اس کے ایگزام تک بات چیت اور دوسرے معاملات طے ہو جائیں گے۔ ایگزام کے فوراً بعد شادی۔“ وہ جیسے سب کچھ طے کر چکا تھا۔ مطمئن لہجے میں بولا۔

عفت کچھ بول ہی نہ سکی۔

”میں بہت ڈر گیا تھا عفت! اس رات جب مشال بغیر بتائے گھر سے چلی گئی تھی میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا۔ میں جلد سے جلد مشال کی شادی کر دوں گا۔“ وہ سوچ سوچ کر بولا تو عفت کو وجہ سمجھ میں آ گئی۔

”اور پھر وقار میرا بہت اچھا پرانا دوست ہے۔ بہت سال وہ لوگ امریکہ میں سیٹل رہے۔ اس کا بیٹا کوالیفائیڈ انجینئر ہے۔ بہت اچھی فیملی ہے۔ اکلوتا بیٹا اور اتنا قابل۔ فائزہ بھابھی بھی بہت محبت کرنے والی رکھ رکھاؤ والی خاتون ہیں۔ فہد کے پاس تو وہاں کی نیشنلٹی بھی ہے۔ ہماری مشال ان شاء اللہ بہت خوش رہے گی۔ میں ایسا ہی رشتہ تو اس کے لیے چاہتا تھا۔“ عدیل بہت خوش' بہت مطمئن تھا۔

اور عفت کو لگا آگ کا کوئی جھلسا دینے والا شعلہ تھا جس نے یک لخت سراپا اسے جھلسا کر رکھ دیا ہو۔

”ایسی اچھی قسمت اس مشال کی ہو گیا میں یہ چاہوں گی۔ ارے واہ! پہلے ماں باپ کی آنکھ کا تارہ بنی رہی اور اب جا کر شوہر اور سسرال والوں کی لاڈلی.... کبھی نہیں۔“

وہ مٹھیاں بھینچے سوچ رہی تھی۔

”کل شام میں آئیں گے وہ لوگ.... جسٹ فارملیٹی ہو گی۔ سب کچھ تو سمجھو ڈن ہے۔ کل ہی وہ لوگ شگن ڈال دیں گے اور فہد کے اگلے مہینے پاکستان آنے پر منگنی وغیرہ یا نکاح ہو جائے گا اور چار ماہ بعد شادی.... تم سن رہی ہو ناں۔“

اتنی دیر تک عفت کبھی چپ نہیں رہی تھی۔ عدیل اس کی لمبی چپ پر بولا۔

”ہوں.... جی سن رہی ہوں۔“ وہ بہت مشکل سے بول سکی تھی۔

”اور سب سے اچھی بات کہ وہ لوگ ڈیمانڈنگ بھی نہیں ہیں۔ انہیں جہیز وغیرہ کچھ نہیں چاہیے بلکہ سخت خلاف ہیں وہ جہیز کے لیکن خیر! بھئی ہم اپنی مشال کو خالی ہاتھ تو رخصت نہیں کریں گے۔ بہت کچھ سوچ لیا ہے میں نے تو۔“ وہ تو اپنی ہی دھن میں کہے جا رہا تھا۔ بہت عرصے بعد عفت نے عدیل کو اتنا خوش اتنا مسرور دیکھا تھا۔

”ہماری مشال کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے اور مجھے یقین تھا۔ میرے اللہ نے اس کی قسمت بھی بہت خاص بنائی ہو گی۔ عفت! مجھے لگ رہا ہے جیسے آج میں ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں۔ میرے دماغ پر دل پر جو اتنے دنوں سے بوجھ تھا' سب اتر گیا۔“ وہ عفت کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

”سچ پوچھو بشریٰ مجھ پر جو یہ ذمہ داری ڈال گئی تھی۔ شروع میں تو میں بہت گھبرا گیا تھا۔ ظاہر ہے بیٹی کا معاملہ اور اس کو بیاہنا' پھر آج کل جو سچویشن اچھے رشتوں کے معاملے میں چل رہی ہے.... تھینک گاڈ!“

عفت تو جیسے پتھر کا بت بنی بیٹھی تھی۔

”میں نے وقار اور فائزہ بھابھی کو شام پانچ بجے کا ٹائم دیا ہے لیکن کچھ تیاری تو پہلے آ کر کرنا ہو گی۔ کیا خیال ہے تمہارا۔“ وہ اس کی ہم نوائی کو بولا۔

”جی.... بالکل۔“ وہ کسی معمول کی طرح سر ہلا کر مزید کچھ کہے خاموشی سے باہر نکل گئی۔ عدیل ریموٹ اٹھا کر ٹی وی دیکھنے لگا۔

”کیا کروں میں۔ وہ واثق تو لائبریری بھی نہیں آیا۔ میرا فون۔“ وہ سخت پریشان سی پچھلے صحن میں ٹہل رہی تھی۔

ہاتھ میں کتاب تھی مگر پڑھنے کی طرف بالکل دھیان نہیں تھا۔

* * *

”اس کی قسمت بھی اس کی ماں جیسی شان دار ہو گی۔ پہلے ایک شان دار مرد ملا۔ جو ابھی تک اس کے ہجر و فراق میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر آہیں بھرتا ہے اور پھر دوسرا امیر کبیر مرد جو اسے ہر عیش اور آرام دیتے ہوئے ملکوں ملکوں گھوم رہا ہے اور اب ایسی ہی قسمت اس کی بیٹی کی....

کہتے ہیں ناکہ بیٹی کی قسمت بھی ماں جیسی ہوتی ہے۔ اس کی قسمت اپنی ماں جیسی اور میری پری کی.... ایک برتا ہوا مرد.... جس کے استعمال شدہ دل میں میرے لیے نہ کوئی جذبہ تھا نہ احساس۔

صرف گھر کو اس کی بچی کو سنبھالنے والی ایک دوسری عورت کی ضرورت!

اسی ضرورت سے ہم دونوں آج تک بندھے ہوئے ہیں۔

محبت تو ہمارے درمیان کبھی رہی نہیں۔ کبھی عدیل نے اس محبت سے میرا ہاتھ نہیں تھاما' جس محبت سے وہ ابھی بھی بشریٰ کو سوچتا ہے۔ اس کے دل میں ابھی بھی وہی ہے۔ میں تو صرف گھر میں ہوں گھر کے دوسرے سامان کی طرح!

اور جس طرح وہ مشال کے لیے پریشان تھا' اس نے ایک بار بھی پری کا ذکر نہیں کیا۔ بھلے دونوں کی عمروں میں سات آٹھ سال کا فرق ہے مگر دیکھنے والے تو یہی کہتے ہیں پری بڑی ہے مشال سے.... اور باپ کو جب اتنا شان دار رشتہ مل رہا تھا تو کیا اسے ایک لمحے کے لیے بھی پری کا خیال نہیں آیا۔

غلطی میری ہے۔ مجھے عدیل کو احساس دلانا چاہیے تھا کہ اگر رشتہ ایسا اچھا ہے تو پہلا حق پری کا ہو گا....

وہ صحن میں ٹہل ٹہل کر کتاب پڑھتی مشال کو دیکھتے ہوئے سوچے جا رہی تھی۔

اس مشال کو تو ادھر بھی دس مل جائیں گے لیکن یہ اتنا شان دار پروپوزل صرف میری پری کے لیے ہونا چاہیے۔ میں اب سب کچھ قسمت پر چھوڑ کر نہیں بیٹھ سکتی کہ پری کی شکل اچھی ہے تو قسمت بھی اچھی ہو گی۔ مجھے اپنی بیٹی کی قسمت خود بنانی ہو گی' دیکھتی ہوں مشال کیسے میری بیٹی کا حق چھینتی ہے۔“ وہ زہریلی نظروں سے مشال کو دیکھ رہی تھی۔

* * *

وہ سیل فون ہاتھ میں لیے اس میں موجود کال لاگ دیکھ رہا تھا۔

”اوہ اس میں گھر کا لینڈ لائن نمبر بھی موجود ہے۔“ وہ چونکتے ہوئے سوچنے لگا۔

”لیکن اگر فون کسی اور نے اٹھایا تو.... مشال کا نام لے کر میں اسے بلا بھی نہیں سکتا۔“ وہ متذبذب سا سوچنے

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لگا۔

”نہیں مجھے بے صبراپن نہیں دکھانا چاہیے۔ کل اس کے کالج کے باہر جا کر اسے فون لوٹا دینا چاہیے۔“ اس نے اپنے سیل پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے رک کر سوچا۔

”ایک بار کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے فون مثال اٹھائے۔“ بے قرار دل کو قرار نہیں آرہا تھا، اس نے نمبر ڈائل کرلیا۔

مثال فون کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی فون کی بیل پر چونک کر رک گئی۔

سب اپنے کمروں میں سونے کے لیے جا چکے تھے۔

سب ڈسٹرب نہ ہوں فون کی آواز سے اس نے یہ سوچ کر ریسیور اٹھالیا۔

دوسری طرف خاموشی تھی۔

”ہیلو!“ مثال کو جھلا کر بولنا پڑا۔

”ہیلو۔ بھئی بات کریں فون کس لیے کیا تھا۔“ وہ کہہ کر فون بند کرنے لگی تھی کہ بے اختیار رک گئی۔

”میں کل کالج کے گیٹ کے باہر آپ کا فون دینے کے لیے آرہا ہوں۔ میرا انتظار کیجئے گا۔“ واثق مثال کی آواز پہچان کر آہستگی سے بولا۔

”اور وہ جو ساری شام میں نے لائبریری میں آپ کا انتظار کیا۔ وہ کیا۔ مجھے پاگل سمجھ رکھا ہے آپ نے۔“ وہ ایک دم سے غرا کر بولی۔

”کیا۔۔۔ اوہ میرے خدایا! یہ کیا غضب ہو گیا۔ لائبریری میں میرا انتظار ہوتا رہا اور میں بدنصیب فیکٹری کے بیکار حساب کتاب میں الجھا ہوا تھا۔۔۔ میری بدقسمتی اور کیا کہوں میں اس کو۔“ وہ ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا بولا۔

”پلیز مجھے فون چاہیے میرا۔“ وہ تیز لہجے میں بولی۔

”تو ابھی آجاؤں۔ یہ پاس میں تو میرا گھر ہے۔ پانچ منٹ کی پیدل واک پر۔ آپ بھی باہر آجائیں۔ تھوڑی واک کرلیں گے اور گپ شپ بھی۔“ وہ بے تکلفی سے فوراً بول اٹھا۔

”شٹ اپ! کل شام کو پانچ بجے لائبریری میں۔“ خدا حافظ کہہ کر تیزی سے اندر چلی گئی۔

اس کے دل کی دھڑکنیں عجیب بے ہنگم انداز میں منتشر ہو رہی تھیں۔

”یہ کیا ہو رہا ہے مجھے اور میں کیوں دعائیں کر رہی تھی کہ کسی طرح اس سے بات ہو جائے۔ اس کی آواز سن لوں اور اس کی آواز سن کر میرے دل کی جو حالت تھی۔ نہیں نہیں مجھے ایسی باتیں نہیں سوچنی چاہیے۔“ وہ بے قرار سی کمرے میں ٹہلنے لگی۔

میں جتنا اس سے دور بھاگنا چاہتی ہوں۔ حالات مجھے اس کے پاس لے آتے ہیں۔ جیسے وہ کہتا ہے کہ قسمت ہمیں یونہی راستوں میں نہیں ٹکراتی۔۔۔ کوئی مقصد ہے قدرت کا۔

اُفوہ! میں یہ فضول باتیں کیوں سوچے جا رہی ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا۔ صرف کل آخری بار اس سے مل کر اپنا موبائل فون لے کر آنا ہے۔ پھر میں اس سے کبھی نہیں ملوں گی۔“ وہ دل میں ارادہ باندھنے لگی۔

”کبھی نہیں؟“ اس کے دل نے بہت معصومیت سے فریادی انداز میں سوال کیا تھا۔ وہ بے اختیار مسکرا کر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سوچنے لگی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

* * *

"کیا واقعی… واثق! تم سچ کہہ رہے ہو۔" عاصمہ نے بے یقینی کے ساتھ واثق کی طرف دیکھتے ہوئے سرشار سے لہجے میں کہا۔

وہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگا۔

عاصمہ آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھے جارہی تھی۔

"افوہ مما! ایسے کیا دیکھے جارہی ہیں۔ میں نے تو بس یونہی ایک بات کی ہے آپ سے۔" وہ اس کے یوں دیکھنے پر بے اختیار جھینپ گیا تھا۔ عاصمہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا ماتھا چومنے لگی۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی۔

"تمہیں نہیں پتا اس ایک دن کا ارمان اس کی خواہش ایک بیٹے کی ماں کے دل میں ٹھیک اسی دن سے جگہ بنا لیتی ہے، جب وہ بیٹے کی ماں بنتی ہے اور تم نے تو جیسے مجھے نہال ہی کردیا یہ بات کر کے کہ تم کسی کو پسند کرتے ہو اور واثق میری جان! یقین کرو میرے دل کو ایسا اندھا اعتماد ایسا بھروسہ ہے تم پہ، تمہاری پسند پر، تمہارے انتخاب پر، میں جانتی ہوں تم کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ لڑکی دنیا کی بہترین لڑکی ہوگی جسے میرے بیٹے نے پسند کیا ہے۔ بہت زیادہ خوش ہوں میں۔" عاصمہ تو جذباتی پن میں اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیے بولتی چلی گئی۔

واثق کچھ اور بھی جھینپ گیا۔ آہستگی سے عاصمہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنے لگا۔

"مما پلیز! اتنی بڑی بڑی امید نہ لگائیں۔ پہلے آپ اسے دیکھیں گی اور یہ تو میرا بھی دل کہتا ہے کہ وہ آپ کو بہت پسند آئے گی لیکن پھر بھی مما! میرے لیے آپ کی پسند آپ کی مرضی ہر چیز پر اولیت رکھتی ہے۔ آپ اس سے ملیں گی۔ اسے دیکھیں گی۔ پسند کریں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بولا۔

عاصمہ ابھی بھی محبت سے اسے دیکھتی جارہی تھی۔

"ابھی چلیں۔" وہ جوشیلے پن سے بولی۔

واثق بے اختیار ہنس پڑا۔ عاصمہ کے چہرے پر خفگی سی آگئی۔

"مما! ابھی تو میں فیکٹری جارہا ہوں۔ شام میں ذرا جلدی آجاؤں گا تو پھر آپ کو لے چلوں گا۔ صبح میں تو میرے خیال میں کوئی بھی لڑکی دیکھنے نہیں جاتا۔" وہ ماں کو چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"بے وقوف ہم نے لڑکی دیکھنے تھوڑی جانا ہے۔ میں نے تو اسے شگن ڈالنے جانا ہے بلکہ میں… ابھی تھوڑا ٹائم نکال کر جیولر کی طرف سے ہو آتی ہوں۔ ایک اچھی سی انگوٹھی لے آتی ہوں۔ کیا خیال ہے واثق!" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اور واثق نے پھر ہنسنا شروع کردیا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو کہ میں سٹھیا گئی ہوں۔" وہ خفگی سے بولی۔

"نہیں تو بالکل بھی نہیں، اور مما کبھی سنا ہے کہ لڑکی کو پہلی بار دیکھنے کے لیے جائیں اور انگوٹھی پہنا آئیں۔ آپ بھی ناں بس…" وہ ہونٹوں کا کونا دبا کر ہنسی روک رہا تھا۔

"اچھا تمہیں بڑا تجربہ ہے لڑکیوں کو جا کر دیکھنے کا… میں تو آج پہلی بار جاؤں گی۔ کون سا میرا کوئی تجربہ ہے یوں لڑکیاں دیکھنے کا۔ تمہاری بہنوں کا خیر سے اللہ کے کرم سے اتنی آسانی سے رشتہ شادی سب ہوگیا۔ دیکھنے دکھانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں بہن بھائی کے معاملات بھی اس طرح نمٹا دے تو پھر سمجھو میرے تو اس دنیا میں سارے فرائض تمام ہوئے۔ حج کروں گی اور پھر اللہ اللہ۔ تم جانو اس گھر کے معاملات کو اور تمہاری بیوی۔"

عاصمہ نے لمحوں میں سارا سلسلہ ہی پلان کر ڈالا۔

واثق پھر ہنس پڑا۔ اسے عاصمہ پر بے اختیار پیار آیا تھا۔

"میری بھولی سی مما! یوں تھوڑی ہوتا ہے۔ بہو آئے گی۔ کچھ برتن ٹوٹیں گے تھوڑی لڑائیاں ہوں گی۔ کچھ سازشیں ہوں گی پھر۔" وہ ماں کو چھیڑ رہا تھا۔

"خبردار تم نے اس سے آگے ایک لفظ بھی کہا تو… میں سچ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔" وہ اسے ناراضی سے وارن کرتے ہوئے بولی۔

"او کے بالکل نہیں۔" وہ کان پکڑ کر بولا۔

"تمہاری بات چیت تو ہوگی واثق اس لڑکی سے؟" وہ کچھ دیر بعد سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

واثق ناسمجھی سے ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔ اب جانے وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں۔

"میرا مطلب ہے لڑکی کے گھر… پیغام آئی مین! یونہی تو اٹھ کر کسی کے گھر نہیں چلے جاتے۔ تھوڑا بہت اس کے پیرنٹس کے نالج میں ہونا چاہیے کہ آنے والے لوگ کیوں آئے ہیں، تو وہ بھی تھوڑا ذہنی طور پر تیار ہوتے ہیں۔" عاصمہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی تو واثق سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا ہوا تم نے جواب نہیں دیا۔" عاصمہ اسے خاموش دیکھ کر بولی۔

"مما! ابھی تو رابطہ نہیں ہے۔ تو آج ہم یونہی چلے جاتے ہیں نا مطلب بس یونہی ملنے… آپ" وہ کچھ سوچنے لگا۔

"آپ کہہ دیجئے گا کہ وہ آپ کی اسٹوڈنٹ رہ چکی ہے تو آپ اس سے ملنے آئی ہیں۔" وہ چٹکی بجا کر جیسے مسئلہ حل کرتے ہوئے بولا۔ عاصمہ اسے گھورنے لگی۔ "کیا کچھ غلط کہہ دیا میں نے۔" وہ ماں کے یوں دیکھنے پر جلدی سے بولا۔

"بے وقوف! ابھی ٹیچر بھی اپنے اسٹوڈنٹ سے یونہی ملنے جاتے ہیں۔" عاصمہ چڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"تو پھر کیا کریں؟" واثق پریشان ہو کر بولا۔

"بیٹا! سمپل اس کی مدر سے بات کرلیتے ہیں۔ میں کرلیتی ہوں۔ تم مجھے اس کا نمبر دو۔" عاصمہ رک کر بولی۔

واثق ماں کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"کیا مطلب! نمبر نہیں ہے تمہارے پاس۔"

"وہ تو ہے۔ **ایکچوئلی** مما! اس کی مدر، اس کے فادر… معلوم نہیں اس طرح ہمارے جانے سے کیا مطلب لیں کہ کہیں اس نے مثال نے آئی مین اس نے میرے ساتھ کوئی افیئر چلا رکھا ہے تو… وہ شاید اس سے ناراض ہو جائیں اسی بات پر۔ کوئی اور ریزن سوچیں جس میں انہیں ایسا کوئی شک نہ ہو کہ میں مثال کو پہلے سے جانتا ہوں اور اس وجہ سے ہم آئے ہیں۔" وہ رک رک کر ماں کو سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

عاصمہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

"خیر ابھی تم فیکٹری جاؤ لیٹ ہو رہے ہو۔ میں اس دوران کچھ سوچ لیتی ہوں۔ تمہاری بات ٹھیک ہے۔" عاصمہ سر ہلاتے ہوئے کہہ کر اٹھ کر اندر چلی گئی۔

* * *

"مگر کیوں۔" مثال حیرت بھرے انداز میں عفت کو دیکھنے لگی۔

"تمہارے پاپا کہہ کر گئے ہیں۔" وہ سپاٹ سرد لہجے میں بولی۔

آج عفت کی بیگانگی مثال سے کچھ زیادہ بڑھ کر تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ میکانکی انداز میں ناشتے کے خالی برتنوں کو ڈائننگ ٹیبل سے سمیٹ رہی تھی۔

"مگر کالج کیوں نہیں جاؤں۔ کوئی کام ہے آپ کو مجھ سے گھر میں۔" وہ عفت کے مختصر جواب سے مطمئن نہیں ہوتی تھی۔ کچھ اور بھی الجھ کر بولی۔

"بی بی! میں پہلے کون سے تم سے ہل جتواتی ہوں جو آج اپنے کسی کام کے لیے تمہیں کالج سے چھٹی کے لیے بولوں گی۔" وہ ایک دم جیسے ڈپٹ کر بولی۔

حالانکہ روز صبح کالج جانے سے پہلے پورے گھر میں بکھری ہوئی چیزیں سمیٹنا سب کچھ درست حالت میں رکھنا ڈسٹنگ کرنا کچن کی صفائی ناشتے میں عفت کی مدد کرنا سب مثال کی روز کی ڈیوٹی میں شامل تھا اور جس دن صفائی والی ماسی کے نہ آنے کا امکان ہوتا۔ اس روز اور بھی جلدی اٹھ کر گھر کی صفائی بھی کرنا پڑتی تھی اور آج عفت کیسے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی 'اسے مثال کے کام سے کوئی مطلب نہیں۔

مثال دکھ سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ خیر یہ دکھ تو کوئی نئی بات نہیں تھی۔

"مما! آج میرا اکنامکس کا بہت اہم ٹیسٹ ہے۔" وہ عفت کے پیچھے کچن میں آتے ہوئے بولی۔

"تو اپنے باپ کو فون کرکے بتادو۔" وہ سنک میں برتن پٹختے ہوئے مڑ کر اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"شام میں تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ دیکھنے کیا سمجھو معاملہ طے ہوچکا ہے۔ شام کو صرف فارملیٹی ہوگی۔" وہ کچھ دیر بعد اسی بیگانے پن سے اسے اطلاع دیتے ہوئے بولی۔

"کون سا معاملہ؟" مثال کے سر کے اوپر سے عفت کی بات گزر گئی۔ عفت نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ زور سے سنک میں پٹخی۔

"اتنی معصوم نہیں ہو تم۔ تمہاری ماں یہاں تمہیں جس مقصد کے لیے ڈال گئی تھی۔ وہ پورا ہونے جارہا ہے' فون ملا کر بتادو اپنی جادوگرنی ماں کو۔۔۔ خود نکل گئی جان چھڑا کر مصیبت ساری ہمارے گلے ڈال گئی۔ جیسے ہم تو خدانخواستہ بے اولاد ہیں نا ہماری اپنی کوئی ذمہ داری ہے ہی نہیں۔" عفت سخت غصے اور ملال میں تھی۔

مثال ساکت سی کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"اب جاؤ یہاں سے۔ کہیں جانا ہے تو جاؤ۔ یوں میرے سر پر سوار ہوکر کھڑی مت ہو۔ اپنے ہی گھر میں آزادی سے سانس لینا محال ہوگیا ہے ہمارا تو۔" وہ سخت نفرت سے بولی۔

اور مثال کا جی چاہا وہ یہیں کھڑے کھڑے زمین کے اندر چلی جائے۔ اس نے آنسو پی لیے۔ یوں بھی اب اسے آنسو پینے کی پریکٹس ہوچلی تھی۔ مرے مرے قدموں سے واپس مڑ گئی۔

"مہمان کون سے آنے والے ہیں اور معاملہ کون سا ہے صرف فارملیٹی ہوگی۔" وہ ڈائننگ ٹیبل کے پاس بیٹھ کر الجھی ہوئی خود ہی یہ گتھی سلجھانے لگی۔

"پاپا سے فون کرنے پوچھوں۔ وہ یہ بات مجھ سے خود بھی کہہ کر جاسکتے تھے کہ میں آج کالج نہیں جاؤں لیکن انہوں نے تو مجھ سے بات کرنا ہی ختم کر رکھا ہے۔ عجیب طرح سے وہ ناراض ہیں مجھ سے۔" وہ دل گرفتی سے سوچے جارہی تھی۔

"اور میرے پاس موبائل فون بھی نہیں ہے میں مما کو میسج کرتی کہ وہ مجھے فون کریں۔" وہ بے بسی سے سوچنے لگی۔

"لیکن نہیں۔ میں کیوں کہوں ان سے کہ وہ مجھے فون کریں۔ انہیں خود تو میرا خیال نہیں۔ جب پاس تھی تب

انہیں میری پروا نہیں تھی۔ اب تو میلوں کے فاصلے ہیں۔" وہ نم آنکھوں سے سوچتی چلی جارہی تھی۔

"تمہارے ابا نے گھر میں دس ملازم نہیں رکھے ہوئے جو یوں مزے سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہو ملکہ پکھراج جی! اٹھ کر گھر کے کام کرو۔ پہلے ڈرائنگ روم دیکھ لو۔ اس کے پردے بدلنے ہیں اور کشنز کے کور بھی۔ ماسی آئی ہے تو اچھی طرح صفائی کراؤ پھر کچن میں آکر میرا ہاتھ بٹاؤ۔ اس عذاب میں ادھر جو میری جان کو چمٹے ہوئے ہیں۔"

عفت نے کچن کی کھڑکی سے اسے یوں بیٹھے دیکھ کر وہیں سے چلانا شروع کردیا۔

مثال بوکھلا کر کتابیں میز پر چھوڑ کر جانے لگی پھر خیال آنے پر تیزی سے مڑ کر اس نے کتابیں اٹھائیں اور اپنے کمرے میں آگئی۔

"مہمان۔۔۔ کہیں وہ والے تو نہیں۔" کمرے میں آتے ہی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ معاملہ کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔

"پاپا کے دوست ایسے کون سے ہیں جنہیں میں نہیں جانتی۔ کیا پاپا میری شادی کرنے والے ہیں۔ مگر اتنی جلدی۔۔۔ ابھی تو میرے بی ایس ہونے میں بھی دو سال ہیں۔" وہ پریشان سی سوچتی چلی گئی' پھر عفت کی اگلی آواز کا خیال آتے ہی تیزی سے یونیفارم بدلنے چلی گئی۔

* * *

"تمہارے گھر۔" پری حیران نظروں سے سامنے کھڑی اپنائیت بھری نظروں سے دیکھتی وردہ سے بولی۔

"ہاں میرے گھر یار۔۔۔ اور تم نے بتایا ہے نا جو ایڈریس تو وہ ہمارے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ ہمارے گھر کا ایڈریس ہے۔" وردہ نے اپنے گھر کا ایڈریس جو عاصمہ کی اکیڈمی کے وزٹنگ کارڈ پر تھا' نکال کر پری کو دیا۔

پری ایڈریس پڑھنے لگی۔

وردہ ابھی بھی اسے بہت پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ یہ تو بالکل قریب ہے۔ ہارڈلی دو مین اسٹریٹس کا فاصلہ ہے۔" وہ بھی سرہلا کر بولی۔

"آف کورس!" وردہ خوش ہوکر بولی۔

"تو یار! تم آجاؤ ناں ہمارے گھر۔" پری کچھ سوچ کر اسے دعوت دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"پہلے تم آجاؤ۔ ایکچوئلی میں تمہیں اپنی مما سے ملوانا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنی مما سے تمہاری اتنی تعریفیں کر رکھی ہیں۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔" وردہ بچوں کی سی معصومیت سے خوش ہوکر کہہ رہی تھی۔

"تم نے بھلا میری ایسی کیا تعریفیں کریں۔ مجھ میں تو کوئی ایسی بات نہیں۔" وہ ادا سے بولی۔

"ارے یہ تو پورے کالج سے پوچھو۔ تمہاری یہ من موہنی صورت بیچاری لڑکیاں تمہیں دیکھ کر حسد اور رشک میں مبتلا ہوجاتی ہیں تو لڑکوں کا کیا حال ہوگا۔" وردہ اسے سراہتے ہوئے کہہ رہی تھی' وردہ کو لگا اس کے گال تمتمانے لگے ہیں۔

"شٹ اپ یار! اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ کچھ جھینپ کر بولی۔

"بات تو ہے' یہ تو تم نہ کہو۔" وردہ مصر ہوکر بولی۔

"تم پھر تم آرہی ہو ناں میرے گھر۔ دیکھو یہاں تو تم میری مما کی اکیڈمی دیکھنے کے بہانے بھی آسکتی ہو۔" وہ

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسے اکساتے ہوئے بولی۔

"نہیں یار! پہلے میں اپنی مما سے پرمیشن لوں گی پھر تمہیں بتاؤں گی کہ پہلے میں آؤں گی تمہارے گھر یا تم۔" وہ ذرا سوچ کر بولی۔

"او کے تو کب بتاؤ گی۔" وہ بے صبرے پن سے پوچھنے لگی۔

"صبر کرو یار! گھر پہنچوں گی تو پوچھوں گی نا۔" وردہ ہنس پڑی۔ دونوں باتیں کرتی ہوئی آگے نکل گئیں۔ وردہ باتوں کے دوران بھی متاثر ہو جانے والی نظروں سے پری کو دیکھتی رہی۔

* * *

واثق بری طرح سے کام میں منہمک تھا، جب اس کے بیگ میں موجود سیل فون کی بپ بجنے لگی۔ اجنبی بپ سنتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو چونکا۔ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس کے بیگ میں تو مثال کا سیل پڑا ہے۔ اس نے تیزی سے فون بیگ سے نکالا، جو ابھی بھی بج رہا تھا۔

"بشریٰ ماما کالنگ" بلنک ـــــ کر رہا تھا۔ واثق متذبذب سا فون کو دیکھنے لگا۔

"نہیں مجھے کال نہیں لینی چاہیے۔ اس کی مما کا فون ہے۔ جانے وہ کیا سمجھیں۔ لیکن اس نے ماما کے ساتھ ان کا نام کیوں فیڈ کیا ہوا ہے۔" وہ کچھ الجھ کر بجتے فون کو دیکھے جا رہا تھا۔ ذرا دیر بعد فون بند ہو گیا۔

وہ پھر سے کام میں مگن ہو گیا۔ فون پر میسج ٹون بجی تو وہ چونکا بشریٰ کا میسج تھا۔

"مثال جانو! کیسی ہو۔ شاید تم کالج میں ہو۔ میری کال نہیں لے رہیں۔ تمہارے پاپا کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ اور ان کی بیوی کا۔ ان کے بچوں کا۔ میں تم سے اتنی دور تو ہو گئی ہوں لیکن ایک پل کو چین نہیں مثال! تم کو بہت یاد کرتی ہوں۔۔۔ جانو آئی لو یو۔ اپنا بہت خیال رکھنا بہت زیادہ۔ میں تمہیں پھر فون کروں گی۔۔۔ لو یو۔" لمبا چوڑا میسج واثق کے سامنے ایک نئی کہانی کھول گیا۔

"تو کیا مثال اپنے اصل والدین کے ساتھ نہیں رہ رہی۔ اس کی ماما۔ کسی دوسرے ملک میں ہیں اور یہ۔۔۔" وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر سر جھٹک کر فون بیگ میں رکھ کر کام کرنے لگا۔

* * *

"تم جا کر چینج کر لو۔ تمہارے پاپا آنے والے ہیں اور ان کے ساتھ مہمان بھی۔ یوں سر جھاڑ منہ پہاڑ نہ ان کے سامنے چلی آنا کہ وہ دیکھتے ہی انکار کر دیں فوراً۔" عفت جلے کٹے لہجے میں کمرے میں آ کر اس سے بولی۔ صبح سے کام کر کر کے اس کا سارا جسم دکھنے لگا تھا۔ سر میں بھی بہت درد تھا۔ وہ ذرا کمر کو آرام دینے کے لیے کمرے میں آ کر بیٹھی تھی کہ عفت آ کر اسے ہدایت دینے لگی۔

"کون سے مہمان مما؟" پری نے ماں کے پیچھے سے سر نکالتے ہوئے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے پاپا کے جاننے والے ہیں۔ تم بھی جا کر اپنا حلیہ درست کر لو پری!" عفت اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں ٹھیک تو ہوں۔" وہ اپنے سراپے پر نظر ڈال کر لاپروا انداز میں بولی۔

عفت نظروں میں پیار سمو کر اسے دیکھنے لگی۔

"پری تیار نہیں بھی ہو تو بھی اس مثال کے سامنے بہت خوب صورت ہے۔ ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے

میری بیٹی!" عفت یونہی پری کو پیار کر کے مسکرانے لگی۔

* * *

مثال بے دلی سے تیار ہو کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔ وہ پیاری لگ رہی تھی مگر آنکھوں میں تھکن سی تھی۔ اس وقت اسے صرف آرام کرنے کی خواہش ہو رہی تھی۔ اسی وقت باہر گاڑی رکنے دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ذرا دیر میں گھر میں مہمانوں کے آنے کی آوازیں شور اور ہلچل سی ہونے لگی۔

"آجاؤ تمہیں پاپا بلا رہے ہیں۔" پری خوب صورت گلابی رنگ کے ریشمی سوٹ میں کسی دیس کی پری ہی تو لگ رہی تھی۔ لمحہ بھر کو مثال مبہوت سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"اچھی لگ رہی ہوں نا میں۔" مثال کی نظروں سے اس نے فوراً "اخذ" کرتے ہوئے اترا کر پوچھا۔

مثال پیار سے مسکرا دی۔

"تھینک یو!" وہ خوش ہو کر گول گول گھوم گئی۔ اس کا پھولا پھولا سا فراک کچھ اور بھی پھول گیا۔

"لائیک اے پرنسس ناں۔" وہ شوخی سے بولی۔

مثال اثبات میں سر ہلا کر اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔

پری فوراً "ہی اندر ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے پاس چلی گئی۔ مثال کچھ جھجک کر وہیں رک گئی۔

"معلوم نہیں کون ہیں۔ کیسے لوگ ہیں اور پری کو دیکھ کر انہوں نے میرے بارے میں کیا اندازے لگا رکھے ہوں گے۔" خوامخواہ اس کی ہتھیلیاں پسینے میں بھیگنے لگیں۔

"اور وہ واثق۔۔۔" بے اختیار اس کے دل نے ایک دھڑکن مس کی۔ وہ کچھ ششدر سی کھڑی رہ گئی۔ اس موقع پر اس کے یاد آنے کا کیا مطلب تھا۔ وہ گم صم سی کھڑی تھی۔ جب بالکل اس کے ہاتھ کے پاس پڑا لینڈ لائن گنگنا اٹھا۔

اس نے گھبرا کر پہلی گھنٹی کے بعد فون اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" بہت مدھم آواز میں وہ بولی تھی۔

"تھینک گاڈ مثال! فون تم نے اٹھایا۔ میں ابھی کچھ دیر میں اپنی مما کے ساتھ تمہارے گھر آ رہا ہوں۔ پلیز تم اپنے پیرنٹس کو بتا دینا کسی فارملیٹی کی ضرورت نہیں۔ ہم بس یونہی ملنے آ رہے ہیں۔ مما تمہارے لیے میرا پرپوزل دیں گی۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ناں؟" وہ شوخی سے پوچھ رہا تھا۔

"واثق!" اس کی آواز بے اختیار کانپی تھی۔

"او کے بائے۔ ہم کچھ دیر میں روبرو ملتے ہیں اور ہاں تمہارا فون بھی میں ساتھ لیتا آؤں گا یار! اپنے گھر میں تھوڑا میرا سوفٹ امیج بنا دینا تاکہ میری مما کا کام آسان ہو جائے۔۔۔ او کے بائے۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

مثال پریشان سی کھڑی رہ گئی۔

"مجھے ری ڈائل کر کے اس وقت یہاں آنے سے منع کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس طرح اپنی والدہ کو لے کر آ گیا اور پاپا نے کچھ اور سمجھ لیا تو بہت مشکل ہو جائے گا۔" وہ جلدی سے نمبر ری ڈائل کرنے لگی۔

"کتنے لوگوں کو بھجوانا پڑے گا تمہیں بلانے کے لیے۔ مہمان تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ آجاؤ اب۔" عفت بے زاری سے اس کے سر پر آ کر بولی تو اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال، ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور وہیں چھوڑ کر فرار ہوجاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروادیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھودیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوادیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں، مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسرار سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشری قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہوجاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال، بشری کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کرلیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشری کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں کو فون کرکے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا ہے۔ اسے مثال بہت اچھی لگتی ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

مثال کو نیند میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے گھسیٹ رہا ہے۔

۲۲

بائیسویں قسط

واثق کمرے میں آتے ہوئے بے اختیار ٹھٹک کر رک گیا۔

عاصمہ بہت دل سے تیار ہوئی تھی۔ ہلکے کاسنی اور نیلے امتزاج کے جارجٹ کے سوٹ میں سادگی اور وقار سے چشمہ لگائے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

واثق ماں کو دیکھتے ہوئے جیسے بہت دور نکل گیا۔

شوہر کی زندگی میں عاصمہ بہت بن ٹھن کر تو تیار نہیں ہوتی تھی، مگر روز شام کو اس کے آنے سے پہلے اچھے کپڑے، ہلکی لپ اسٹک اور آنکھوں میں کاجل ہی اس کے اہتمام سے تیار ہونے کا پتا دیتے تھے۔

اور عفان کی موت کے بعد اس نے اس تیاری سے بھی منہ پھیر لیا۔

پھر اکیڈمی کے بہت اچھے دنوں میں جب اسے پرنسپل کی کرسی پر بیٹھنا پڑا تو بھی اس سادگی کو قائم رکھا، حالانکہ واثق اور اریشہ وغیرہ بہت اصرار کرتے تھے، مگر وہ ہنس کر ٹال دیا کرتی تھی۔

مگر آج اس نے جانے کیسے خود پہ لگائی یہ پابندی توڑی۔ لائٹ سی لپ اسٹک میں اس کا سادہ سا چہرہ بہت پر وقار لگ رہا تھا۔

واثق نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے بے ساختہ ماں کو کندھوں سے تھام کر ممنون نظروں سے دیکھا۔

"کر دیا فون تم نے مثال کے گھر؟" وہ اپنی سوچ سے نکلی تو اس کے احساسات سے بے خبر پوچھنے لگی۔

"ہوں کر تو دیا ہے مما، مگر میرا نہیں خیال مثال جیسی ڈرپوک لڑکی اپنے پیرنٹس سے آسانی سے بات کر سکے گی۔" وہ گہرا سانس لے کر مسکرا کر بولا۔

"تو پھر... ہم یونہی چلے جائیں۔" عاصمہ کچھ پریشان سی ہو کر بولی۔ وہ کچھ دیر یونہی سوچتا رہا۔

"تو نہ جائیں؟" وہ سوالیہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"نہیں جانا تو ہے اب جب ارادہ کر لیا ہے تو... آئی تھنک یونہی چلتے ہیں، وہاں جا کر دیکھیں گے جیسا ماحول ہوگا۔ اس کے مطابق کوئی بات بنا لیں گے۔ یا ایک اور بات کہ ہم نے کسی رشتہ دکھانے والی سے ذکر کیا تھا تو انہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے آپ کی بیٹی کا بتایا تو۔"

"نہیں بھئی یہ بھی ٹھیک نہیں، رشتہ کرانے والی تو پھر ساتھ ہوتی۔ ہے خوامخواہ معاملہ بگڑ نہ جائے۔" وہ خود ہی فوراً" اس بات کو رد کرتے ہوئے بولی۔ تو واثق ہنس پڑا۔

"کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہیں۔ کوئی بھی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں اگر انہوں نے پوچھا تو ہم آنے کا مقصد بتا دیں گے سمپل۔" وہاں کی مشکل آسان کرتے ہوئے بولا۔

عاصمہ کچھ دیر سوچتی رہی، پھر سر ہلا کر مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کندھے پر ڈالنے لگی۔

اسی وقت وردہ اندر آتے ہوئے ٹھٹک کر رک گئی۔

"یہ آپ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟" وہ ابھی سو کر اٹھی تھی ان دونوں کو یوں تیار ہو کے جاتے دیکھ کر حیران سی ہو کر بولی۔

"ابھی آتے ہیں کچھ دیر میں، میں نے تمہارے لیے اسنیکس رکھ دیے میں کچن میں۔ ابھی گرم ہی ہیں۔ اپنے لیے چائے بنا لینا۔" عاصمہ عجلت میں کہہ کر جانے لگی۔

"مما! جا کہاں رہی ہیں۔ مجھے بتا تو دیں۔" وہ ان کے پیچھے آتے ہوئے کچھ متجسس لہجے میں بولی اور "اگر مجھے بھی ساتھ جانا ہو آپ کے تو پھر؟" وہ الٹا اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"ہم... میں واثق کے دوست کے گھر جا رہی ہوں۔ اس کی مدر کی عیادت کے لیے... تو اب تم چلو گی ہمارے ساتھ۔" عاصمہ الٹا اس سے پوچھنے لگی۔

وہ فوراً" نفی میں سر ہلا کر دونوں کو بیزار سی شکل بنا کر دیکھنے لگی۔

"واپس کب تک آئیں گے؟" وہ جاتے ہوئے کسی خیال کے آنے پہ پلٹ کر بولی۔

"تو تم ساتھ چلو ناں ہمارے اتنی بے چینی ہے تو؟" واثق اسے چھیڑ کر بولا۔

"جی نہیں شکریہ... مما مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا ہے آپ واپس آئیں گی تو کروں گی۔" وہ عاصمہ کو دیکھ کر بولی۔

"ارے ایسی کون سی ضروری بات ہے وردہ! ابھی بتاؤ مجھے۔" عاصمہ کچھ فکر مند سی ہو کر بولی۔

"اب جانے بھی دیں آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں ان کی ضروری باتیں تو میں خوب جانتا ہوں، کالج میں کوئی ویلکم پارٹی ہو گی۔ اس کے لیے بہت قیمتی اچھے سے ڈریس کی فرمائش ہو گی یا کسی دوست کے گھر کوئی برتھ ڈے پارٹی ہو گی، اس کی پرمیشن کے ساتھ گفٹ اور ڈریس کی فرمائش ہو گی... ہے نا۔ یہی کچھ کہو گی ناں سسٹر؟" واثق پورے یقین کے ساتھ اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"آپ تو چپ ہی کریں بھائی! اور آپ بے فکر ہو جائیں ——— آپ کی گیس کی ہوئی کوئی بھی بات نہیں بلکہ میں آپ کی بولتی بند کروانے کا کچھ پروگرام بنا رہی ہوں۔" وہ جیسے مزا لے کر بولی۔

واثق نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔

"بولتی بند... مطلب؟" وہ فوراً" متجسس لہجے میں پوچھنے لگا۔

"ابھی کچھ نہیں بتا سکتی، واپس آئیں گے تو ہی پتا چلے گا۔ اب آپ لوگ جائیں ابھی یوں بھی میرا موڈ نہیں۔ وہ بہت ضروری بات کرنے کا۔" وہ ان دونوں کی بے چینی کو جیسے انجوائے کرتے ہوئے بولی۔

"چلیں مما! ان کو صرف شوق ہو رہا ہے اس وقت اپنی اہمیت جتانے کا ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" واثق کہہ کر باہر نکل گیا تو عاصمہ بھی سر ہلا کر اس کے پیچھے باہر نکل گئی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

* * *

مثال سر جھکائے فائزہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔

فائزہ لباس اور چہرے سے ایک سلجھی ہوئی باوقار عورت نظر آتی تھی۔ مسکراہٹ اس کے چہرے کے خوب صورت خدوخال کا ایک مستقل حصہ تھی۔

وہ مثال کا ٹھنڈا یخ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے نرمی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ بھئی عدیل! اپنی مثال تو بہت پیاری ہو گئی ہے اور بڑی بھی ورنہ میرے ذہن میں ابھی بھی وہ تین چار سال کی پنکی سی بچی تھی جو مستقل اپنے پاپا کے ساتھ چپکی رہتی تھی۔" وقار مثال کو دیکھ کر محبت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

اگرچہ پری پنک اسٹائلش فراک میں اس محفل کی جان لگ رہی تھی مگر پھر بھی دونوں میاں بیوی مثال پر فریفتہ ہوئے جا رہے تھے۔ اسی کو دیکھے اور سراہے جا رہے تھے۔

"ایسا کیا ہے اس عام سی شکل کی لڑکی میں، جس پہ یہ دونوں میاں بیوی لٹو ہی ہوئے جا رہے ہیں۔ میری پری کے آگے تو یہ کچھ بھی نہیں، پھر یہ ہو گا کہ ان کا اپنا بیٹا بھی واجبی شکل و صورت کا مالک ہو گا تبھی انہیں مثال بہت حسین و جمیل دکھائی دے رہی ہے۔" عفت اس سارے کے دوران ان کے مستقل تبصروں پر دل میں کھولتے ہوئے خود سے اندازے لگائے جا رہی تھی۔

"ویسے عدیل بھائی! میں حیران ہوں مثال اور پری میں اتنا ڈیفرنس بھی نہیں لگ رہا، ورنہ تو آئی تھنک ان کی عمروں میں سات آٹھ سال کا فرق تو ہے۔" فائزہ نے بالآخر وہ بات کہہ ہی ڈالی جو اسے کافی دیر سے کھٹک رہی تھی۔

عفت نے فخریہ نظروں سے پری کی طرف دیکھا۔

"جی بھابھی! ماشاء اللہ سے پری نے بہت جلد قد کاٹھ نکالا ہے۔ دونوں ہی برابر کی لگنے لگی ہیں، دیکھ رہی ہیں آپ۔" عدیل نے محبت سے دونوں بیٹیوں کو دیکھ کر کہا دونوں مسکرانے لگے۔

"اللہ ان کی لمبی عمر کرے اور نیک نصیب کرے ہمیشہ اپنی زندگی میں خوش و خرم رہیں۔ بچیاں تو گھر کی رونق ہوتی ہیں۔" فائزہ نے محبت سے دونوں کو دیکھ کر کہا۔

"بالکل بھابھی ٹھیک کہا آپ نے یہ دونوں واقعی مجھے بہت عزیز ہیں۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں عدیل صاحب! یہ بات تو ساری دنیا جانتی ہے۔ جس طرح تم آفس میں، دوستوں میں ہر جگہ مثال مثال کرتے تھے۔" وقار ہنس کر بولا تو عدیل بھی مثال کو دیکھ کر محبت سے مسکرانے لگا۔

عفت کے دل میں برسوں کی چبھی سوئی اور بھی اندر کھب گئی، وہ پری کو مثال کی جگہ کبھی بھی نہیں دے سکے گی۔ کم از کم عدیل کی نظروں میں نہیں۔

"چلیں آپ کے گھر کی ایک رونق تو ہم چرانے آ گئے ہیں، آپ کے پاس اتنی پیاری پری ہے نا تو مثال ہمیں دے دیں۔" فائزہ مثال کو ساتھ لپٹا کر اپنائیت سے بولی۔

اور عفت کو جو مبہم سی امید تھی کہ شاید پری کی خوب صورتی اور معصومیت سے کہیں نہ کہیں وہ دونوں میاں بیوی متاثر ہو چکے ہیں وہ بھی دم توڑ گئی۔

مگر عفت ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھی اور اولاد کی زندگی کو بہترین بنانے کے لیے کوئی بھی ماں ہمت تو کبھی نہیں ہارتی، اور جب مقابلہ سوتن کی بیٹی سے ہو پھر تو بالکل بھی نہیں! وہ دونوں جس شان دار گاڑی میں آئے تھے ان کا لباس، ان کے پہناوے اور باڈی لینگویج انہیں جس اعلا کلاس کا بتا رہی تھی، عفت اس سے بہت

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

متاثر ہو چکی تھی۔

"ہمارے گھر کی اصل رونق تو مثال ہے، پری تو بہت بے ضرر سی ہے پھر عدیل کی تو جان ہے مثال میں۔ وہ اسے خود سے دور اور وہ بھی اتنی دور۔۔۔۔ امریکہ میں ہوتا ہے آپ کا بیٹا وقار بھائی" عفت خوش اخلاقی سے دونوں کو کچھ جتاتے ہوئے بولی۔

عدیل نے عفت کی بات کو سمجھتے ہوئے کچھ ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔

"جی بھابھی! فہد امریکہ میں ہے اور ماشااللہ وہیں سیٹل بھی ہے بہت شاندار جاب ہے اس کی اور عدیل بھائی کو معلوم ہے فہد فی الحال آٹھ نو سال تو وہیں رہے گا۔ اسے اپنا کیریر بنانا ہے۔" فائزہ نے فوراً صاف لفظوں میں کہہ ڈالا۔

"عدیل رہ لیں گے آپ مثال کے بغیر، اسے اتنی دور بھیج کر۔" عفت بظاہر ہنستے ہوئے جیسے زخمی لہجے میں بولی۔

"رہنا پڑتا ہے عفت بھابھی! جب معاملہ بچوں کی خوشگوار زندگی اور اچھے مستقبل کا ہو۔" وقار نے نرمی سے کہا۔

"اور ہم دونوں میاں بیوی تو سال کے سات آٹھ ماہ تو ادھر ہی ہوتے ہیں مثال اور فہد ہمارے پاس سال میں ایک بار تو چکر لگا ہی لیا کریں گے۔ اس کی آپ بالکل فکر نہیں کریں۔" فائزہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"اصل میں مثال بہت لاڈلی ہے نا عدیل کی۔ میں تو اس خیال سے کہہ رہی تھی لیکن بیٹیوں کا معاملہ ہی اللہ نے کچھ ایسا رکھا ہے کہ ماں باپ کو رہنا پڑتا ہے ان سے دور ہو کر بھی۔ باقی اللہ ان کے نصیب اچھے کرے۔ ماں باپ تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔" عفت کچھ بے ربطگی سے کہتی چلی گئی۔

اصل میں اس کی خود بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سارے معاملے کے بیچ میں کیا کرے۔ خوشی کا اظہار کرے یا غصے کا!

"عفت چائے میں اور کتنی دیر ہے۔" عدیل کو بے تاثر لہجے میں کہنا پڑا۔

عفت نے کچھ گڑبڑا کر عدیل کی طرف دیکھا اس کی نظروں میں کچھ خفگی سی تھی۔

"آجاؤ مثال! میرے ساتھ چائے تو تیار ہے بس۔" عفت کوفت بھرے انداز میں کہہ کر کھڑی ہو گئی۔

"پری بیٹا! آپ جاؤ ماما کی ہیلپ کراؤ، مثال آپی ادھر ہی ہیں انکل آنٹی کے پاس۔" عدیل نے غیر متوقع بات کہی۔

لمحہ بھر کو پری نا سمجھی سے باپ کو دیکھتی رہی پھر بے دلی سے ماں کا اشارہ پا کر اٹھ کر باہر نکل گئی۔

کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی سی چھا گئی۔

"فہد کا پاکستان آنے کا پروگرام کب تک ہے۔" عدیل کو اس خاموشی کو توڑنا پڑا۔ مثال اب فائزہ سے تھوڑا الگ ہو کر اپنا اعتماد کمپوز کرنے کی کوشش کرتے ہوئے چہرہ ذرا سا اٹھا کر بیٹھی تھی۔

"انشاءاللہ تین چار ماہ میں آجائے گا فہد!" فائزہ نے شوہر کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

"ہمارا یہی پروگرام ہے کہ ہم اس ہفتے۔۔۔۔ وقار کی بڑی بہن نے آنا ہے پنڈی سے کل یا پرسوں تو ہم چھوٹی سی رسم کریں گے منگنی کے نام پر اور پھر فہد کے آنے سے کچھ دن پہلے شادی کی ڈیٹ فکس کر لیں گے آپ کیا کہیں گے عدیل بھائی؟"

"میرے خیال میں تو عدیل کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" وقار نے مسکرا کر اعتماد بھرے لہجے میں عدیل کو دیکھ کر کہا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"ہوں.... بلکہ میں سوچ رہا ہوں۔" عدیل مسکراتے ہوئے کچھ بولنے لگا تو مثال نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"پاپا! مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے آئی مین۔ اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو۔" وہ کچھ اٹک کر بالآخر روانی سے کہہ گئی۔ عدیل نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔ جبکہ وقار اور فائزہ کھل کر مسکرائے تھے۔

"آف کورس بیٹا! آپ کو جو بھی کہنا ہے آپ بلا جھجک بلا خوف کہہ سکتی ہیں ہم غیر نہیں ہیں عدیل کے ساتھ میرے تعلقات ہمیشہ اس نوعیت کے رہے ہیں کہ ہم کبھی بھی ایک دوسرے کے لیے غیر نہیں رہے۔" وقار نے شاید اس کی حوصلہ افزائی کے خیال سے پوری طرح وضاحت کرتے ہوئے اسے بولنے کی اجازت دی۔

"پاپا!" اسے شاید عدیل کے این او سی کی زیادہ چاہت تھی۔

"کیا کہنا ہے مثال تمہیں؟" عدیل نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ لمحہ بھر کو مثال کا اعتماد متزلزل سا ہوا۔ مگر پھر اسے خیال آیا کہ اب اگر وہ نہیں بولے گی تو پھر کبھی بھی بول نہیں سکے گی۔

"پاپا.... میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ رک کر ذرا نظریں جھکا کر بولی۔

عدیل کے چہرے پر ہلکا سا غصہ اور ناراضی جھلکنے لگی۔

فائزہ اور وقار نے بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہیں بہرحال مثال سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔

"بلکہ انگیجمنٹ بھی نہیں۔ مجھے ابھی پڑھنا ہے۔ میری اسٹڈیز چل رہی ہیں ابھی.... اس کے بعد مجھے جاب کرنا ہے اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے۔ اس لیے مجھے.... ابھی شادی بالکل نہیں کرنی۔" وہ رک رک کر تینوں کی طرف دیکھے بغیر سامنے ٹیبل پر موجود کرسٹل گلدان میں سجے گلاب کے گلابی پھولوں کی پنکھڑیوں پر بغیر پلکیں جھپکائے نظریں جمائے کہتی چلی گئی۔

عدیل کے چہرے کا اشتعال بڑھ سا گیا تھا مگر اس نے فوری طور پر خود کو کچھ بھی کہنے سے روک لیا تھا۔

فائزہ اور وقار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"مثال غلط نہیں ہے عدیل! میرے خیال میں یوں بھی پڑھنا' اپنی تعلیم مکمل کرنا آج کل لڑکوں کا ہی نہیں لڑکیوں کا بھی کریز ہے اور ہمیں اس بات کا پورا خیال رکھنا ہوگا کہ مثال کو اس معاملے میں کوئی مشکل نہیں ہو۔ شادی کے بعد بھی یہ آرام سے اپنی اسٹڈیز مکمل کر سکتی ہے۔ فہد اس معاملے میں اس سے کو آپریٹ کرے گا بلکہ وہ تو خوش ہوگا اس معاملے میں مثال کی مدد کر کے۔"

وقار نے جیسے مثال کے لیے فرار کا آخری کھلا دروازہ بھی خوش اسلوبی سے بند کرنے کی کوشش کی۔

"بالکل فہد تو خود بہت کریزی ہے ہائر ایجوکیشن کے معاملے میں اور مثال بیٹا آپ بالکل بھی ٹینس نہیں ہوں اگر آپ کو کوئی پریشانی ہے تو میں خود نکاح نامے میں یہ کنڈیشن رکھ دوں گی کہ شادی کے بعد بھی مثال جب تک جتنے عرصے تک تعلیم آگے جاری رکھنا چاہے رکھے گی۔ کوئی بھی اسے نہیں روکے گا۔ اوکے۔" فائزہ نے ہلکے پھلکے انداز میں جیسے اس کی پریشانی رفع کرنے کی کوشش کی جو کہ اور بڑھ چکی تھی۔

مثال نے پریشانی سے باپ کی طرف دیکھا جو پہلے خفگی بھری نظروں سے مثال کو دیکھ رہا تھا اب قدرے اطمینان سے اسے دیکھتے ہوئے خوش تھا کہ مثال کی شادی کا اس وقت کا اس کا فیصلہ بالکل درست ہے اور یہی مثال کے لیے بہترین ہے۔ باہر ڈور بیل بج رہی تھی۔

"میں دیکھوں ذرا جا کر اس وقت کون آ گیا۔" عدیل کو اٹھ کر جانا پڑا اور مثال بے بس ہو کر بیٹھی رہ گئی۔

✡ ✡ ✡

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

عاصمہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر کچھ دیر کے لیے گنگ سی رہ گئی۔ بہت برس پہلے کی ایک رات جیسے بالکل اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی‘ وہ بے یارومددگار‘ بے آسرا‘ بے سہارا‘ ننگے پاؤں‘ ننگے سر چھوٹی سی بچی کو جو ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔ اسے گود میں بھرے اس ویران بیابان علاقے میں گہری ہوتی رات کے اس پہر اپنے وجود کے پامال ہوجانے کی تکلیف میں مبتلا کیسی دیوانی سی ویران گلیوں سڑکوں میں بھاگ رہی تھی جب اس کے سامنے گاڑی لے کر یہ فرشتہ آیا تھا۔

اور اس نے تو اس رات کے بعد سوچ لیا تھا کہ وہ واقعی میں کوئی فرشتہ تھا‘ جو اللہ نے اس کی اور اس کے بچوں کی مدد کے لیے زمین پر اس ویرانے میں اتارا تھا۔

مگر کمال حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اس فرشتے کی شکل کو ابھی تک... اتنے سال‘ صدیوں جیسے زمانے گزر جانے کے بعد میں اس طرح سے یاد رکھے ہوئے تھی جیسے وہ کل... چوبیس گھنٹے پہلے ہی تو اسے ملا تھا‘ فقط اس کی کنپٹیوں پر سفیدی اتری تھی یا آنکھوں میں گزرتے ماہ و سال کی تھکن!

وہ اسے یک ٹک دیکھتی چلی جارہی تھی۔

”محترمہ! کس سے ملنا ہے آپ کو... آپ نے ڈور بیل بجائی تھی۔“ بہت دور سے عاصمہ کو آواز سنائی دی۔

واثق اچانک آجانے والی کال سنتے ہوئے ابھی تک ماں کو دروازے میں دیکھ کر جلدی سے فون بند کررہا تھا۔

”یہ ریاض صاحب کا گھر نہیں ہے؟“ عاصمہ بہت مشکل سے خود کو سنبھال کر تھکے ہوئے نڈھال سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”جی نہیں آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے یہاں کوئی ریاض صاحب نہیں رہتے۔ اس سڑک کے آخر میں ایک نیم پلیٹ ہے آئی تھنک اس نام کی‘ آپ وہاں جاکر چیک کرلیں۔“ عدیل کہہ کر مڑ کر دروازہ بند کرتے ہوئے واپس اندر چلا گیا۔

واثق گاڑی سے اتر کر حیران سا ماں کے پاس آیا۔

وہ وہیں کسی پتھر کے بت کی طرح بے حس کھڑی تھی۔

”کیا ہوا مما! یہاں کیوں کھڑی ہیں آپ؟“ وہ ماں کے کندھے تھام کر تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے لگا۔ عاصمہ کے چہرے کا رنگ زرد سا ہورہا تھا۔

”واثق...“ وہ بہت مشکل سے بول سکی تھی۔

”مما... کیا ہوا ہے آپ ٹھیک ہیں نا؟“ وہ فکرمند سا ہوکر بولا۔

”مم... مجھے گھر لے چلو... ابھی۔“ اس کی آواز کسی گہرے کنویں سے آرہی تھی۔

”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“

”مجھے گاڑی میں بٹھاؤ۔“ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

واثق اسے سہارا دیتا ہوا لے کر آیا اور گاڑی کی سیٹ پر بمشکل بٹھا سکا۔

عاصمہ کا وجود بالکل بے جان ہورہا تھا جیسے ابھی جھول کر اس کے بازوؤں میں آگرے گا۔

”مما... آپ ٹھیک ہیں نا؟“ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر تشویش سے پوچھنے لگا۔

عاصمہ کے چہرے کی رنگت لحہ بہ لحہ زرد ہوتی جارہی تھی۔

وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ واثق سخت پریشانی میں گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوا کسی کلینک کی طرف گاڑی لے جارہا تھا۔

عاصمہ نے اپنے منہ کو سختی سے بھینچ رکھا تھا، اس کے چہرے پر اکڑاؤ سا تھا جیسے وہ بہت تکلیف برداشت کر رہی ہو۔

"مما... پلیز آپ ٹھیک ہیں نا۔ خود کو سنبھالیں۔" وہ رودینے کو ہو رہا تھا۔

وہ بہت بہادر تھا مگر اس لمحے اسے لگ رہا تھا اگر عاصمہ کو کچھ ہو گیا تو وہ یہیں خود بھی اپنی ساری ہمتوں کو کھودے گا وہ خود بھی ٹوٹ کر رہ جائے گا۔

"مما! آپ کو کچھ نہیں ہو گا... کچھ نہیں۔" وہ ریش ڈرائیونگ کرتے منہ میں بڑبڑا رہا تھا۔

* * *

"مبارک ہو مثال آپی! وہ انکل آنٹی لگ تو بہت زبردست ــــ تھے بظاہر ان کا بیٹا بھی شاندار ہو گا۔"

وہ مہمانوں کے جانے کے بعد سے جو کمرے میں گھسی تھی تو عفت کے برتن پٹخنے بولنے جھکنے پہ بھی باہر نہیں نکلی تھی۔

اسے یوں لگا جیسے جھٹ پٹ اس کی قسمت کا فیصلہ کر لیا لیا ہو، فائزہ اور وقار اسے برے نہیں لگے تھے، مگر ایسے اچھے بھی نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان سے ناتا جوڑنے پر بہت خوش ہوتی۔ اس کے دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔

وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی اور اس نے بیچ میں بول کر اس معاملے کو یہیں شروع ہونے سے پہلے ختم کرنے کی جو کوشش کی تھی اور جس پر عدیل نے اسے جن نظروں سے دیکھا تھا، اسے لگ رہا تھا اب وہ پاپا کے سامنے کوئی بھی دلیل نہیں دے سکے گی اور وہ کچھ دیر میں اسے اپنے پاس بلائیں گے اور اس کی ہر دلیل خود ہی دم توڑ جائے گی۔

اور تین چار ماہ بعد اس کی شادی ہو جائے گی... اس فہد کے ساتھ جسے وہ جانتی بھی نہیں۔

اور وہ یہاں سے اتنی دور چلی جائے گی جہاں سے واپسی کے کسی راستے کا بھی اسے پتا نہیں۔

اس نے پری کے قدموں کی آہٹ سن کر غیر محسوس طریقے سے دونوں ہتھیلیوں سے آنکھوں کو رگڑا تھا۔

اس کے جملے پر بھی وہ اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

"تم خوش نہیں ہو مثال آپی!" کبھی کبھی جب پری کو مثال پر کسی وجہ سے تھوڑا بہت پیار آتا تو وہ اسے آپی کہہ کر جتاتی ضرور تھی، مگر اس وقت پیار جتانے کی بظاہر کوئی وجہ تھی تو نہیں۔

وہ پھر خاموش بیٹھی اپنے دونوں ہاتھوں کو جکڑے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتی رہی۔

"کیا کسی اور کو پسند کرتی ہو تم؟" وہ جھک کر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں اس سے اتنی گہری بات پوچھ رہی تھی۔

مثال گہرا سانس لے کر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"بتاؤ ناں آپی! کون ہے وہ؟" وہ پیار بھرے اصرار سے پوچھ رہی تھی۔ اور مثال کی نظروں کے سامنے چھم سے واثق کا مسکراتا چہرہ آ گیا جو اسے اب اتنا اپنا، اتنا قریبی لگنے لگا تھا جیسے وہ خود اپنے بارے میں سوچ رہی ہو، جب اس کے بارے میں سوچتی تھی تو اس نے یونہی نفی میں سر ہلا دیا۔

"وہ آیا کیوں نہیں۔ اس نے تو کہا تھا وہ آئے گا۔" اس کے دل نے چپکے سے فریاد بھری سرگوشی کی۔

"وہ وعدہ خلاف لگتا تو نہیں۔" اس کا دل واثق کی حمایت میں ہی بولتا تھا، سو اب بھی معصومیت سے سوال کر رہا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

”مجھے نہیں بتاؤ گی آپی! وہ کون ہے۔ پلیز بتاؤ ناں اگر ایسا کچھ ہے تو بلیو می مما سے بلکہ پاپا سے تمہاری سفارش کروں گی بلکہ تمہیں فیور کروں گی۔ اگر ہم دونوں کے ووٹ ہوں گے تو پھر پاپا ضرور اس معاملے کو Consider کریں گے۔ ہے نا؟“ پری بہت معصومیت بھرے لہجے میں اسے کچھ بولنے پر اکسا رہی تھی۔

جیسے وہ کچھ نہ کچھ ضرور بول ہی دے گی یا ان دونوں میں اتنا بہناپا اتنی محبت بھری دوستی ہے کہ مثال ضرور اپنا یہ راز اس کے ساتھ شیئر کرے گی۔

مثال کو پری کے اس اپنائیت بھرے رویے سے عجیب سی الجھن ہونے لگی۔ وہ جان چھڑانے کو ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

”اور تمہارا سیل فون کہاں ہے۔ مجھے ایک فون کرنا تھا میرے پاس بیلنس نہیں ہے۔“ وہ اس کے یوں راہ فرار ڈھونڈنے پر اچانک سے بولی اور ساتھ ہی مثال کا ہینڈ بیگ اٹھا کر اس میں سے خود سیل فون تلاش کرنے لگی۔

مثال اسے یونہی بیٹھی دیکھتی رہی۔

”کہاں ہے تمہارا فون بھئی؟“ سارا بیگ الٹا کر بھی نہ ملنے پر وہ کچھ جھنجلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

”گم ہو گیا ہے۔“ مثال اطمینان سے بولی۔

”واٹ..... گم ہو گیا اور تم کس تسلی سے بیٹھی ہو۔ کہاں گم ہوا‘ کسی کو بتایا بھی نہیں تم نے؟“

”اف!“ مثال کو اس کے اس سارے مصنوعی اپنائیت بھرے لہجے سے عجیب سی وحشت ہونے لگی۔

”کالج میں گم ہو گیا تھا کل ہی اور آج تو میں کالج گئی نہیں‘ اگر جاتی شاید کسی کے پاس مل ہی جاتا یا میں لائبریری گئی تھی۔ وہاں بھول آئی ہوں۔ اب کل جاؤں گی تو پتا چلے گا۔ کیوں نہیں لے کر آیا۔“ بالکل روانی میں بولتے ہوئے وہ بے اختیار رک گئی تھی‘ وہ تو جیسے واثق سے خیالوں میں گلہ کر رہی تھی کہ وہ سیل کیوں نہیں لے کر آیا۔ یہ فراموش کیے ہوئے کہ اس کے سامنے کون بیٹھا ہے۔

پری اب اکتائے ہوئے انداز میں اس کے بیگ سے نکلنے والی چیزوں کو یوں ہی الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کچھ غیر متوجہ سی تھی۔

”اچھا بتاؤ نا تمہیں یہ لوگ پاپا کے فرینڈ کیسے لگے؟“ وہ جانے اس سے کیا اگلوانے کے لیے آئی تھی۔ پھر اس ٹاپک پر آ گئی۔

”عفت ماما نے بھیجا ہو گا اسے۔“ مثال اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”ٹھیک تھے‘ اچھے.....“ وہ مبہم انداز میں جواب دے کر اٹھ کر خود اپنے بیگ میں سب چیزیں واپس رکھنے لگی۔

”تو تم رضا مند ہو۔ آئی مین وہ لوگ تو شاید دو تین دن میں انگیجمنٹ بھی کر دیں گے۔ پاپا‘ ماما سے کہہ رہے تھے۔“ پری اس کے چہرے پر نظریں جما کر پوچھ رہی تھی۔

مثال کو لگا جیسے پل بھر کو اس کا سانس رکنے لگا۔

”اگر ایسا ہو گیا تو..... واثق..... میں کیا کروں‘ میں اس سے محبت تو نہیں کرتی‘ مگر اس کا خیال جو مجھے بار بار آتا ہے‘ یہ کیا ہے‘ اگر منگنی یا رشتہ کچھ بھی ہو گیا اور وہ بعد میں اپنی ماں کو لے کر آ گیا۔ واثق نہیں کوئی اور میرا دل یہ سوچتے ہی بند سا کیوں ہونے لگتا ہے۔“

وہ بے قراری سی ہو کر ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

”تم نے جواب نہیں دیا مثال آپی! یا یہ بھی پہلے اپنی ماما سے پوچھو گی کہ تمہیں ہاں کرنا چاہیے یا نہیں؟“ پری نے خود ہی اسے ایک اور راہ سجھائی۔

”ماما سے۔ ہاں مجھے ماما سے بھی بات کرنا چاہیے‘ لیکن میرا سیل ہو تو میں بات کروں۔ کیا مصیبت ہے۔“ وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں پری کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔

* * *

”آپ اگر انہیں فوری طور پر اسپتال نہیں لے کر آتے تو انہیں جتنا شدید اٹیک ہوا تھا تو شاید ان کا بچنا مشکل ہوتا۔۔۔“

عاصمہ کی حالت اب بہتر تھی۔ وہ انڈر آبزرویشن تھی‘ ڈاکٹر اس کی رپورٹس اور ای سی جی وغیرہ واثق کو دکھاتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں بتا رہا تھا۔

”مگر ڈاکٹر صاحب! یہ کچھ دیر پہلے بالکل ٹھیک تھیں۔۔۔ بہت خوش‘ میرے ساتھ کہیں جانے کے لیے نکلی ہیں اور ایک دم سے ان کی ایسی حالت ہو گئی۔“ وہ واقعی عاصمہ کی حالت کی وجہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس گتھی کو سلجھانے کو ڈاکٹر سے پوچھ بیٹھا۔ ڈاکٹر عاصمہ کی رپورٹس دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

”اس انجائنا کے اٹیک کی بظاہر وجہ اسٹریس ہے۔ کوئی بہت تکلیف دہ بات تھی‘ جس نے ان کے دل کو اچانک شدید قسم کی توڑ پھوڑ میں مبتلا کیا اور ان کی ایسی حالت ہوئی۔“ ڈاکٹر نے رک رک کر کہا تو واثق بے یقین سا اسے دیکھنے لگا۔

اسٹریس کیسا؟ وہ تو اپنی خوشی سے میرے ساتھ آئی تھیں اور مثال کو دیکھنے۔۔۔ مثال کے پاپا تھے وہ شاید جس سے مما بات کر رہی تھیں کیا انہوں نے بہت کچھ بول دیا تھا‘ جس کی وجہ سے امی کی یہ حالت ہوئی؟ اسے اچانک خیال آیا۔ وہ بے چین سا اٹھ کر باہر نکل آیا۔

مثال کے پاپا نے چند سیکنڈز میں کیا کہا ہو گا امی سے۔۔۔ یہ بہت عجیب سی بات ہے۔ وہ مضطرب سا عاصمہ کے کمرے کے باہر ٹہلنے لگا۔ اس کے سیل پر وردہ کی کال آ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی سیل کو دیکھتا رہا اور کال تو اسے لینی ہی تھی۔

”ہاں وردہ! ہم کچھ دیر میں آ رہے ہیں گھر۔ سڑکوں پر رش بہت ہے۔ آتے ہوئے بہت ٹائم لگ گیا تو واپسی میں بھی شاید کچھ دیر ہو جائے گی۔ تم ساتھ والی نسرین آنٹی کو بلوا لو۔۔۔“ اس نے ٹھہر ٹھہر کر وردہ سے بات کی‘ کہیں اس کے لہجے کی پریشانی چغلی نہ کھا جائے۔

”بھائی! کتنی دیر۔۔۔ پتا نہیں۔ کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے پریشانی سی ہو رہی ہے‘ پلیز آپ بس فوراً گھر آ جائیں‘ مجھے بہت عجیب سا فیل ہو رہا ہے۔“ واثق اس کی بات سن کر دنگ سا رہ گیا۔

اپنوں کے ساتھ جڑے دل کے تار کیسے دوسرے پر ٹوٹنے والی تکلیف اور مصیبت کا پتا دے دیتے ہیں۔ اسے فوراً“ ہی احساس ہوا۔

”وردہ! ایسا کچھ نہیں ہے‘ تمہارا وہم ہے کچھ کھا پی لو یا ٹی وی پر کوئی اچھا سا پروگرام دیکھ لو۔ ہم کچھ دیر میں آ جائیں گے نا گھر۔ تم پریشان نہیں ہو بالکل بھی۔۔۔“

”بھائی! ریئلی مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا‘ نہ مجھ سے کچھ کھایا جا رہا ہے۔ اور ٹی وی وغیرہ میں نہیں دیکھتی۔ بس آپ آ جائیں‘ میری امی سے بات کرائیں۔ آپ!“ واثق کو یہی ڈر تھا‘ وہ اب اسی بات کی فرمائش کرے گی۔

”بٹ امی! آنٹی کی عیادت کر رہی ہیں‘ ان سے بات کر رہی ہیں میں اب جا کر امی کو فون دوں کہ وردہ رو رہی ہے‘ امی آپ پلیز اس سے بات کر کے اسے تسلی دیں تو اچھا نہیں لگے گا نا۔ ہم آتے ہیں تھوڑی دیر میں۔۔۔ تم پلیز

نسرین آنٹی کو بلا لو۔"

"او کے۔ دیکھتی ہوں، لیکن آپ بس جلدی سے آجائیں۔ میں پھر کہہ رہی ہوں آپ سے۔" فون بند کرنے سے پہلے اس نے پھر تاکیدی انداز میں کہا تو واثق نے خاموشی سے فون بند کر دیا۔

"معلوم نہیں ابھی ڈاکٹر امی کو اور کتنا وقت یہاں رکھتے ہیں اگر انہوں نے رات یہاں رکنے کا کہا تو پھر۔۔۔" وہ پریشان سا آہستگی سے عاصمہ کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

وہ انجکشن اور ڈرپ کے زیر اثر گہری نیند میں تھی۔ چہرے پر برسوں کی تھکن تھی اور آنکھوں کے پپوٹے یوں جڑے تھے جیسے صدیوں بعد انہیں ایسی میٹھی پر سکون نیند نصیب ہوئی ہے وہ ماں کو دیکھتا رہا۔

* * *

"پاپا! وجہ میں بتا چکی ہوں۔" اس کی عدیل کے سامنے پیشی ہو چکی تھی وہ اسٹڈی میں عدیل کو کافی دینے آئی تھی اور عدیل نے ناراضی بھرے لہجے میں جتاتے ہوئے اس سے پوچھ لیا تھا۔

"اور میں شادی۔۔۔ کے بعد اسٹڈیز نہیں کرنا چاہتی پلیز۔" وہ کچھ اور بولنا چاہتی تھی یہی بول سکی۔

"مطلب۔۔۔ اس بات کا؟" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"مجھے ابھی پڑھنا ہے۔ پلیز میں خود کو ان ایبل سمجھتی ہوں کسی بھی ایسی ذمہ داری کو نبھانے کے لیے۔۔۔ پاپا میں شاید آپ کو سمجھا نہیں پا رہی۔ بٹ ابھی مجھے نہیں کرنا شادی۔"

وہ رک رک کر الجھے ہوئے انداز میں کچھ بے بسی سے باپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

عدیل کے چہرے پر سرد مہری جو ایسے موقع پر اس کے چہرے پر بہت شدت سے محسوس ہوتی تھی نظر آنے لگی تھی۔

"اور میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ مجھے دو تین ماہ کے اندر تمہاری شادی کرنی ہے۔ فہد سے اچھا اور موزوں رشتہ ملنا مشکل ہے میں فیصلہ کر چکا ہوں۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولا۔

"اور تمہیں میری بات نہیں ماننی اپنی من مانی کرنی ہے تو بہتر ہے تم اپنی ماں سے بات کرو اور وہ تمہیں اپنے پاس بلا لے۔ میں اس سے زیادہ تمہاری ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا۔" اور مثال کو لگا۔ اس نے عدیل سے زیادہ اجنبی، بیگانہ شخص اس دنیا میں کوئی اور نہیں دیکھا جس قدر اجنبیت اور بے گانگی اس لمحے اس کے چہرے پر تھی، وہ شاک کی کیفیت میں باپ کو دیکھتی چلی گئی۔

"اپنی ماں ... تمہارا باپ، اس عورت نے۔۔۔ اس شخص نے" اس کے کانوں میں بشریٰ اور عدیل کے مختلف موقعوں پر بولے ہوئے ایک دوسرے کے لیے ایسے ہی اجنبی انداز تکلم گونجنے لگے۔

وہ دونوں جب تک ایک رشتے میں۔۔۔ میاں بیوی کے رشتے میں بندھے تھے تو ایک دوسرے کے لیے انتہائی خوب صورت القاب ایک دوسرے کو کسی دوسرے کے سامنے یاد کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے اور جب ان کا رشتہ ختم ہوا، جو کہ مثال کی وجہ سے بالکل بھی نہیں تھا۔ وہ ان کے رشتہ ٹوٹنے کی ذمہ دار ذرا بھی نہیں تھی مگر وہ دونوں حتی الامکان انداز میں جس سے مثال کو تکلیف پہنچے ایک دوسرے کے لیے ایسے ہی تکلیف بھرے انداز، تکلم استعمال کرتے تھے اور مثال کو لگتا تھا جیسے وہ ان کی جائز اولاد نہیں ان دونوں کا کوئی گناہ، جسے وہ دونوں ایک دوسرے کے سر پر تھوپ کر خود کو بری الذمہ قرار دینے کی ہر مرتبہ بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

وہ بوجھل قدموں سے خود کو گھسیٹتی عدیل کو کوئی بھی جواب دیے بغیر چپ چاپ وہاں سے چلی آئی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

وہ کیا کہتی جواب میں کہ پاپا! مما تو مجھے آپ کے حوالے کر کے گئی ہیں۔ وہ اب کسی بھی صورت اپنا دوسرا گھر خراب کرنے کے لیے مجھے پھر کبھی اپنے گھر نہیں لے کر جائیں گی تو میں کیسے انہیں قائل کر کے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے پاس بلالیں۔

اسے لگا‘ وہ اس لمحے اس بھری دنیا میں بالکل اکیلی ہے بالکل تنہا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے‘ کسی کے کندھے پر سر رکھ کر اتنے آنسو بہائے جو اس کی پیدائش کے دن سے لے کر اس کے مرجانے کی گھڑی تک کے لیے کافی ہوں‘ وہ اتنا روئے کہ آنسوؤں کے ساتھ ہی اس کا یہ بھاری پتھر سا وجود بھی کہیں گھل کر پگھل کر بہہ جائے۔

وہ خنک سرد رات میں جانے کس دھیان میں گم ایک ایک سیڑھی چڑھتی اندھیری چھت کے اندھیرے میں آکر کھڑی ہوگئی۔ سر پر تاروں بھرا خنک آسمان تھا مگر چاند نہیں تھا۔

اچھا ہی تھا جو چاند نہیں تھا ورنہ اس کی روشنی میں اسے یہ دھڑکا رہتا کہ وہ جو وہ اپنی پیدائش کے دن سے لے کر موت کی گھڑی تک کے لیے آنسو بہانے جارہی ہے تو اسے کوئی دیکھ نہ لیتا۔

وہ وہیں چھت کے فرش پر بیٹھ کر بے آواز آنسوؤں سے روتی چلی گئی۔ اب اس کے دل میں کسی کندھے کی خواہش بھی مرچکی تھی کیوں کہ اسے معلوم تھا اسے ایسا کوئی کندھا بھی نصیب نہیں ہونے والا۔

"آپ کا کوئی دوست ہے۔ جس سے آپ ہر بات شیئر کرتی ہوں" وہ روتی جارہی تھی تب بہت قریب میں کسی نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

وہ ایک دم سے ڈر گئی۔

"واثق!" اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔

اس نے سر اٹھا کر اندھیری چھت پر ادھر ادھر اور تاریک سایوں کی طرح کھڑی دیواروں کو دیکھا۔ سرگوشی کرنے والا کہیں بھی نہیں تھا۔

"تم بھی جھوٹے نکلے وعدہ خلاف.... اگر تم شام میں آجاتے پاپا سے بات کرلیتے تو شاید... پاپا عفت ماما کی لاجک کو مانتے ہوئے کہ وہ مجھے خود سے جدا کر کے اتنی دور نہیں بھیج سکیں گے تو وہ تمہارے پرپوزل کو بہتر سمجھتے‘ مگر تم تو شاید مجھ سے مذاق کر رہے تھے کبھی بات نہیں کروں گی میں تم سے بھی۔" وہ اس سے بھی روٹھ گئی۔

* * *

"اتنی جلدی عدیل! میں تو کہتی ہوں آپ ایک بار اس لڑکے سے تو مل لیں۔" عفت‘ عدیل کی عجلت پر پریشان ہو کر بولی۔

عدیل نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

اس جملے میں کہاں اس کی نیت کا فتور چھپا ہے۔ وہ اندازے لگانے لگا۔

"مجھے غلط نہیں سمجھیں عدیل! بھلے میں سوتیلی سہی۔ بھلے میرے دل کے جذبات و احساسات مثال کے لیے وہ نہیں جو پری اور دانی کے لیے ہیں‘ لیکن جس طرح اس کی ماں اسے یہاں چھوڑ کر چلی گئی عدیل! اس دن سے میرا دل اس کے لیے عجیب سی ہمدردی ایک محبت بھرے احساس سے بھر گیا ہے کہ اب اس لڑکی کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے‘ وہ ساری زندگی آپ دونوں کے درمیان شٹل کاک بنی رہی ہے۔ دو گھروں کے درمیان ٹینس بال کی طرح اسے اچھالا گیا۔ وہ بھی انسان ہے‘ اس کے سینے میں بھی دل ہے پلیز اب اس کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے۔

Monthly Shuaa December 2014

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

Monthly Shuaa December 2014

اس کی ماں جیسی بھی تھی، مگر آپ تو اس کے باپ ہیں۔ آپ پلیز جہاں مرضی اس کا رشتہ کریں، مگر خوب دیکھ بھال کر۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔ کیا محاورہ ہے ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے تو کہیں آپ بھی مجھے ایسا نہ سمجھنے لگیں۔" وہ خود ہی ہنس پڑی۔ اور عدیل تو گنگ سا اس کی "کہی" باتیں سن رہا تھا۔

"عفت مگر.... وہ سب بھی تو ہم نے مثال کی بھلائی کے لیے کیا تھا اسے ضرورت تھی اپنی ماں کی بھی اور...." وہ کہنا تو نہیں چاہتا تھا، مگر جانے کیوں صفائی دینے والے انداز میں بول گیا۔

"بھلائی۔ ہونہہ۔ اس کی بھلائی نہیں آپ دونوں کی خود غرضی کہوں گی میں تو اسے۔ آپ دونوں نے اپنی اپنی انا کی تسکین کے لیے اس بچی کو شٹل کاک بنایا، آپ دونوں میں سے جو بھی اس کا سچا خیر خواہ ہوتا، وہ اسے کسی ایک کے پاس رہنے دیتا تاکہ اس کی پرسنالٹی میں اتنے جھول نہیں ہوتے۔" وہ تیز لہجے میں بولتی گئی۔

"جھول۔ کیسے جھول.... کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" اب کے وہ کچھ ناگواری سے بولا۔

"آپ نے دیکھا تھا شام کو، ذرا جو اس مثال میں کانفیڈنس ہو اس سے بہتر ہیو تو ہماری پری کر رہی تھی۔ مثال ان لوگوں کے سامنے ایک کنفیوز پرسنالٹی لگ رہی تھی۔ آپ نے شاید باپ کی محبت میں ایسا کچھ نوٹ نہیں کیا۔" وہ طنز سے بولی۔

عدیل کے کان جیسے سرخ سے ہو گئے۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو صاف کہو مجھ سے۔" وہ غصہ دبا کر بولا۔

"اس سے زیادہ آپ سن نہیں سکیں گے بہتر ہے سو جائیں۔" اس نے کہہ کر کروٹ لے لی۔

"آپ دونوں کی خود غرضی تھی اور کچھ بھی نہیں۔" عدیل چھت کو دیکھتے ہوئے ابھی کچھ دیر پہلے کی عفت کی کہی ہوئی بات کو نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار سوچے جا رہا تھا۔

"جھوٹ، بکواس۔ میری کوئی خود غرضی نہیں تھی کبھی۔ مثال کے لیے خالص محبت تھی اور کچھ نہیں۔ ابھی جو میں مثال اور فہد کا رشتہ کر رہا ہوں۔ اصل میں عفت اس پر جل بھن چکی ہے اس کے نزدیک یہ کسی شاک سے کم نہیں کہ مثال کا اتنی اچھی فیملی میں رشتہ ہو جائے اور وہ ایک شاندار زندگی گزارے گی۔"

اس نے کروٹ کے بل سوئی عفت کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے فوری توجیہہ پیش کی۔

"اور یہ جھوٹ تھا بھی نہیں، جس دن سے یہ پروپوزل آیا تھا۔ عفت ذرا بھی خوش نہیں تھی اور جس طرح اس نے پری کو خوب بنا سنوار کر وقار اور فائزہ کے سامنے لا بٹھایا۔ اس کا اور کیا مطلب تھا۔" عدیل دل میں حساب کتاب لگا رہا تھا۔

"یہ عورت کبھی بھی مثال کے لیے اچھا نہیں سوچ سکتی۔ اتنا تو میں جانتا ہوں تو پھر اس کے بارے میں اتنی سنجیدگی سے کیوں سوچ رہا ہوں۔ مجھے صرف مثال کے لیے جلد سے جلد اس رشتے کو فائنل کرنا ہے۔" اس نے مطمئن ہو کر فیصلہ کیا اور اپنی طرف کی لائٹ آف کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ الگ بات کہ اسے بے چینی سی رہی اور بہت رات تک گہری نیند نہیں آسکی تھی۔

* * *

اور نیند تو واثق کی آنکھوں میں بھی کہیں نہیں تھی۔ رات کو بہت دیر میں ڈاکٹر نے انہیں اسپتال سے فری کیا تھا۔ اتنی ہی دیر میں عاصمہ نڈھال ہو چکی تھی۔

اس کے جسم کا سارا لہو جیسے ان چند گھنٹوں میں نچڑ کر رہ گیا تھا۔ اس کے لب یوں سلے ہوئے تھے جیسے وہ اب کبھی کوئی بات نہیں کرے گی۔

واثق نے دو' ایک بار ماں سے اس تکلیف کے اچانک ہونے کی وجہ پوچھنے کی کوشش کی' مگر وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

واثق اس کے انداز پر ڈر سا گیا تھا۔

اس طرح تو عاصمہ نے زندگی میں صرف ایک بار ری ایکٹ کیا تھا۔ جب وہ زبیر ... ان کے ساتھ فراڈ کر کے ان کا سارا اثاثہ ہتھیا کر لے گیا تھا۔

بہت سال پہلے کی بات تھی' مگر واثق کو وہ خوف ناک خواب کے جیسا واقعہ یاد آیا۔

جس سے عاصمہ بہت سارے دن تک نہیں سنبھل سکی تھی اور پھر ہاشم ماموں آئے تھے اور پھر...

اس نے سوئی ہوئی عاصمہ کو دیکھ کر بے اختیار سر جھٹکا۔ وہ اتنے سال پرانی ان باتوں کو نہیں سوچنا چاہتا تھا' مگر سوچے چلا جا رہا تھا اور مثال... وہ کیا سوچتی ہوگی۔

شاید اس نے انتظار کیا ہو۔ شاید نہ کیا ہو۔

لیکن میں نے اس سے کہا تو تھا کہ میں امی کو لے کر آ رہا ہوں۔ اسے انتظار ہوگا... وہ مجھے جھوٹا سمجھی ہوگی۔

اس کا سیل بھی میرے پاس ہے۔ ورنہ میں اسے ضرور کال کر کے اپنی مجبوری بتا دیتا۔

وہ اب غنودگی میں جاتے دماغ کے ساتھ صرف مثال کو سوچ رہا تھا۔ وہ اس کے نیند میں اترتے دماغ میں کسی خوشنما باغیچے میں اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتی اس کی طرف دیکھتی' بڑی جان دار مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتی چل رہی تھی۔

اس کی نظروں میں واثق کے لیے اعتماد' محبت اور خوشی تھی۔ واثق اس کو یوں مسکراتے دیکھ کر حیران تھا۔ مگر وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

"آپ آئے نہیں شام میں' میں نے پاپا اور مما کو بتا بھی دیا تھا۔ ہم سب انتظار کرتے رہے۔ مگر آپ نہیں آئے۔" اچانک وہ کہتے کہتے آنکھوں میں آنسو لے آئی۔ واثق نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ کرسی پر بیٹھا بیٹھا سو رہا تھا۔

"تو وہ میرا انتظار کرتی رہی۔ کاش میں کسی طرح اسے بتا سکتا' اب میں صبح آفس جانے سے پہلے اس کے کالج جاؤں گا۔ ایک بار اسے دیکھ لوں' اپنی مجبوری بتا دوں۔ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ خود کو تسلی دیتے ہوئے سمجھانے لگا۔ اس کے بے چین دل کو مگر قرار نہیں تھا۔

* * *

اگلے روز مثال کو تیز بخار تھا۔ وہ بے ہوش تھی۔

پوری رات خنکی میں چھت پر بیٹھے رہنے سے اس کا پورا وجود اکڑ گیا تھا۔ وہ آدھی رات کے بعد چھت سے نیچے آ کر اپنے کمرے میں پلنگ پر لیٹی تھی۔

صبح وہ ناشتے کی تیاری کے لیے نہیں نکلی تو مجبوراً" عفت کو غصے میں اسے جگانے کے لئے آنا پڑا۔ مگر وہ بے ہوش تھی اور آگ کی طرح دہکتا اس کا جسم... ایک پل کو تو عفت بھی ڈر گئی۔ عدیل کو ڈاکٹر کو کال کر کے بلانا پڑا۔

ڈاکٹر انجکشن لگا کر اور دوا دے کر چلا گیا۔ عدیل بہت دیر تک اس کے سرہانے فکر مند بیٹھا رہا۔ وہ ہوش و خرد سے بے گانہ بے سدھ سو رہی تھی۔

اور آج پہلی بار عدیل کو لگا بہت سرسری نظر سے دیکھنے پر بھی دیکھنے والا کہہ دیتا کہ یہ مثال بشریٰ کی بیٹی تو نہیں' وہ تو بالکل بشریٰ کا عکس تھی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور عدیل کو کبھی ایسا محسوس ہی نہیں ہوا تھا یا ہوا بھی ہو گا تو اس نے بشریٰ کے تصور کو جھٹلانے کے لیے اس خیال کو جھٹک دیا ہو گا۔

وہ واقعی اپنی ماں کی کاپی تھی۔

"مگر اسے اتنا شدید بخار کیوں ہوا؟" وہ خود سے الجھ رہا تھا۔

"خوش نہیں ہے مثال اس بات کو لے کر' آپ جو بھی قدم اٹھائیں سوچ سمجھ کر اٹھائیں۔ میں مزید کچھ کہوں گی تو آپ میری نیت پر شک کریں گے۔" عفت اس کو وہیں ناشتا دے کر جاتے ہوئے طنزاً "جتا گئی تھی۔

وہ جواب میں کچھ بھی نہیں بولا۔

اور یہ تو وہ طے کر چکا تھا کہ مثال خوش ہے یا نہیں' وہ فہد کے اتنے اچھے پرپوزل کو منع نہیں کرے گا۔ تھوڑا وقت لگے گا' مگر مثال اس رشتے کو قبول کر لے گی۔

"میری بیٹی سمجھ دار ہے' پھر مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور میرے پیار پر بھی اسے شک نہیں' ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

وہ مثال کے بخار ہلکا ہونے تک وہیں بیٹھا رہا تھا۔

"آج کیا آفس سے بھی چھٹی کریں گے۔" دوسری بار چائے لے کر آتے ہوئے وہ پھر اسی طنز بھرے لہجے میں کہہ گئی۔

اور آفس سے چھٹی تو وہ نہیں کر سکتا تھا۔ آفس کے جیسے حالات چل رہے تھے' وہ ایک بھی چھٹی نہیں کر سکتا تھا۔

چائے کا خالی کپ رکھ کر اس نے مثال کا ٹمپریچر چیک کیا۔ بخار کم ہو چکا تھا اور مثال کے چہرے کی زرد رنگت بھی بہتر ہو رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر عفت کو اس کے لیے پرہیزی کھانے کی تاکید کر کے آفس کے لئے نکل گیا۔

"بس ایک ہی تو اولاد ہے مسٹر عدیل احمد کی اور تو کوئی بچہ پیدا ہی نہیں کیا' جو کسی اور کی فکر ہو' دانی کے کیا حالات چل رہے ہیں۔ کچھ بھی پروا نہیں' وہ پھر سے پرانی ڈگر پر آ چکا ہے' نہ پڑھتا ہے اور ٹیوٹر کو تو باہر ہی سے بھگا دیتا ہے۔ میں کچھ کہوں گی تو میری اولاد کہہ کر وہ طعنے ماریں گے۔" وہ بھنائی ہوئی مثال کے لیے یخنی رکھتی "اپنا خون جلاتی رہی۔

"مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ مثال کا رشتہ یہاں نہیں ہونا چاہیے۔ کل ہمیں فہد کے گھر جانا ہے' ضرور کچھ نہ کچھ مجھے سوچنا ہو گا۔" وہ کام کے دوران سوچتی رہی۔

✡ ✡ ✡

وہ کالج نہیں آئی تھی۔

وہ صبح بھی آیا اور پھر دوپہر میں بھی اور پھر شام کو لائبریری بھی' مگر مثال کہیں بھی نہیں تھی۔

"وہ کہیں واقعی تو اس سے گم نہیں ہو گئی۔" اس کا دل سخت بے قرار ہو چکا تھا۔

دو بار ان کے گھر کے لینڈ لائن پر فون بھی کر چکا تھا۔ مگر ہر بار دو مختلف آوازوں نے کال ریسیو کی۔

واثق رات تک سخت مایوس ہو چکا تھا۔

وہ بہانے سے دو بار عدیل کے گھر کے باہر سے بھی گزر چکا تھا۔ مگر وہ گھر تو پتھروں کی دیواروں میں گھرا شاید مثال کو کہیں چھپا چکا تھا۔

کیا میں اسے کبھی نہیں دیکھ پاؤں گا۔ وہ مجھے اب کبھی نظر نہیں آئے گی۔ اسے لگ رہا تھا' اس کا دل بند

ہوجائے گا۔ کہیں بھی قرار نہیں آرہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے فیکٹری گیا۔ پھر وہاں بھی سب کام یوں ہی چھوڑ کر نکل آیا۔

شام تک یوں ہی سڑکوں پر گاڑی لیے پھرتا رہا۔

عاصمہ کی دوبارہ کال آئی تو اس نے مصروفیت کا کہہ کر ٹال دیا۔

"واثق صاحب اگر آپ باہر ہیں تو سائٹ پر ہو آئیں' وہاں ہمارے کلائنٹ کے نمائندے موجود ہیں' انہیں آپ کو بریف کرنا ہوگا۔ آپ ایک گھنٹے میں پہنچ جائیں گے وہاں۔" آفس سے کال تھی اور اسے ہامی بھرنی پڑی۔ اس کی جاب کون سی پرانی تھی جو وہ اپنی مرضی چلاتا اور سائٹ پر جا کر لمحے بھر کو وہ ششدر سا رہ گیا۔ ان کے کلائنٹ کا نمائندہ عدیل احمد تھا۔

جس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور پر وقار سی خاموشی تھی۔

واثق اسے بریف کرنے کے دوران اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھنے سے گریز کرتا رہا کہ اس کا اعتماد ایسا کرنے سے ڈانوا ڈول ہو رہا تھا۔

"امید ہے سر! آپ کو کچھ پوچھنا تو نہیں ہوگا۔" وہ اپنی کارکردگی سے مطمئن تھا' سو آخر میں روانی میں اس کے منہ سے نکل گیا۔

"نہیں۔۔۔ آپ کے تمام پوائنٹس میں نے نوٹ کرلیے ہیں۔ آئی تھنک میری کمپنی کو کوئی ایشو نہیں ہوگا۔ باقی جو بھی ڈیٹیل ہوگی۔ آپ کی کمپنی کو میل کردی جائے گی' تھینکس۔" عدیل بہت نارمل سے لہجے میں آنکھوں میں جمی ہوئی سرد مہری سی لیے نارمل انداز میں واثق سے مصافحہ کرکے وہاں سے گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔

واثق اس کی گاڑی کو دور تک جاتا دیکھتا رہا۔

* * *

اور ایک بار پھر عفت جل بھن کر رہ گئی۔ جب اس نے فہد کے والدین کا شان دار بنگلہ دیکھا۔

"اللہ جانے اللہ نے ان ماں' بیٹی کی ایسی کروفر والی قسمتیں کہاں لکھیں اور میری۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔ نہیں' نہیں' میری پری کی قسمت ایسی بالکل نہیں ہوگی۔ میری پری ہی اس بنگلے میں آکر راج کرے گی۔ میرا دل کہتا ہے۔" وہ سب طرف پتھرائی نظروں سے دیکھتی دل کو جھوٹی تسلیاں دیتی رہی۔

شہر کے پوش ایریا میں شان دار ماربل لگا بنگلہ بہت خوب صورت تھا۔ پھر اس میں سجے آرائشی ساز و سامان' پردے' فرنیچر' ڈیکوریشن' شان دار بیڈ رومز' عالی شان لاؤنج' ڈرائنگ روم' عفت کی نگاہیں بھٹک رہی تھیں۔

اور عدیل کو گھر آکر عفت کو خفگی سے جتانا پڑا کہ اس کا رویہ وقار اور فائزہ کے گھر بہت غلط تھا۔ چھچھوروں والا جیسے انہوں نے کبھی کچھ ایسا شان دار نہیں دیکھا۔

اگرچہ اس نے سیف سائیڈ کے طور پر چھچھوروں میں خود کو بھی شامل کیا تھا۔ مگر عفت جانے کس دھیان میں تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔

وہ خاموشی سے الماری میں کپڑے رکھتی رہی۔

دو دن بعد منگنی کا چھوٹا موٹا سا فنکشن ہے۔ گھر میں ہی ٹھیک رہے گا۔ وقار لوگوں کی طرف سے چھ سے آٹھ یا زیادہ سے زیادہ دس تک ہوں گے۔ اتنے ہی تقریباً" ہماری طرف سے ہوجائیں گے۔ کیٹرنگ کا انتظام ہوٹل سے ہوجائے گا۔ کیا خیال ہے۔" عدیل اس کی خاموشی کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

اور عفت کو خیال آیا کہ اس کی بدحواسی کے دوران وہاں منگنی کا معاملہ بھی طے پا گیا تھا۔

"فہد آئے گا... میرا مطلب ہے منگنی میں۔" وہ الماری بند کر کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں... ابھی تو نہیں۔ کل وہ مجھ سے ویب پر بات کرے گا۔ بلکہ میرے خیال میں مثال بھی اس سے بات کرے تو اچھا رہے گا۔ کیسی طبیعت رہی اس کی دن بھر' دوبارہ بخار تو نہیں ہوا۔"

خیال آنے پر عدیل نے پوچھا تو عفت نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹمپریچر تو دوبارہ نہیں ہوا۔ بس خاموش تھی بالکل۔"

"اسے بتایا تمہاری پرسوں انگیجمنٹ ہے۔" عدیل نے کچھ خیال آنے پر پوچھا۔

"ابھی تو آئے ہیں ہم۔ وہ سو رہی تھی۔"

"چلو' صبح بتا دینا۔ ابھی اسے آرام کرنے دو۔" عدیل نے کہہ کر اپنی کتاب اٹھالی۔ عفت خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔

✲ ✲ ✲

تین دن ہو گئے تھے وہ کالج نہیں آئی تھی۔ شام میں لائبریری بھی نہیں' واثق کو لگتا تھا وہ پاگل ہو جائے گا۔

آج تو وہ آفس بھی نہیں گیا تھا... بے قراری سے شام ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ وہ لائبریری ضرور ہی آئے گی۔

مگر جب شام کے سائے گہرے ہو گئے' پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ گئے۔ گہری شام نے سیاہ رات کی چادر اوڑھنا شروع کی تو اسے لگا اگر آج اس نے مثال کو نہیں دیکھا' یا وہ اسے نہیں ملی تو وہ اپنے ساتھ کچھ کر بیٹھے گا۔

اس نے بغیر سوچے سمجھے مثال کے گھر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

"اب چاہے کچھ بھی ہو۔ کچھ بھی ہو جائے' گیٹ بند ہو اس کی مدر باہر نکلے یا فادر' میں صاف کہہ دوں گا کہ مجھے مثال سے ملنا ہے۔ اگر انہوں نے پوچھ بھی لیا تو میں صاف بتا دوں گا۔ میں محبت کرتا ہوں اس سے' ٹوٹ کر چاہتا ہوں' اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔" اسے لگ رہا تھا اس کے وجود میں کوئی جھکڑ سا چل رہا ہے' اور وہ اس جھکڑ میں اڑتا چلا جا رہا ہے اور اسے لگا قسمت اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ اس کے گھر کا گیٹ کھلا تھا۔ وہ اندر چلا گیا۔ لان میں برقی قمقمے جل رہے تھے اور سامنے اسٹیج سجا تھا۔

واثق اندھیرے سے اتنی روشنی میں آ کر ٹھٹک گیا۔

وہ اجنبی نظروں سے دائیں بائیں آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ ان میں کہیں نظر آ جائے تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے سب کچھ کہہ ڈالے۔

وہ شکستہ قدموں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور بے اختیار اس کے قدم ٹھٹک کر رک گئے۔

وہ لان میں لگی کرسیوں کے سامنے سجے اسٹیج کے پاس پہنچ گیا تھا۔

اسٹیج پر کافی لوگ تھے۔ اسے وہاں سے عدیل مسکراتا کسی سے بات کرتا مڑتا نظر آیا۔

واثق کو لگا عدیل نے اسے دیکھ لیا ہے۔

"میں ان سے بات کرتا ہوں کہ میں مثال سے ملنے آیا ہوں۔" وہ تیزی سے بغیر سوچے سمجھے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے اس کے قدم وہیں ٹھٹک کر رک گئے۔

سامنے اسٹیج پر مثال دلہن کے سے لباس میں سر جھکائے بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ بیٹھی خاتون اس کے ساتھ ہنستے ہوئے بات کر رہی تھیں۔ اور واثق شاکڈ سا کھڑا دیکھتا رہا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے ان کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں

copied From

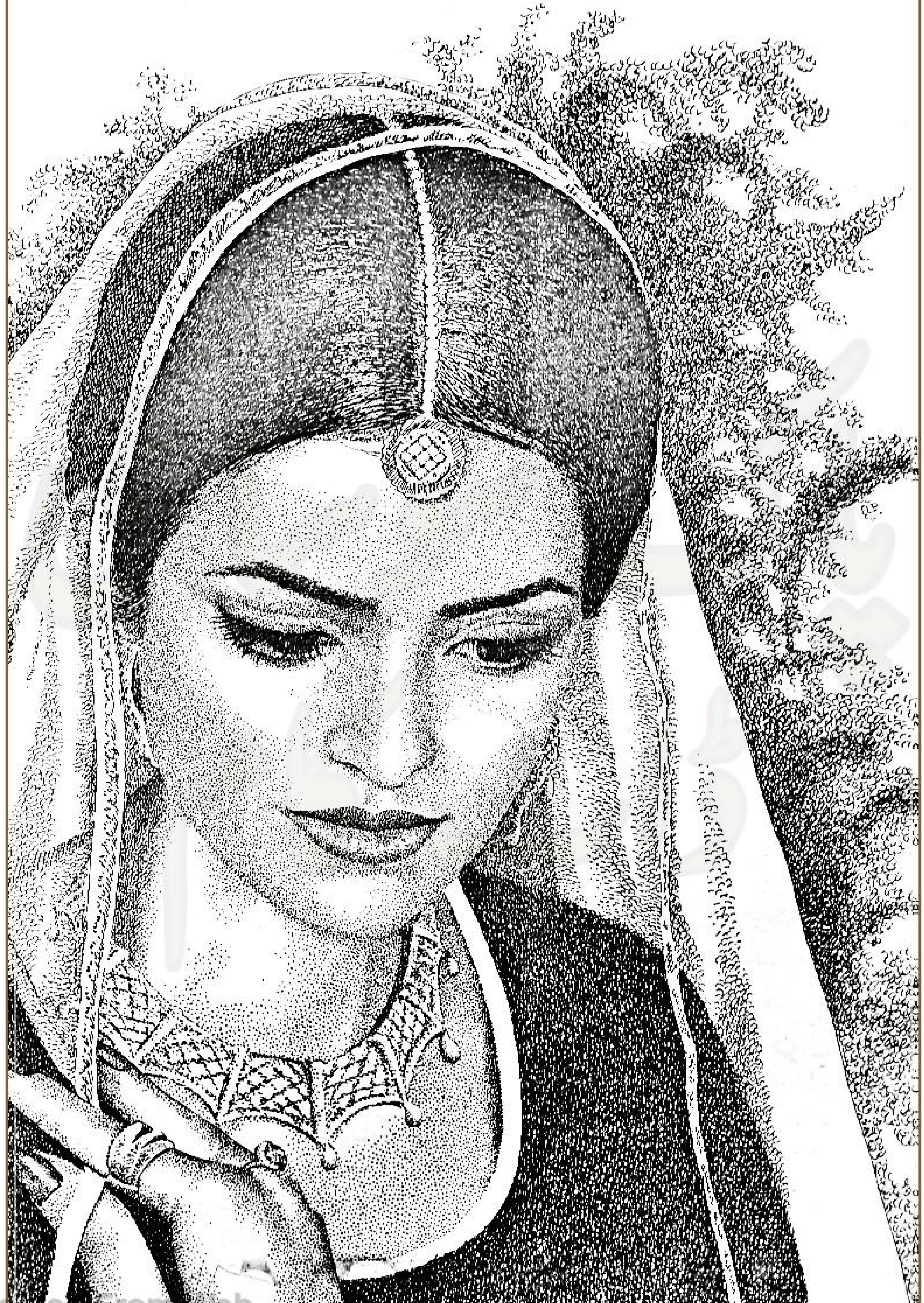

copied From Web

جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے' سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور وہیں چھوڑ کر فرار ہوجاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم' عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل' مثال کو لے جائے' تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچ بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق' ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں' مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسرار سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے' پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی' پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہوجاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال' بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کرلیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑجاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

مثال کے نہ آنے سے نبیل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں کو فون کرکے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا ہے۔ اسے مثال بہت اچھی لگتی ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

مثال کو نیند میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے گھسیٹ رہا ہے۔

تیئسویں قسط

اسے لگ رہا تھا وہ کھڑے کھڑے وہیں منجمد ہو چکا ہے۔ اس کی تمام تر حسیات جیسے مر چکی تھیں۔ وہ وہیں اپنے ہی قدموں پر کھڑا برف بن چکا تھا۔ کوئی حنوط شدہ ممی!

"ہیلو... کس سے ملنا ہے آپ کو... کس کے ساتھ ہیں؟" ایک خوب صورت سی لڑکی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی لیے بڑے شوخ سے انداز میں پوچھ رہی تھی، جیسے وہ اسی کے لیے تو وہاں کھڑا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"ہیلو مسٹر! آپ نیند میں تو نہیں کھڑے کھڑے سو چکے ہیں یا ہوش کھو چکے ہیں۔" وہ اب کے باقاعدہ بہت بے تکلفی سے اس کا بازو ہلا کر لطف لینے والے انداز میں بولی۔ واثق کو جیسے کسی نے ہزار واٹ کا کرنٹ لگایا ہو۔

وہ سر جھٹک کر اتنے پاس کھڑی آسمان سے اتری اس پری کو دیکھتا رہ گیا، جو واقعی میں پری تھی۔

"کس کی تلاش میں ہیں جناب!" وہ اسی طرح آنکھوں میں شوخی اور پسند لیے معنی خیزی سے پوچھ رہی تھی۔

"اگر کہوں آپ کی تو... کیسا لگے گا آپ کو؟" وہ بھی اس کی بے تکلفی کو بظاہر انجوائے کرتے ہوئے بولا۔ اس کی نظریں پری کو دیکھتے ہوئے بھی اس محبوب چہرے کے گرد طواف کر رہی تھیں، جو شاید کسی اور کا ہونے جا رہا تھا۔ پری بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ گویا وہ واثق کے منہ سے یہ ہی سننا چاہتی تھی۔ عجب سی جھنکار تھی اس کی کھلکھلاہٹ میں۔

واثق نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

وہ خوب صورت سی لڑکی بذات خود ایک مکمل پیکج تھا۔ دعوت نظارہ! وہ لمحہ بھر کو اس کے موتیوں جیسے دانتوں کی قطار کو دیکھتا رہ گیا۔

"بہت اچھا لگے گا مجھے یہ سن کر کہ آپ میری تلاش میں تھے۔ لیکن کیا ہے کہ یہ جملہ تو مجھ سے ملنے والا ہر دوسرا لڑکا کہتا ہے... تو اس میں کچھ بھی نیا پن نہیں ہے۔" وہ بہت اٹھلا کر بظاہر شوخ مگر مغرور بھرے انداز میں بولی۔

"اور پہلا لڑکا کیا کہتا ہے؟" وہ جھک کر رازداری سے پوچھنے لگا۔

"وہ..." وہ محظوظ ہوئی۔ "وہ تو بے چارا کچھ بول ہی نہیں پاتا۔ گنگ سا رہ جاتا ہے۔" وہ بھی اسی طرح

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

رازداری سے بولی۔

"بے چارہ!" واثق افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

"ہائی داوے میرا نمبر کتنواں ہے؟ ان دوسرے لڑکوں کی لائن میں۔" وہ جھک کر پھر اسی انداز میں بولا۔

"آں!" وہ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے دل ہی دل میں گنتی کررہی ہو۔

"پری! تم کہاں رہ گئی ہو۔ میں نے تمہیں بھیجا تھا کہ اپنے پاپا کو بلا کر لاؤ' خود جا کر وہیں بیٹھ گئی ہو۔" پیچھے سے آتی عفت جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ پری فوراً" بوکھلا کر اسٹیج کی طرف بھاگ گئی۔

عفت' واثق کو سرسری نظر سے دیکھتی عجلت بھرے انداز میں آگے چلی گئی۔ واثق پھر سے اس بھرے مجمع میں اکیلا رہ گیا۔

* * *

"میں نے اتنی دیر تو نہیں کی تھی مثال!" وہ یک ٹک اس جھکے چہرے والی لڑکی کو دیکھتے ہوئے دل میں مخاطب ہوا۔

"تمہیں میری محبت کا اعتبار نہیں تھا یا مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ صرف چار دن میں تم نے خود کو میری محبت سے آزاد کردیا۔" اس کے دل پر کوئی بھاری پتھر آپڑا تھا۔

اسٹیج پر اب بہت سے لوگ آگے پیچھے کھڑے ہوگئے تھے۔ مثال ان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ شاید کوئی رسم ہورہی تھی۔ واثق کے اردگرد لوگ کم ہوگئے تھے۔ وہ بوجھل قدموں سے باہر نکل گیا۔

مثال ہاتھ کی تیسری انگلی میں پڑی ڈائمنڈ رنگ کو دیکھتی جارہی تھی۔ یہ انگوٹھی نہیں تھی' اس کے لیے عمر قید کا ٹوکن تھا۔

"کچھ مہینوں میں میری فہد سے شادی ہوجائے گی۔ ایک ایسا شخص جسے میں جانتی تک نہیں' جسے میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں' بات بھی نہیں کی۔ پاپا جو کہہ رہے تھے کہ وہ فہد سے میری بات کرائیں گے' پھر بھول گئے۔

پاپا کے لیے یہ بڑی سیدھی بات ہے کہ وہ کہیں بھی ایسی جگہ جو انہیں میرے لیے فنانشلی بہتر لگتی ہے' لوگ مناسب لگتے ہیں' وہ میری شادی کرکے میرے بوجھ سے نجات حاصل کرلیں گے۔ مگر یہ سیدھی بات... میں جانتی ہوں' یہ سیدھی نہیں۔"

وہ بہت عجیب ڈھب میں سوچتے ہوئے خود سے سوال جواب کررہی تھی۔ اس طرح کی باتیں اس نے پہلے کبھی نہیں سوچی تھیں۔

ایک انگوٹھی اس کی انگلی میں آگئی اور اسے لگا اس کے جذبات احساسات سب بدل رہے ہیں۔ شاید وہ خود بھی بدل رہی ہے۔ فہد سے شادی کے بعد اگر ہم دونوں کے مزاج نہیں ملے یا کچھ مہینوں' دنوں کے لیے مل بھی گئے... پھر ہماری اولاد ہوگئی اور فہد کا رویہ اس کی عادات اپنی اصل فطرت پر آگئے' جو مجھ سے بالکل مختلف ہوئے۔ پھر ہم دونوں میں جھگڑے شروع ہوگئے' جو ہوتے چلے گئے۔ کیونکہ جھگڑے ایک بار شروع ہوجائیں تو پھر رکا نہیں کرتے اور اس نے مجھے پاپا کی طرح تین لفظ بول کر گھر سے نکال دیا۔ میری اولاد کو مجھ سے چھین لیا جو ہم دونوں کو پیاری ہوگی' پھر ہم دونوں اس کو حاصل کرنے کے لیے لڑیں گے اور پھر آدھا آدھا کرلیں گے۔

آدھی آدھی اولاد!

نہیں... بالکل نہیں۔"

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وہ ایک دم سے سر پر پڑا کامدانی کا دوپٹا جھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے سامنے عفت کھڑی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ماما۔۔۔ ماما۔۔۔ پلیز مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔ پلیز آپ پاپا سے کہہ دیں۔ وہ ان لوگوں کو انکار کر دیں۔۔۔ مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔" وہ اپنے جذباتی پن میں یہ دیکھے بغیر کہ اس کے سامنے بشریٰ کھڑی ہے یا عفت۔۔۔ تیز تیز بولتے ہوئے بے اختیار رونے لگی۔

"مثال۔۔۔ مثال کیا ہوا ہے۔۔۔ کیا ہو گیا تمہیں؟" عفت ایک دم سے فکر مند لہجے میں کہتی ہوئی آگے بڑھی اور اسے گلے سے لگا لیا۔

"ماما۔۔۔ پلیز آج پاپا سے بول دیں۔ مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ عفت کے گلے لگتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مثال!" عفت اس کے یوں رونے پر پریشان ہو گئی۔

"ہوا کیا ہے مثال۔۔۔ کیا ان لوگوں نے کچھ کہا ہے تم سے۔" وہ اسے ساتھ لگا کر نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

مثال نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے شاباش۔۔۔" وہ خلاف عادت اسے چمکار کر پوچھ رہی تھی۔

"مجھے یہ شادی نہیں کرنی ہے۔" وہ ایک ہی جملہ دہراتے ہوئے ہاتھ میں پڑی انگوٹھی نکال کر عفت کو دیتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"مثال!" عفت انگوٹھی ہاتھ میں لیے شاکڈ سی کھڑی رہ گئی۔ اس کی مرادیں بر آئے گی۔ عفت نے نہیں سوچا تھا۔

"بھلے پری کی شادی یہاں نہ ہو، مگر مثال کی بھی نہیں ہونی چاہیے۔" اس نے چپکے چپکے دل میں بے شمار دعائیں مانگی تھیں۔ اس کی دعائیں کبھی یوں جھٹ پٹ قبول نہیں ہوئی تھیں، مگر اس بار ہو گئی تھیں۔ وہ بے یقین سی کھڑی تھی۔ مثال خود شادی سے انکار کر رہی تھی۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ عفت پر جیسے شادی مرگ ہو گیا تھا۔

"تمہارے پاپا۔۔۔" وہ اٹک کر اس سے کچھ کہتے ہوئے رکی۔

"اس کو اپنے اس بے بس باپ کی کیا پروا۔" ایک دم پیچھے سے عدیل آیا تھا۔ دونوں لمحہ بھر کو ساکت سی رہ گئیں۔ عدیل کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

"پاپا!" اس کے لب فقط ہل ہی سکے تھے۔

"یہ۔۔۔ اپنی ماں کی طرح اپنے باپ کا صرف تماشا بنانا چاہتی ہے اور اس نے اس ماں سے اس کی تربیت سے اور کیا سیکھا ہوگا۔" وہ نفرت بھرے اجنبی لہجے میں کہہ رہا تھا اور مثال کے جسم میں پہلی بار جیسے چنگاریاں سی چبھ رہی تھیں۔

"معاف کیجیے گا پاپا! میری تربیت صرف اس عورت نے نہیں کی۔ پندرہ دن کے لیے میں آپ کے پاس بھی ہوتی تھی۔ میری بنی ہوئی آدھی زندگی کے ذمہ دار آپ ہیں۔" جانے کیسے لہو میں دوڑتے شراروں نے اسے چیخنے پر مجبور کر دیا۔ لمحہ بھر کو عدیل ششدر سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

"ہٹو تم بیچ میں سے، آج مجھے اس سے بات کر لینے دو۔" عدیل یک لخت سب لحاظ درمیان سے اٹھا کر بولا۔

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

عفت کو کہتے ہوئے اس نے پرے کیا تھا اور اب مثال کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

"ہاں بولو کیا تکلیف ہے تمہیں، کیوں یہاں شادی نہیں کرنا چاہتیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور مثال کو لگ رہا تھا اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے۔

"بولو... جواب دو۔" وہ دھاڑ کر بولا۔

پری اور دانیال بھی دروازے میں آکر کھڑے ہوگئے تھے اور صد شکر کہ سارے مہمان جا چکے تھے۔

"میں وجہ نہیں بتا سکتی مگر... مجھے یہاں نہیں کہیں بھی شادی نہیں کرنی۔" جانے کیسے اس کے اندر اتنی ہمت آگئی۔ وہ نظریں جھکا کر ذرا سا رک کر بول پڑی۔ عدیل نے اسے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ فضا میں اٹھایا اور مٹھیاں بھینچ کر روک لیا۔ اسے شعلہ بار نظروں سے کچھ دیر یوں ہی دیکھتا رہا۔ پھر ہاتھ میں پکڑا موبائل فون آگے کرتے ہوئے اس پر بشریٰ کا نمبر ملانے لگا۔ مثال خوف زدہ نظروں سے باپ کو نمبر ملاتے دیکھتی رہی۔

"کرو اپنی ماں سے بات کہ وہ تمہیں اپنے پاس بلائے۔ آج سے تم میری طرف سے آزاد ہو، جہاں جس کے پاس جس وقت جانا چاہتی ہو چلی جاؤ، میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

عدیل کے غصے نے حد پار کرلی تھی۔

مثال کو لگا یہ وہی وقت ہے جب عدیل، نسیم بیگم اور فوزیہ کے بھڑکانے پر بشریٰ پر چیخ رہا تھا اور اس نے طلاق دے کر اسے ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر کردیا تھا۔ آج اسی غصے میں اس نے مثال کو بھی خود سے جھٹک کر الگ کردیا تھا۔

"پاپا!" مثال شاکڈ سی باپ کو دیکھتی رہ گئی۔

"مر گیا تمہارا پاپا۔ کرو اپنی من مانی اور جو تمہارے جی میں آتا ہے۔ بات کرو اپنی ماں سے۔" وہ سیل اس کے کان سے لگاتے ہوئے زور سے بولا۔ وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔

اس کے کان سے لگے سیل فون سے اب بشریٰ کی آواز آرہی تھی، جو ہیلو ہیلو کر رہی تھی۔

"ہیلو عدیل... ہیلو... کیا بات ہے عدیل؟" وہ اب کچھ فکر مندی سی پوچھ رہی تھی۔

"ماما... ماما۔" مثال کے ہونٹوں سے بے اختیار سسکی سی نکلی اور وہ زمین پر بیٹھ کر رونے لگی۔

عدیل نے غصے سے اسے دیکھا اور سیل فون اپنے کان سے لگا لیا۔

"سنو! کسی بھی طرح اپنی بیٹی کو اپنے پاس بلالو۔ میں اب اس کی مزید ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ مہینے بھر کے اندر میں اسے تمہارے پاس بھجوا رہا ہوں۔" کہہ کر اس نے ایک تیز نظر نیچے بیٹھی مثال پر ڈالی اور چیزوں کو جو رستے میں پڑی تھیں ٹھوکریں مارتا باہر نکل گیا۔

مثال زمین پر بیٹھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سسکنے لگی۔ پری اور دانیال باپ کا غصہ دیکھ کر پہلے ہی آہستگی سے باہر نکل چکے تھے۔ عفت ہمدردی بھری نظروں سے مثال کو دیکھتی رہیں، پھر آہستگی سے جھک کر اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھانے لگی۔

"اوپر بیٹھو!" اسے زبردستی اوپر بٹھا کر وہ اسے روتے ہوئے دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"کھانا کیوں نہیں کھانا۔" وردہ تیسری بار پوچھنے کے لیے آئی تھی۔

"بھوک نہیں ہے۔ تمہیں سمجھ میں نہیں آئی ایک بار کی کہی بات؟" واثق کبھی اس طرح غصے میں نہیں آیا

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھا اور وردہ کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔ وہ ششدر سی واثق کو دیکھتی رہ گئی۔

"بھائی۔۔۔" اس کی آواز آنسوؤں کے زور سے پھٹ سی گئی۔

"وردہ! مجھے بھوک نہیں ہے۔ لگے گی تو میں خود کچن سے لے کر کھا لوں گا۔" وہ رخ پھیرتے ہوئے نرمی سے بولا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو دیکھ چکا تھا، مگر اب وردہ کو چپ کرانے کی ہمت نہیں تھی۔

"اب جاؤ پلیز یہاں سے۔ میرے سر میں درد ہے۔" وہ کچھ بے زاری سے بولا۔ وردہ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد چلی گئی۔

"تو اس طرح میں نے تمہیں پانے سے پہلے ہی کھو دیا اور یہ تو میں پہلے بھی جانتا تھا کہ میں کبھی بھی خوش قسمت نہیں رہا کہ جو چاہوں گا قسمت خود بخود میری جھولی میں ڈال دے گی۔ آج تک مجھے جو کچھ بھی ملا، اس کے لیے بہت محنت بہت جتن کیے۔ پھر تم مجھے ایسے کیسے مل سکتی تھیں۔" وہ بہت دکھی، بہت حساس ہو رہا تھا۔

"وہ کسی اور کی ہو گئی اور میں دیکھتا رہ گیا۔" اس نے ہتھیلی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر آنسو جیسے آنکھوں میں آتے چلے جا رہے تھے۔

"میں جتنی بھی کوشش کر لیتا، جتنا بھی اس کے پیچھے بھاگتا، وہ میری قسمت میں نہیں تھی۔" اسی وقت اس کے بیگ میں موجود مثال کا فون بجنے لگا۔ اس نے بے حس انداز میں فون نکال کر دیکھا۔ اسکرین پر بشریٰ ماما بلنک کر رہا تھا۔

اس نے کچھ دیر یوں ہی اسکرین کو دیکھنے کے بعد کال ریسیونگ کا بٹن دباتے ہوئے سیل فون کان سے لگا لیا۔

"مثال بیٹا! کیا ہوا ہے۔ تمہارے پاپا کی ابھی مجھے کال آئی تھی۔ وہ بہت غصے میں تھے۔ وہ تمہیں میرے پاس بھجوانے کا کیوں کہہ رہے تھے۔ تم نے کوئی بدتمیزی کی ہے ان کے ساتھ۔۔۔ ایسا کیا، کیا کہ وہ تمہیں میرے پاس بھجوانا چاہ رہے ہیں۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ کبھی کچھ ایسا مت کرنا جس سے وہ ناراض ہو جائیں اور تم جانتی ہو میں تمہیں اپنے پاس کیسے بلوا سکتی ہوں۔ مثال! تم تو میری مجبوریوں سے آگاہ ہو۔ احسن کمال تمہیں، کبھی قبول نہیں کرے گا اور پھر سیفی۔۔۔ میری جان! میں تمہیں کبھی اپنے پاس نہیں بلا سکوں گی۔ میں تمہاری ماں ہوں، تمہاری بہتری چاہتی ہوں، ہر وقت تمہارے لیے پریشان رہتی ہوں، دعا کرتی رہتی ہوں۔ تم سن رہی ہو نا۔۔۔

اور میرے بچے! اگر پاپا کے ساتھ کچھ مس بی ہیو کیا ہے تو تم ان سے معافی مانگ لو۔ عدیل غصے کے تیز ہیں، مگر دل کے اچھے اور تم سے تو وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تم سمجھ رہی ہو نا مثال! کہ تمہارا پاپا کے ساتھ رہنا کتنا ضروری ہے۔ تم ... کچھ بھی ہو اپنے باپ کے گھر محفوظ ہو ہر طرح سے۔ میں تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ تحفظ تو بالکل بھی نہیں۔ میں کوشش کرتی ہوں کچھ دنوں میں تمہیں کچھ پیسے بھجوا دوں مگر پلیز تم عدیل کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کرو۔ میں تمہیں اپنے پاس نہیں بلوا سکتی، تم سمجھ رہی ہو نا۔" واثق نے آہستگی سے فون بند کر دیا۔

* * *

عدیل کے چہرے پر تناؤ تھا۔ عفت کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چائے کا کپ اس کے قریب رکھ رہی تھی۔ گھنٹے بھر میں یہ اس کا دوسرا کپ تھا۔ وہ بظاہر ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف متوجہ تھا مگر عفت جانتی تھی وہ کچھ بھی نہیں پڑھ رہا۔ بلکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی بھی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"بس کر دیں نا پہلے ہی دن بھر کی تھکن ہے اب یہ کیا لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ اتنی رات ہو گئی ہے ریسٹ کر لیں۔

copied From Web

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صبح آپ آفس بھی ضرور جائیں گے۔" کہتے ہوئے اس نے کتاب اس کے ہاتھ سے لے کر بند کر دی۔

عدیل شاید یہ ہی چاہتا تھا کوئی اسے اس بے وجہ کی مشقت سے رہا کرے۔ اس نے مزاحمت نہیں کی۔ چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگائے بے آواز چسکیوں سے پینے لگا۔

"کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟" کچھ دیر بعد عفت نے نرمی سے پوچھا۔ وہ صرف اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

"عدیل! اسے ٹائم چاہیے۔" وہ کچھ دیر بعد نرمی سے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"ٹائم ہی تو نہیں ہے۔" وہ بڑبڑا کر بولا۔

"اس طرح مت کریں اس کے ساتھ... وہ ابھی ذہنی طور پر اس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں۔" وہ پھر سے بولی۔

"ہو جائے گی... اسے ہونا ہی ہوگا۔" وہ اسی طرح تنے ہوئے چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"کیا زبردستی کریں گے؟" عفت کچھ جتانے والے انداز میں بولی۔

"مجھے زبردستی کا بھی حق حاصل ہے۔" وہ چیخ کر بولا۔

"آپ اس طرح کے باپ نہیں۔ یہ بات وہ بھی جانتی ہے۔" وہ پھر کچھ جتا رہی تھی۔

"اسی لیے فائدہ اٹھا رہی ہے میری نرمی سے۔ لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ اگر وہ اس طرح اپنی اس بے جا ضد پر اڑی رہی تو پھر میں اس کے ساتھ سختی بھی کر ڈالوں گا۔" وہ واضح کرتے ہوئے بولا۔

"مگر پھر بھی عدیل! آپ سمجھنے کی کوشش کریں... وہ عجیب ہٹ دھرم سی ذہنیت کی ہو چکی ہے۔ آپ دونوں کی جنگ میں وہ بہت کچھ جھیل چکی ہے۔ سو اسے جھیلنے کا خوف تو نہیں ہے۔ آپ سے اسے بہت سی امیدیں ہیں۔" عفت جانے کیسے ایسی ہمدردانہ باتیں کر رہی تھی، وہ بھی مثال کے لیے۔ عدیل نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے بھی اس سے بہت سی امیدیں ہیں۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عفت کو اس پر ترس بھی آیا اور غصہ بھی... اس کی ساری امیدیں فقط اپنی اس ایک اولاد سے تھیں۔

"ابھی اسے اپنی ماں سے بچھڑے زیادہ دن نہیں ہوئے۔ پہلے پندرہ دن بعد بھی وہ ماں سے مل لیا کرتی تھی۔ جو بھی بچیاں ماں کے قریب ہوتی ہیں وہ ماں سے دل کی بات کر سکتی ہیں۔" وہ رک رک کر عدیل کو کسی بچے کی طرح سمجھا رہی تھی۔

"تو ٹھیک ہے، اگر وہ نہیں مانتی تو میں اسے اس کی ماں کے پاس بھجوا دیتا ہوں، کیونکہ اس رشتے سے اچھا رشتہ اور میں اس کے لیے نہیں ڈھونڈ سکتا۔" وہ قطعی انداز میں بولا۔

عفت کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔

اگر ایسا ہو جاتا ہے۔ یعنی مثال اپنی ماں کے پاس چلی جاتی ہے تو لازمی طور پر یہ رشتہ صرف پری کے لیے ہوگا۔ اس کا مسئلہ تو خود بخود حل ہو جائے گا۔ اگر مثال، بشریٰ کے پاس چلی جاتی ہے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی بھلا، میری بھی جان چھوٹ جائے گی۔ اس نے چند لمحوں میں سارا حساب کتاب کر لیا۔

"دیکھ لیں جو آپ کو ٹھیک لگتا ہے، میں جو سمجھتی تھی آپ کو بتا دیا۔" اس نے ساری گفتگو کو ایک جملے میں لپیٹ کر تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گئی۔

عدیل نے جیسے اس کی بات سنی نہیں۔ وہ ابھی بھی کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ عفت اس کی طرف سے کروٹ

copied From Web
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لے کر لیٹ چکی تھی۔

عدیل کو ابھی جانے کیا کچھ کتنی دیر تک سوچنا تھا۔ عفت کے سونے تک وہ جاگ رہا تھا۔

* * *

اسے کسی کا بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔

وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ عدیل سے محبت کرتی تھی۔ اس کا اسے اعتبار تھا، مگر جیسے اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔

وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

ناشتا کیے بغیر وہ کالج چلی گئی تھی۔ اس نے عفت کا سامنا کیا تھا نہ عدیل کا۔ آج تو اس نے روزمرہ والے گھر کا بکھرا سمیٹنے والا بھی کوئی کام نہیں کیا تھا۔

خاموشی سے تیار ہو کر کمرے میں بیٹھی رہی' اس کی وین آئی تو خاموشی سے سب کی نظروں سے بچتی وین میں بیٹھ کر چلی گئی۔ اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

کالج جا کر بھی اس نے صرف دو کلاسز لیں۔ اس کے بعد وہ سارا ٹائم اکیلی بیٹھی گھاس کے تنکے نوچتی رہی۔ اس کا دماغ کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا۔

بارہ بجے کے قریب اسے بھوک نے ستانا شروع کیا۔ اس نے ایک طرف لگے ڈسپنسر سے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر بے جان قدموں سے گیٹ کی طرف چل پڑی۔ ابھی وین کے آنے میں بہت ٹائم تھا مگر وہ یونہی گیٹ سے باہر نکل کر سڑک کی طرف چل پڑی۔

"تھینک گاڈ! تم مجھے نظر تو آئیں۔" اس کے بہت قریب سے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے آواز آئی۔ اس نے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

copied From Web
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چونک کر نہیں دیکھا۔ وہ اس کی آواز بھی پہچان چکی تھی اور اسے اس کے آنے کی توقع بھی تھی۔ وہ کچھ بھی جواب دیے بغیر اس کی طرف دیکھے بغیر خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔ دونوں کوئی بھی بات کیے کتنے منٹ تک یونہی خاموش ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ فٹ پاتھ ختم ہو گئی۔ موڑ آگیا تھا۔

دونوں رک گئے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنا پڑا۔

"پلیز... آجاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے' صرف چند منٹ کے لیے۔" وہ ملتجی لہجے میں ایک طرف کھڑی گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر یونہی کھڑی رہی پھر آہستگی سے اس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ واثق کو اس کی اس خاموش رضامندی سے خوش گوار سی حیرت ہوئی مگر وہ اس کا اظہار کیے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا۔

* * *

"انگیجمنٹ!" وہ سامنے خزاں رسیدہ پتوں کو دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولی۔

دونوں اسی لائبریری کی سیڑھیوں میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ لائبریری کھلنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔

"تمہاری مرضی سے۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"میری مرضی... تو کسی بھی بات میں نہیں تھی۔ پیدا ہونے میں بھی نہیں۔ اگر مجھ سے پوچھا جاتا تو میں کبھی پیدا نہیں ہوتی۔"

"ناننٹی پرسنٹ لوگ یہی کہتے ہیں۔"

"ناننٹی پرسنٹ لوگ میرے جیسی زندگی نہیں گزارتے... بٹی ہوئی تقسیم شدہ۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تمہاری انگیجمنٹ رنگ... تم نے پہنی نہیں۔" وہ یونہی اس کی انگلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھٹک کر بولا۔

"میں نے اتار دی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"مگر کیوں... کیا تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں۔" مشال نے گردن موڑ کر شکایتی نظروں سے اسے دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟" وہ اس کی نظروں پر بولا۔ وہ خاموش ان پتوں کو دیکھتی رہی جو عین قریب جھڑنے والے تھے۔

"پاپا مجھے ماما کے پاس بھیج دیں گے اگر میں اس رشتے کے لیے ایگری نہیں کرتی تو؟" وہ کچھ دیر بعد خود ہی بولی۔

"اور تمہاری ماما... وہ تمہیں بلا لیں گی اپنے پاس۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھا۔

اس نے آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر... کیا کرو گی؟" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"پتا نہیں... مجھے کچھ بھی پتا نہیں۔" وہ گہرا سانس لے کر فضا میں سر اٹھا کر بولی۔

"میں امی کو لے کر آیا تھا مشال! اس شام تمہارے گھر... مگر تمہارے گھر کے دروازے پر... پتا نہیں تم یقین کرو گی یا نہیں... میری امی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا... چند منٹوں میں یہ سب ہو گیا۔ میں امی کو فوراً ہسپتال لے گیا۔ رات بہت دیر میں ہم وہاں سے فارغ ہوئے۔ امی ابھی بھی ٹھیک نہیں مکمل طور پر۔ میں تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا مگر تم نہ کالج آئیں نہ لائبریری۔ تمہارا فون بھی میرے پاس تھا۔ پھر میں تمہارے گھر گیا۔ جس شام تمہاری انگیجمنٹ تھی اور مجھے لگا میں سب کچھ ہار گیا ہوں۔" وہ دھیمی شکست خوردہ آواز میں کہہ رہا تھا۔

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"کیا تم نے میرا انتظار کیا تھا؟" وہ کچھ دیر بعد جھجک کر پوچھ رہا تھا۔

"اگر میں کہوں نہیں۔۔۔ تو؟" وہ گردن موڑ کر ذرا سا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو میں کہوں گا۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔" وہ فوراً" بولا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔" وہ خفگی سے کہنے لگی۔

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں جن کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ ہو' وہ اگر جھوٹ بولیں تو ان کی آنکھیں ان کا ساتھ نہیں دیتیں۔ جیسے اس وقت تمہاری شفاف آنکھیں۔۔۔ تمہاری زبان اور الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"حد سے زیادہ خوش فہمی اکثر ہمیں خود ہی مشکل میں ڈال دیتی ہے۔" وہ طنز سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"خوش فہمی نہیں ہے یہ مثال! میرا دل مجھے بتاتا ہے کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو۔" وہ یقین بھرے لہجے میں بولا۔

"اچھا اب اس وقت آپ کا دل کیا کہہ رہا ہے میرے بارے میں؟" وہ مذاق اڑانے والے لہجے میں بولی۔

وہ اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آں۔۔۔ اس وقت تمہیں سخت بھوک لگی ہے۔ تمہارا دل فی الحال کھانے کے لیے فریاد کر رہا ہے کیونکہ تم صبح کچھ بھی کھائے بغیر کالج آ گئی تھیں۔ ایم آئی رائٹ؟" وہ اس کے چہرے کے آگے چٹکی بجا کر شوخی سے بولا۔ مثال کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر جانے لگی۔ واثق نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔

"تم ڈر گئیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔ وہ اسے بس دیکھتی چلی جا رہی تھی۔

"تم سوچ رہی ہو گی۔ مجھے اس بات کا کیسے پتا چلا؟" وہ اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی خاموشی مثال کو پریشان کرنے لگی۔

"بتاؤ ناں۔ تمہیں کیسے پتا چلا اس بات کا۔" وہ بچوں کی طرح اس کی آستین کھینچ کر اصرار سے بولی۔ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"واثق پلیز۔" وہ چڑ سی گئی۔

"پھر سے کہو اسی طرح۔۔۔" وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ روٹھ کر جانے لگی۔

"اس وقت تو تم کہیں بھی نہیں جا سکتیں۔ کم از کم کھانا کھائے بغیر۔۔۔ کیونکہ شاید تمہیں گھر جا کر بھی کچھ کھانے کو نہیں ملے۔" وہ پھر سے ایک بات کا اندازہ لگا کر بولا تو مثال واقعتا" پریشان ہو گئی۔

"آپ جادوگر ہیں۔" وہ ڈر سی گئی۔ بچوں کی سی خصوصیت سے پوچھنے لگی۔

"تم پر میرا جادو چلا؟" وہ اس کے چہرے پر جھک کر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ خفگی سے تھوڑا پرے ہٹتے ہوئے بولی۔

"یار! اتنے مہینوں سے تم پر اپنی محبت کا جادو چلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا تم پر کچھ اثر ہوا۔۔۔" وہ سر کھجا کر بولا۔

"پلیز مجھے گھر جانا ہے۔ ہٹیں آگے سے۔" وہ کترا کر جانے لگی تھی۔ واثق پھر اس کے راستے میں کھڑا تھا۔

"میں تمہیں کھانا کھلا رہا ہوں ناں؟" وہ فراخدلی سے اسے کہہ رہا تھا۔

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

”مجھے نہیں کھانا۔“

”تمہیں نہیں کھاؤں گا پرامس۔۔۔ صرف ہم دونوں مل کر کھانا کھائیں گے کسی اچھی سی جگہ پر اور میں تمہیں تمہارے مسئلے کا حل بھی بتاؤں گا۔“ وہ اسے چھوٹے بچوں کی طرح بہلا رہا تھا۔

”کون سے مسئلے کے بارے میں؟“ وہ اس کے ساتھ باتوں کے دوران چند منٹوں میں سب کچھ بھول چکی تھی۔ عدیل کی خفگی، ناپسندیدہ رشتہ اور بشریٰ کی بے اعتنائی!

”ماشاءاللہ۔۔۔ تو آپ بھول چکی ہیں کہ آج آپ صبح گھر سے کس وجہ سے بغیر کھائے پیے روانہ ہوئی تھیں اور آپ نے انگیجمنٹ رنگ کیوں نہیں پہنی۔“ وہ جتا کر بولا۔

وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

”پلیز میں ایک گھنٹے میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گا۔“

”نہیں۔۔۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جا رہی۔۔۔“ وہ قطعیت سے بولی۔

”اچھا چلو میں تمہیں ڈراپ تو کر سکتا ہوں نا!“ وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔ وہ چلتے ہوئے رک گئی۔

”پلیز کوئی دیکھ لے گا مجھے آپ کے ساتھ۔“ وہ کچھ ڈر کر بولی۔

”اسی لیے کہہ رہا ہوں نا کہیں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔ میرا یقین نہیں ہے تمہیں اور تمہارا سیل فون بھی تو میری گاڑی میں پڑا ہے۔ وہ بھی لے لینا۔“ وہ اسے بہلا کر بولا۔

”وہ تو لگتا ہے آپ کا دل ہی نہیں کر رہا ہو گا لانے کا۔“ سیل فون کے ذکر پر وہ جل کر بولی تو وہ ہنس پڑا۔

دونوں باہر کی طرف چل پڑے۔

* * *

”مگر کیوں؟“ بشریٰ عدیل کی بات سن کر پریشان ہو گئی۔ دونوں فون پر بات کر رہے تھے۔

عدیل نے بہت سوچ سمجھ کر بشریٰ کو کال کی تھی۔ وہ مشال کے معاملے میں بہت پریشان اور الجھا ہوا تھا۔ وہ رات بھر نہیں سو سکا تھا۔

”اس کا جواب تو میں بھی اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گیا ہوں۔ وہ ایک ہی بات دہرائے جاتی ہے کہ اسے یہ شادی نہیں کرنی۔ میں اس پر سختی بھی نہیں کر سکتا۔ تم اس سے کسی طرح معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں کچھ بتا دے۔“ عدیل تھکے ہوئے بے بس لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”یہ رشتہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے۔ وقار اور فائزہ کو تم بھی جانتی ہو۔ فہد کو بھی بچپن میں تم نے دیکھ رکھا ہے پھر وہ بہت سیٹل ہو چکے ہیں۔“ وہ تھک کر لمحہ بھر کو خاموش ہوا۔

”اور اب تو منگنی بھی ہو چکی ہے۔ فہد تین چار ماہ میں پاکستان آتا ہے تو شادی طے ہے اور یہ لڑکی۔۔۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔“ وہ بے بسی سے خاموش ہو گیا۔

”کیا۔۔۔ وہ کسی اور کو تو پسند نہیں کرتی؟“ ایک دم سے اسے خیال آیا تو وہ پوچھنے لگا۔ ”اس نے تم سے ذکر کیا ہو۔“

”کسی اور کو نہیں۔۔۔ نہیں بھلا کس کو پسند کرے گی اور مجھے اس نے کبھی کچھ ایسا نہیں بتایا۔“ بشریٰ عجیب دامن بچاؤ والے انداز میں بولی۔

”تمہارے۔۔۔ میرا مطلب ہے تمہارے شوہر کے بیٹے کے ساتھ۔“ وہ اٹک کر کچھ جھجک کر بولا۔

اور بشریٰ کے ہاتھ سے سیل فون نیچے گرتے گرتے بچا۔ یہ خواہش تو کبھی اس کے دل نے ٹوٹ کر کی تھی مگر اس

copied From Web
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کا نتیجہ کیا نکلا۔

کاش ایسا ہو سکتا تو میں اپنی بیٹی کو کبھی خود سے جدا نہیں کرتی۔ اس کا دل بھر آیا۔ آج اتنے دن ہو گئے تھے اس نے مثال کو نہیں دیکھا تھا۔ وہاں سے پندرہ دن بعد سہی وہ اس کو دیکھ تو لیتی تھی۔

”تم نے جواب نہیں دیا بشریٰ؟“ اس کی خاموشی پر وہ بول اٹھا۔

”نہیں ایسا کچھ نہیں تھا عدیل! ایسا کچھ ہوتا تو میری نالج میں ضرور ہوتا۔ دوسرے سیفی کسی اور ٹائپ کا لڑکا ہے۔ میں اسے مثال کے لیے سوٹ ایبل بھی نہیں سمجھتی تھی اور پھر مثال اس طرح کی لڑکی نہیں ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرے۔“ وہ بیٹی کے حق میں صفائی پیش کرتے ہوئے بولی۔

”پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس نے رنگ بھی اتار کر پھینک دی ہے۔ اگر وقار اور بھابھی کو پتا چلا تو کتنا برا لگے گا انہیں۔“ وہ پریشان تھا بشریٰ کو اندازہ ہوا۔

”ہوں.... میں اس سے بات کرتی ہوں۔ سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ بہت سمجھ دار بیٹی ہے مثال۔ مجھے امید ہے وہ سمجھ جائے گی میری بات.... تم پریشان نہیں ہو۔“ آخر میں کچھ جھجک کر وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہہ گئی۔

”میں رات بھر نہیں سو سکا۔ معاملہ اب صرف مثال کی زندگی کا نہیں میری عزت کا بھی ہے۔ پچاس لوگوں کے درمیان رشتہ طے ہوا ہے۔ یوں راتوں رات خدانخواستہ توڑا تو نہیں جا سکتا۔“ وہ کنپٹی دبا کر تشویش سے بولا۔

”میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری پریشانی۔ میں بات کرتی ہوں مثال سے ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ وہ تسلی دیتے ہوئے بولی۔

”اگر ایسا ہو جائے بشریٰ! تو زیادہ بہتر ہے ورنہ میں نے سوچ لیا ہے۔“ وہ رک کر بولا۔

بشریٰ کو اس کے لہجے میں کسی انہونی سی بو آئی۔

”کیا مطلب؟“ وہ کچھ ڈر کر بولی۔

”میں اس کے لیے اس سے اچھا رشتہ نہیں ڈھونڈ سکوں گا۔ اگر وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہوئی تو میں اسے تمہارے پاس بھجوا دوں گا۔ میں اس کی مزید ذمہ داری نہیں اٹھا سکوں گا۔“ وہ دو ٹوک لہجے میں بولا۔

بشریٰ کو یوں لگا جیسے اس کے سر پر کمرے کی چھت ہی آن گری ہو۔ کس مشکل سے تو وہ اپنا گھر بچا کر یہاں تک آئی تھی۔ اگرچہ اس کے دل کو سکون نہیں تھا مگر زندگی میں ایک ٹھہراؤ' ایک ضمانت شدہ سائبان تو اس کے سر پر تن چکا تھا اور مثال کو تو وہ کبھی بھی اپنے پاس نہیں بلا سکتی تھی۔ اس نے کچھ بھی کہے بغیر فون بند کر دیا۔

* * *

”نہیں۔“ وہ ہاتھ روک کر قطعی لہجے میں بولی۔

”مگر کیوں؟“ واثق کے چہرے پر اضطراب تھا۔

”اس کا جواب نہیں ہے میرے پاس۔“ وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولی۔

”مثال میں ان سے بات کر چکا ہوں۔ میں انہیں بتا چکا ہوں کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں اور—“

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بیگ کندھے پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

”کھانا کھلانے کا شکریہ یہ بل کے پیسے اور—“ وہ بیگ سے کچھ نوٹ نکال کر رکھنے لگی تھی کہ واثق نے ایک دم سے غصے میں اس کا ہاتھ دبوچ لیا۔ ”اگر تم نہیں چاہتیں کہ یہاں کوئی تماشا بنے تو یہ پیسے واپس رکھو۔“ غرا کر بولتے ہوئے اگرچہ اس کی آواز دھیمی تھی مگر مثال ڈر سی گئی۔

copied From Web

اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کی' وہ اسی طرح اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

”پلیز میرا ہاتھ چھوڑیں۔“ وہ رو دینے کو تھی۔

واثق نے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”تم ایک ہفتے میں فیصلہ کر لو کہ تم نے کیا کرنا ہے میں اپنی امی کو ایک ہفتے بعد بھیجوں گا اگر تمہارے پیرنٹس آئی مین تمہارے فادر نہیں مانے تو....“

”تو.... کیا کریں گے؟“ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

”تمہیں بھگا کر لے جاؤں گا یا.... پھر ہم کورٹ میرج کر لیں گے، مگر مثال! میں تمہارے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر تم مجھے نہیں ملیں تو میں اپنی جان لے لوں گا اور اس کی ذمہ دار صرف اور صرف تم ہو گی۔“ وہ عجیب جذباتی پن میں بولا۔

مثال اسے بے بس سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

”پلیز مجھے گھر ڈراپ کر دیں مین روڈ سے پرے۔ میں لیٹ ہو گئی ہوں۔“ وہ گھڑی دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

”کیا تم نے میری بات سن لی ہے؟“ وہ اسے ری مائنڈ کرواتے ہوئے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

”سننے سے کیا ہوتا ہے۔“ وہ ہولے سے بولی۔

”مثال! یہ سوچ لینا اگر میں نے اس دنیا سے جانے کا فیصلہ کر لیا تو میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔ تمہیں میرے ساتھ یہ دنیا چھوڑنی ہو گی۔“ وہ اسے دھمکاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”تو اس کے لیے انتظار کیوں کر رہے ہیں۔ آج بلکہ ابھی اس پر عمل کر لیں۔ میرے لیے تو یہ بلیسنگ ہو گا۔“ وہ بے خوفی سے بولی تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

* * *

عفت گھر کی کچھ ضروری چیزیں لینے نکلی تھی۔

جلدی جلدی کرتے بھی اسے دو سے زائد گھنٹے لگ گئے۔ اب وہ سامان سے لدی پھندی ٹیکسی میں گھر کی طرف جانے والی گلی میں مڑتے ہوئے بے اختیار ٹھٹک کر رہ گئی۔

اس کی نظریں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں۔ مثال کسی گاڑی سے اتر رہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہینڈسم سا لڑکا جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' وہ عام نظریں نہیں تھیں' چند لمحوں میں عفت نے جیسے بہت کچھ کھوج لیا۔ ٹیکسی ان کے گھر کے گیٹ کے آگے سے روانہ ہونے کو تھی' عفت سامان گھر کے اندر رکھوا چکی تھی اور وہ یہ سب کچھ سست روی سے کرتی رہی۔

اس کی امید کے عین مطابق مثال گلی سے اندر آتی ہوئی نظر آئی' جب ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر عفت نے روانہ کیا اور خود وہیں کھڑی ہو گئی۔

”یہ لڑکا وہی ہے جو اس روز بھی تمہیں کالج سے گھر ڈراپ کر کے گیا تھا۔ تمہاری کسی دوست کا بھائی جب تمہاری وین نہیں آئی تھی۔“ عفت کچن میں سامان لگانے کے دوران سرسری لہجے میں کہہ رہی تھی جب مثال کچن میں آ کر پانی کا گلاس لے کر جانے لگی تھی' وہ لمحہ بھر یونہی کھڑی رہی۔

”جی!“ اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

copied From Web
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”آج بھی تمہاری وین نہیں آئی واپسی پر۔“ وہ پھر سے بولی۔

”نہیں۔۔۔ آج میں خود پہلے نکل آئی تھی کالج سے۔“ وہ بے خوفی سے کہہ رہی تھی۔

”اس لڑکے کے ساتھ؟“ عفت اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

”نہیں۔“ وہ اب دل میں سوچ رہی تھی‘ وہ کچن میں آئی کیوں۔

”تمہارے اس نہیں پر کون یقین کرے گا کم از کم میں تو نہیں۔“ وہ ترخ کر بولی۔

”مجھے آپ کو یقین دلانا بھی نہیں۔“ وہ جواباً کہہ گئی۔

”بالکل ٹھیک‘ تمہیں مجھے یقین دلانے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ تم اپنی ان کوششوں کو سنبھال کر رکھو‘ تمہارا باپ تم سے شام میں پوچھے گا تو جو بہانہ گھڑنا ہوگا اس کے سامنے گھڑنا۔“ وہ حقارت بھرے لہجے میں کہہ کر باہر نکل گئی۔

”اگر۔۔۔ پاپا۔۔۔ اب تو مجھے ضرور ہی ماما کے پاس بھجوا دیں گے اور بے چاری ماما۔۔۔ وہ تو شاید مر ہی جائیں گی سن کر کہ میں ان کے پاس آرہی ہوں‘ انہیں اپنے گھر کی فکر پڑ جائے گی۔“ وہ تاسف بھرے انداز میں سوچتی گھونٹ گھونٹ پانی پیتی رہی۔

* * *

”یہ کیا کہہ رہے ہو واثق؟“ عاصمہ ایک دم سے پریشان ہوگئی۔

”وہ شاید میرے نصیب میں نہیں ہے امی!“ وہ مایوسی سے بولا۔

”ایسی باتیں نہیں کرتے بیٹا اور نصیبوں سے گلہ بزدل کیا کرتے ہیں‘ میرا بیٹا بہت بہادر ہے۔“ عاصمہ اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ایک دم سے گھبرا گئی۔

”اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا‘ اگر میں اس شام جا کر بات کر لیتی مشال کے والدین سے تو شاید یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔“ وہ اپنی غلطی تلاشتے ہوئے بولی۔

”نہیں امی تو بھی ایسے ہی ہوتا ہے‘ اس کے پاپا پہلے سے یہ معاملہ طے کر چکے تھے۔“ وہ اسی طرح مایوس تھا۔

عاصمہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے رنجیدہ ہوگئی۔

”اب تم نے کیا سوچا ہے؟“ وہ کتنی دیر گم صم بیٹھا رہا۔

”کچھ بھی نہیں۔۔۔ آپ نے دوا لی؟“ وہ گہرا سانس لے کر موضوع بدلتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”کیا مجھے جا کر ان سے بات کرنا چاہیے؟“ وہ بے چینی سے پوچھنے لگی۔

”نہیں۔۔۔ یوں بھی اس کا اب کچھ فائدہ نہیں۔۔۔ منگنی وہ کر چکے ہیں‘ اور چند ماہ میں شادی بھی کرنے والے ہیں آپ جا کر اور کیا بات کریں گی‘ اگر ایسا کچھ کریں گی تو اس کی اپنے گھر میں پوزیشن خراب ہوگی۔“ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

”واثق بیٹا کوئی تو حل ہوگا نا۔۔۔ یوں خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے ہم۔“ وہ بے چینی سے بولی۔

”امی! آپ ٹینس نہیں ہوں‘ آپ کہتی ہیں نا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے‘ انشاءاللہ اچھا ہی ہوگا۔ اللہ میرے دل کے حال سے واقف ہے میں آفس جا رہا ہوں۔ کچھ منگوانا تو نہیں آپ نے؟“

عاصمہ کو واثق کی یہ بات اچھی بھی لگتی تھی اور بری بھی‘ وہ بڑے سے بڑے مسئلے پر کوئی بھی تاثر نہیں دیا کرتا تھا کہ وہ مایوس یا دل گرفتہ ہے یا آگے کا اس نے کوئی پلان سوچ رکھا ہے‘ وہ عاصمہ کے نفی میں سرہلانے پر جا چکا تھا۔

copied From Web

* * *

"ماما!" مثال بے بس سی ہو گئی۔

"میری جان! ماں باپ ہمیشہ اولاد کی بہتری کا سوچتے ہیں جیسے ہم دونوں بے شک ہم دونوں نے شادی کرلی الگ گھر بنا لیے مگر ہم تمہاری ذمہ داری سے کبھی غافل نہیں ہوئے ہم گواہ ہو اس بات کی" بشریٰ کی بات پر مثال کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

وہ کس طرح اپنے احساس ذمہ داری کا ذکر بہت فخر سے کر رہی تھی۔

"میری جان! تمہارے پاپا بہت پریشان ہیں' اور مثال جانو تم تو اپنے پاپا سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہو' پھر تم انہیں کیوں پریشان کر رہی ہو۔" وہ حتی الامکان لہجے کو نرم اور محبت بھرا رکھے ہوئے تھی۔

"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی ماما!" وہ آہستگی سے بولی۔

"تو پھر تم نے رنگ کیوں اتار دی پہننے کے بعد۔"

"کیوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ اسی بے تاثر لہجے میں بولی جس سے وہ بشریٰ سے بات کر رہی تھی۔

"مثال!" بشریٰ کے لیے یہ جملہ کسی دھچکے سے کم نہیں تھا "میری جان تم نے ایسا سوچا بھی کیسے؟" وہ بھی پریشان ہو گئی۔

"اور بیٹا! شادی تو تمہاری ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی سے ہونی ہے' وقار بھائی اور فائزہ بھابھی کو میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں' تمہارے پاپا کے ان لوگوں سے فیملی ٹرمز تھے۔ بہت اچھے شریف خاندانی لوگ ہی تو.....

"ماما! مجھے اس میں سے کسی بھی بات سے کوئی کنسرن نہیں کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا تمہیں فہد پسند نہیں۔" وہ کچھ پریشان ہوئی' کچھ ڈری۔

"میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔" مثال ماما کے اس نصیحتوں بھرے فون سے اکتا گئی تھی۔

بشریٰ نے ایک بار بھی تو نہیں پوچھا تھا کہ وہ کیسی ہے' وہ اس طرح کی باتیں کیوں کرنے لگی ہے۔

"تو پھر کیا بات ہے؟" وہ ذرا سختی سے بولی۔

"کچھ نہیں ہے۔" وہ کوفت سے بولی۔

"کسی کو پسند کرنے لگی ہو؟" بشریٰ رک کر بولی۔

"ایسا کچھ ہوا تو بھی بتا دوں گی۔" وہ اسی انداز میں بولی۔

"پھر کیا مسئلہ ہے؟" بشریٰ نے درشتی سے بولی "کیوں ہم دونوں کو پریشان کر رہی ہو۔"

اسے معلوم تھا بشریٰ اب یہی کہے گی۔

"میں آپ دونوں کو اپنے مسئلے' اپنی پریشانی سے آزاد کرنا چاہتی ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد ٹھوس لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟" بشریٰ چونکی۔

"آپ پاپا سے کہہ دیں' وہ مجھے کسی ہاسٹل میں بھیج دیں' میں پارٹ ٹائم جاب کرلوں گی اور اپنی تعلیم کا خرچ بھی خود اٹھالوں گی مگر میں شادی نہیں کروں گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے اس سے زیادہ کوئی مجھے مجبور نہیں کرے گا۔"

بشریٰ کو لگا یہ وہ مثال تو نہیں' جسے وہ کچھ مہینے پہلے پاکستان چھوڑ کر آئی ہے۔

"اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تم کیا کرو گی؟" وہ کچھ محتاط لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتی جس سے آپ لوگوں کو پریشانی ہو اگر میں خود گھر چھوڑ کر چلی گئی تو....." اس نے

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

حتی الامکان لہجے کو نارمل رکھا۔

"مثال! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" بشریٰ دھک سے رہ گئی ایسی بات تو اس نے کبھی نہیں سوچی تھی۔

"خدا حافظ ماما! آپ کی کال کافی طویل ہو گئی ہے۔" فارمل لہجے میں کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا۔

* * *

"ماما میں کیسی لگ رہی ہوں؟" پری عفت کے سامنے اسٹائلش ڈریس پہنے بہت خوب صورت انداز میں بالوں کا اسٹائل بنائے ہوئے کھڑی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو تم اس وقت؟" عفت اس کی تیاری پر کچھ چونک کر بولی۔

"بتایا تو تھا آپ کو مجھے اپنی فرینڈ کی طرف جانا ہے تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔" وہ خود کو آئینے میں تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کہاں جانا ہے؟ پاپا آتے ہیں تو وہ چھوڑ آئیں گے تمہیں؟"

"ماما! یہ تین گلیاں چھوڑ کر اس کا گھر ہے' بہت دنوں سے وہ اصرار کر رہی ہے' آج مجھے اس سے کچھ نوٹس بھی لینے ہیں۔ میں آجاؤں گی گھنٹے بھر میں۔" وہ ہینڈ بیگ کی چیزیں چیک کرتے ہوئے اطلاعی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تمہارے پاپا آنے والے ہیں۔" عفت کچھ تشویش سے بولی۔

"سو واٹ۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں نا میں جلدی آجاؤں گی۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"دانی بھی گھر میں نہیں ہے بس بیگ رکھا کھانا کھایا اور خدا جانے کہاں نکل گیا؟" عفت پریشانی سے بولی۔

"ماما یہ کوئی نئی بات ہے' اس کی روز کی روٹین ہے اور وہ بھی تو روز جاتا ہے' آپ اسے کچھ نہیں کہتیں میں تو صرف آج جا رہی ہوں' آجاؤں گی' جلدی بائے۔" کہہ کر وہ عفت کا جواب سنے بغیر باہر نکل گئی۔

"پتا نہیں ان دونوں کے دماغوں میں کیا چل رہا ہے۔ ایک یہ منحوس مثال یہاں سے دفعان ہو تو عدیل کو اس گھر کے باقی افراد نظر آئیں۔ اچھے بھلے دانی کو ٹائم دینے لگے تھے' پھر سے فراموش کر بیٹھے' پتا نہیں یہ لڑکا کیا کرنا چاہتا ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر باہر نکل گئی۔

* * *

"کون سا لڑکا؟" عدیل کے بیگ کی زپ کھولتے ہاتھ بے اختیار رک گئے۔ اگرچہ عفت نے بہت محتاط انداز میں ساری بات کی تھی' مگر عدیل تو بری طرح سے چونکا تھا اور جس طرح کا مثال کا رویہ تھا اس کا چونکنا غلط بھی نہیں تھا۔

"میں نہیں جانتی وہ پہلے بھی اس لڑکے کے ساتھ ایک دو بار گھر آئی ہے۔ باہر مین روڈ پر اترتی ہے اندر نہیں لے کر آتی ہے پری نے بھی اسے دیکھا ہے کالج سے اس لڑکے کے ساتھ باہر جاتے ہوئے اور آج میں نے۔" عفت رک رک کر یاسیت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اور تم مجھے آج بتا رہی ہو۔" وہ چلایا۔

"مثال' مثال۔۔۔ مثال!" وہ عفت کا جواب سنے بغیر اسے پکارتا ہوا باہر جانے لگا۔

"عدیل یہ غلطی نہیں کریں۔" وہ تیزی سے اس کے سامنے آکر ملتجی لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب؟" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"اگر آپ نے اس کو سامنے کھڑا کر کے سب کچھ پوچھ لیا تو کیا پتا وہ نڈر ہو کر اقرار کر لے یا کوئی انتہائی قدم اٹھا

copied From Web
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لے۔"

"تو تم جھوٹ بول رہی تھیں اس کے بارے میں۔" عدیل غصے سے بولا۔

"مجھے دانی اور پری کی قسم! میں کیوں جھوٹ بولوں گی آپ میری ہر بات کو منفی لیتے ہیں، جائیں پھر جو کرنا چاہتے ہیں کیجیے، پھر اگر اس نے کچھ ایسا ویسا کر دیا تو پھر نہ کہیے گا اور میں صرف اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اس کا کوئی بھی عمل میری بیٹی کی راہ کا روڑا ضرور بنے گا، ورنہ وہ تو وہی کرے گی جو اس کی ماں نے کیا ہے آگے آپ کی مرضی۔"

عدیل گم صم سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

عفت باہر چلی گئی۔

* * *

وردہ پری کے آگے بچھی جا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سارا گھر اٹھا کر اس کی مدارت کر ڈالے۔

"ارے بس کرو ناں۔ میں اتنا کچھ نہیں کھاتی۔" پری اس کے والہانہ انداز پر کچھ بوکھلا کر بولی۔

"وہ تو تمہارا شاندار فگر دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا ہے۔" وہ توصیفی انداز میں اسے سراہتے ہوئے بولی۔

"اپنی امی سے تو ملواؤ پھر میں گھر جاؤں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے میرے پاپا آفس سے آ گئے ہوں گے۔" وہ گھڑی دیکھ کر کچھ عجلت میں بولی۔

"امی نماز پڑھ رہی ہیں۔ بس آ رہی ہیں ہم بیٹھو میں بلا کر لاتی ہوں اور جلدی میں تمہیں نہیں جانے دوں گی ہم ابھی گھنٹہ بھر اور بیٹھو گی، خوب باتیں کریں گے اور فکر نہیں کرو، میں خود تمہیں گھر چھوڑنے جاؤں گی تمہاری ماما اور پاپا سے بھی مل لوں گی اور پرمیشن لے لوں گی کہ ہم دونوں کمبائین اسٹڈی کر لیا کریں۔ کیسا؟"

"ہاں یہ زبردست آئیڈیا ہے لیکن ابھی تو میں جلدی جاؤں گی۔"

"میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

"ارے آپ!" وہ کمرے کے دروازے تک یونہی ٹہلتی ہوئی پہنچی اور اندر آتے واثق سے ٹکراتے ہوئے بے اختیار کہہ اٹھی، وہ بھی آنکھوں میں شناسائی لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو راحت جبیں قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں فائزہ افتخار قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں لبنیٰ جدون قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

copied From Web
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ضمیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ضمیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی گھر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ، عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کرواتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں متعلقین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اسے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے۔ زبیر عاصمہ کو مکان دکھانے لے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ جاتی ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ بدستور ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلوا دیتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچ بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچھی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی پھپھو ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

ہے۔ مثال' واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار' وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

سیفی' مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کر لیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کر چکا ہے۔ واثق' عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کر دیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہو جاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ مگر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کر کے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہو جاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کر دیتا ہے۔ عفت' مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہو جائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہو جاتی ہے جو کافی ناز و ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو وردہ جو اسے بہت پسند کرتی ہے' واثق کی بہن ہے۔ منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کر دیتی ہے۔ عفت خوش ہو جاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کر کے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتا دیتی ہے۔ عدیل از حد پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشے' وردہ سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

۲۴

چوبیسویں قسط

پری کی آنکھوں میں چمک اور عجیب سی خوشی ابھری۔ واثق کے مسکراتے لب اس کی آنکھوں کی چمک کو دیکھ کر آہستہ آہستہ مسکراتے چلے گئے۔

”ہائے!“ پری نے بے تکلفی سے مسکراتے ہوئے اپنا دودھیا نرم و گداز ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ واثق اس کے انداز کو بس دیکھ کر رہ گیا۔

”آپ۔ کون؟“ وہ کچھ مروت بھرے لہجے میں فقط یہی کہہ سکا۔

”سلام دعا کا فیشن نہیں ہے کیا آپ کے ہاں؟“ وہ شوخی سے آگے ہو کر گنگنانے والے انداز میں بولی۔

”آپ کے خیال میں سلام دعا ایک فیشن ہے۔ فیشن جو ٹائم بائی ٹائم بدلتا ہے۔“ وہ الٹا تنقیدی انداز میں جتانے کو پوچھنے لگا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں پری ہوں۔" وہ مزید کسی بے کار بحث میں الجھنے کے بجائے بڑے فخریہ انداز میں اپنی تعارف کرانے لگی۔

"اور پلیز! یہ مت کہیے گا کہ آپ واقعی پری ہیں۔" پھر فوراً ہی مشورانہ انداز میں بولی۔

وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"بٹ رئیلی! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ تم واقعی پری تو نہیں؟" وہ کچھ طنزیہ' کچھ شوخ لہجے میں بولا۔

پری نے آنکھیں سکوڑ کر واثق کو دیکھا۔

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

"کمپلیمنٹ بھی آپ کو مذاق لگتا ہے۔ رئیلی یو آر اے فیری۔" وہ آنکھوں میں تحسین لیے کہتا ایک دم سے پری کو بے حد اچھا لگا۔

"ہاں یہ الگ بات ہے آپ کو یہ کمپلیمنٹ بار بار سننا اچھا لگتا ہوگا۔ ہے نا۔" وہ شرارت سے بولا۔

"میں اتنی بھی خود پرست نہیں ہوں۔" وہ کچھ ٹھنک کر بولی۔

"لیکن تھوڑی بہت تو ہیں نا!" وہ جتاتے ہوئے کہہ کر جانے لگا۔

"اللہ! آپ دونوں میں تعارف ہو بھی گیا اور میں نے جو اتنا شاندار ابتدائیہ سوچ رکھا تھا کہ آپ دونوں کے تعارف سے پہلے یہ کہوں گی یوں کہوں گی اوہ۔" وردہ پیچھے سے آکر تاسف بھرے لہجے میں ہار کے کہتی چلی گئی۔

"او بہن میری! انہیں فل اسٹاپ کوما وغیرہ بھی لگا لیا کرو' یہ بھی ہماری زبان کا حصہ ہیں۔" واثق اس کے تیز تیز بولنے سے کچھ چڑ کر بولا۔

"بھائی! یہ پری ہے۔" وہ جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر پرے کھینچ کر پری کے سامنے لاتے ہوئے بے تابی سے بولی۔

"اُف!" وہ مصنوعی انداز میں سر پکڑ کر کراہا۔

"سنو لڑکی! تمہارا ایکچوئل نیم کیا ہے؟" وہ پری سے جبر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"پریشے۔" وہ کچھ کنفیوز ہو کر جلدی سے بولی۔

"اوکے زیادہ بہتر یہی ہے کہ ان محترمہ کو ان کے مکمل نام سے پکارا جائے۔ یہ بار بار پری پری کی گردان ایمان سے بندہ اچھا خاصا کنفیوز ہو جائے کہ واقعی آسمانوں سے اللہ نے کوئی پری تو نہیں بھیج دی۔" وہ دونوں کے چہروں کے بدلتے تاثرات دیکھتے ہوئے کچھ محظوظ ہونے والے انداز میں کہنے لگا۔

"بھائی!" وردہ تو رو دینے کو تھی۔ اس کی اتنی خوب صورت سہیلی جسے آج اس نے گھر میں کسی سرپرائز کی طرح بلایا تھا اسے نکما واثق اس کی بے عزتی کر رہا ہے۔

"اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ قسم سے میری دوست کسی بھی آسمانی پری سے کم نہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"آپ واپس کب جا رہی ہیں؟" وہ جھک کر سنجیدگی سے پری سے پوچھ رہا تھا۔

"جی!" پری سخت حیرت زدہ تھی۔ کوئی یوں تھوڑی پوچھتا ہے مہمان سے!

"آسمانوں پہ۔" وہ فوراً تصحیح کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

پری نے بے بسی سے مدد طلب نظروں سے وردہ کی طرف دیکھا۔

"بھائی! یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے۔" وہ شاکی لہجے میں بولی۔

"کیا! انہیں واپس نہیں جانا؟" وہ بوکھلا کر مصنوعی حیرانی سے بولا۔

"کیا اسے جانا چاہیے؟" وہ الٹا معنی خیز انداز میں واثق سے پوچھنے لگی۔ وہ اسے جواباً گھور کر رہ گیا۔

اسی وقت عاصمہ نماز پڑھ کر دوپٹا ٹھیک کرتی ان کے درمیان آ گئی۔ دروہ بڑے متاثر کن انداز میں پری کا ماں سے تعارف کرانے لگی۔

واثق کو کھسکنے کا موقع مل گیا۔

پری اسے دور تک جاتے دیکھتے ہوئے جانے کیا کیا سوچتی چلی گئی۔

"اس دن مشال کی انگیجمنٹ والے دن یہ شخص مجھے نظر آیا اور پہلی نظر میں مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں نے اس کے پھر ملنے کی دعا کی تھی اور میری دعا اتنی جلدی قبول ہو گی۔ میں نے سوچا نہیں تھا لیکن مجھے لگتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور میری یہ خواہش پوری کرے گا ——— تب ہی تو یہ مجھے پھر مل گیا۔ مل گیا۔" وہ خود ہی اپنی سوچ پر ہنس پڑی۔

"ارے واہ تم کیوں ہنسیں ہم دونوں کمبائن اسٹڈی ہی تو کریں گے۔ خدانخواستہ کچھ اور تو نہیں میرے کہنے پر یوں ہنس پڑیں۔" دروہ اس کے یوں ہنسنے پر اسے ٹہوکا دے کر بولی تو وہ سر ہلا کر مسکرانے لگی۔

عاصمہ دونوں کو دیکھ کر شفقت سے مسکراتے ہوئے جانے لگی۔

"میں اندر ہوں کمرے میں' دروہ! اگر کچھ کھانے کے لیے چاہیے ہو تو نسرین کو بتا دینا' وہ ابھی یہیں ہے رات میں جائے گی۔" وہ ملازمہ کا بتا کر جانے لگی۔

"جی امی! میں کہہ دوں گی۔" پیچھے سے آواز لگا کر دروہ نے جواب دیا۔ پری ابھی بھی کسی سوچ میں گم تھی۔

"ارے! تم کیا سوچ سوچ کر مسکرائے جا رہی ہو۔" دروہ اتنی بھی سیدھی نہیں تھی جتنا پری اسے سمجھے ہوئے تھی۔

"تو اب کیا مجھے مسکرانا بھی نہیں چاہیے۔" وہ الٹا خفگی سے بولی۔

"پہلے تو تم ذرا بھی مسکرا نہیں رہی تھیں۔ اتنی بری شکل بنا کر بیٹھی تھیں جیسے میں تمہیں زبردستی باندھ کر لائی ہوں یہاں۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولی تو پری فوری طور پر کچھ کہہ نہیں سکی۔

"اب میں چلوں دروہ! کافی لیٹ ہو گئی ہوں' امی کو میں تھوڑی دیر کا ہی کہہ کر آئی تھی۔"

* * *

"کیا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے؟" عدیل کو یہ بات سوچنا اور ہضم کرنا بہت مشکل لگ رہی تھی۔

اسے عفت کی بات پر بھی کچھ شک تھا۔

بشریٰ یہ بات ——— نہیں مانتی کہ مشال کسی میں دلچسپی رکھتی ہے۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ مشال اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔ لیکن عفت بلاوجہ اپنے بچوں کی قسم نہیں کھا سکتی۔

دل دلیل پر تیار تھا۔ دماغ بھی اس کا ساتھ دیتا' مگر پھر عدیل کو لگتا یہ سب غلط ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔

اسے ایک عجیب سا خوف بھی محسوس ہونے لگا تھا۔

اگر مشال نے یہ بات کہہ دی کہ ہاں وہ واقعی کسی اور کو پسند کرتی ہے' بھلے ضد میں بھلے کسی اور وجہ سے۔ تو وہ کیا کرے گا' اسے زبردستی روک تو نہیں سکے گا اور اس کا رشتہ وہاں بھی نہیں کر سکے گا' جہاں وہ چاہے گی۔

اور بشریٰ کے پاس مشال کو بھجواتا۔ وہ بات کر کے دیکھ چکا تھا' یہ بات سنتے ہی بشریٰ کی اور مشال کی حالت بگڑنے

لگتی۔

کچھ بھید بھاؤ اس میں بھی تھا' جو دونوں ہی یہ نہیں چاہتی تھیں' لیکن جب سیدھے سیدھے شادی ہو رہی ہے' اتنے اچھے رشتے کا مل جانا کسی نعمت سے کم نہیں تو پھر مثال کو کیا مسئلہ ہے؟

وہ عفت کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فوری طور پر مثال سے کچھ نہیں پوچھ سکا تھا۔

مگر بے قرار دل کو چین بھی ایک پل نہیں آرہا تھا۔

"نہیں مجھے ایک بار تو مثال سے بات کرنا ہوگی۔" وہ طے کرنے والے انداز میں خود سے کہہ کر باہر نکلنے لگا کہ اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے بے زاری سے اجنبی نمبر دیکھ کر کال ریسیو کی تھی مگر دوسرے لمحے اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے تھے۔

"جی بات کر رہا ہوں عدیل احمد!" استفسار پر اس نے ناگواری سے جواب دیا تھا۔

"دانیال احمد کے والد ہیں آپ؟" اگلا استفسار چونکا دینے والا تھا۔ عدیل ٹھٹھک کر رہ گیا۔

"جی۔ دانیال میرا ہی بیٹا ہے' آپ کون ہیں؟" وہ سمجھا شاید دانیال کے کسی دوست کے والد ہوں گے یا کوئی ٹیچر۔ اسے لگا شاید اس کی طرف سے کوئی شکایت ہے' سو متوجہ ہو کر دوسری طرف کا جواب سننے لگا۔

"آپ کو اسی وقت تھانے آنا ہوگا۔ میں انسپکٹر رؤف بات کر رہا ہوں۔ آپ کا بیٹا ہمارے پاس ہے۔" اس سے آگے انسپکٹر تھانے کا پتا بتا رہا تھا اور عدیل جیسے کچھ بھی سن نہیں پا رہا تھا۔

"تو آپ پہنچ رہے ہیں۔ میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں خدا حافظ۔" کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

عدیل سن ہاتھوں کے ساتھ فون ایک طرف ڈال کر نڈھال سا بیٹھ گیا۔

اس کا دماغ چند لمحوں میں جیسے ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔

"یہ پری مجھے گھنٹہ بھر کا کہہ کر گئی تھی اپنی دوست کی طرف' ابھی تک آئی نہیں۔" عفت استری کیے ہوئے کپڑوں کے ہینگرز ہاتھ میں لیے اندر آکر الماری میں لٹکاتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کچھ اطلاعی انداز میں بول رہی تھی۔

عدیل کے چہرے پر دوسرے لمحے طیش بھرے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں' فائزہ بھابھی کی کال آئی تھی دوپہر میں۔ میں آپ کو بتانا بھول گئی۔ فہد جلد آرہا ہے۔ وہ کہہ رہی تھیں اور آتے ہی شادی کی تاریخ رکھ دیں گے۔ انہوں نے تیاریاں شروع کردی ہیں۔ ان کے فون کا مقصد یہی تھا کہ ہم بھی تیاریاں شروع کردیں۔ سن رہے ہیں نا آپ؟" وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"دانی کہاں ہے؟" وہ اس کے سر پر پہنچ کر درشت لہجے میں بولا۔ عفت اس بات کے لیے تیار نہیں تھی۔

وہ ششدر سی عدیل کو دیکھتی رہ گئی۔

اس نے باقی ہینگرز یونہی بیڈ کے کنارے پر رکھ دیے۔ اسے لگا عدیل کے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔

"کیا مطلب؟ وہ اس کا میچ تھا۔ آج کرکٹ کا۔ تو اسکول سے آکر وہیں گیا ہے۔ کل ان کے اسکول میں کمپیٹیشن ہے۔" وہ کچھ ڈری ہوئی اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی۔

"ارے غافل عورت! کس طرح کی ماں ہو تم کہ تمہیں کسی بھی بات کا ہوش نہیں ہے۔ دوسروں کے عیب اور برائیاں ڈھونڈنے سے فرصت ملے تمہیں تو تم اپنی اولاد کی طرف دھیان دو۔"

عدیل کا لہجہ' اس کا طرز تخاطب اور الزامات۔

عفت کو لگا جیسے کسی نے اس پر پٹرول سے بھرا گیلن الٹا دیا ہو اور اب دیا سلائی بھڑکنے کو ہے۔

"میری اولاد... میری اولاد... میکے سے لے کر آئی تھی میں؟ یا کسی یتیم خانے سے پکڑ کر جو ہر وقت ایک ہی بات کا طعنہ بن کر آپ کے منہ پر رہنے لگی ہے؟ آپ کے کچھ نہیں لگتے کیا وہ دونوں؟" وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگی تھی۔

"وہ اس وقت کسی میچ میں نہیں ہے۔ حوالات میں ہے۔ جانتی ہو تم؟" وہ غرا کر اسے حقارت سے پرے دھکیل کر بولا۔

اور عفت کو لگا کسی نے اس کے پورے وجود کو مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔ اس سے سانس بھی نہیں لیا جا رہا تھا۔

وہ بے یقین نظروں سے ہونٹ بھینچے عدیل کو دیکھے جا رہی تھی۔

"قسم لے لیں عدیل... دانیال اور پری آپ کے بچے ہیں۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں پھر آپ نے کیوں اپنی اولاد سے اس طرح کا بیر باندھ لیا ہے۔" وہ سر پکڑ کر وہیں نیچے بیٹھ گئی۔ اور گھٹی گھٹی ہچکیوں سے رونے لگی۔

عدیل کو لگا اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔

"وہ صرف میرا بیٹا نہیں ہے۔ وہ آپ کا بھی ہے۔ آپ کا خون' آپ کا اکلوتا بیٹا پھر آپ اس کے بارے میں ایسی بات کیسے کرسکتے ہیں... کیسے؟" وہ آخر میں چیخی تھی۔

"عفت...!" عدیل بھی ضبط کھو بیٹھا۔ "تم میری بات سن بھی رہی ہو یا نہیں؟" وہ سخت غصے اور اور جھلاہٹ میں چیخا تھا۔

"دانیال تھانے میں ہے۔ مجھے ابھی پولیس اسٹیشن سے کال آئی ہے۔ انہوں نے فوری طور پر مجھے تھانے بلایا ہے۔" وہ زور سے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ عفت اور بھی حیرت زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پتا نہیں ابھی اور کیا دیکھنا باقی ہے مجھے اس اولاد کے ہاتھوں؟ ابھی جوان نہیں ہوا یہ لڑکا اور باپ کو تھانے کے چکر لگوانے لگا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے الماری سے اپنی چیزیں نکالنے لگا۔

"اور سن لو اگر کچھ سیریس معاملہ ہوا' کوئی ایسی ویسی بات تو قسم سے میں اسے وہیں چھوڑ کر چلا آؤں گا۔ جرم کی سرپرستی تو بہرحال میں نہیں کرسکتا۔"

وہ اس کے قریب رک کر تلخی سے جتانے والے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے پیچھے لپکی۔

"عدیل! رکیں... میں... مجھے بھی جانا ہے آپ کے ساتھ۔" وہ حواس باختہ سی دوپٹے سے بے خبر اس کے پیچھے آرہی تھی۔

"میرے ساتھ تم تھانے چلوگی؟" وہ حقارت سے بولا اور رات کا کھانا تیار کرتی مثال کے ہاتھ وہیں رک گئے۔ وہ عدیل کی بات سن کر حیران سی رہ گئی۔

"میں جاؤں گی۔ میں جا رہی ہوں۔ مجھے اپنے بیٹے کے پاس جانا ہے' پلیز مجھے ساتھ لے کر چلیں۔" وہ آنکھوں میں جمے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ منت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ مثال آہستگی سے کچن کے دروازے میں آکر کھڑی ہوگئی۔

"تم ہوش میں تو ہو؟" وہ نیچی آواز میں غرایا۔

"خدا کے لیے میری ممتا کا اور امتحان نہیں لیں۔ مجھے جانا ہے دانی کے پاس۔ ساتھ لے کر جائیں مجھے پلیز۔"

وہ مثال کی موجودگی سے بے خبر منت کر رہی تھی۔

"عفت! میرا دماغ خراب نہیں کرو' میں جا رہا ہوں ابھی پولیس اسٹیشن' وہاں کیا معاملہ پیش آنے والا ہے' مجھے کچھ معلوم نہیں۔ تم مجھے یوں روک کر مزید پریشان نہیں کرو۔ میں وہاں جاتے ہی تمہیں کال کر کے بتادوں گا کہ کیا معاملہ ہے۔ چلتا ہوں میں۔" وہ رکھائی سے کہہ کر جانے لگا۔

"عدیل! خدا کے لیے مجھے ساتھ لے کر جائیں...." وہ روتی ہوئی اس کے پیچھے گئی۔ عدیل ان سنی کرتا باہر جا چکا تھا۔ عفت بے آواز آنسوؤں سے رونے لگی۔

* * *

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم وردہ!" عاصمہ اور واثق تو جیسے ششدر رہ گئے۔ وردہ کے چہرے پر جوش اور اطمینان تھا۔ واثق کے چہرے پر اب ہلکا ہلکا غصہ نمودار ہونے لگا تھا۔

"تمہاری اس فضول بات کا مطلب کیا ہے۔" وہ اپنا غصہ زیادہ دیر تک چھپا نہیں سکا۔

وردہ واثق کے لہجے پر لمحہ بھر کو کچھ پریشان سی ہو گئی۔

"وردہ! سوچ سمجھ کر بولا کرو۔" عاصمہ نے بھی اسی لہجے میں اسے گھرکا۔

"امی! کیا ہے۔ اس گھر میں کوئی اچھی بات کرنے پر بھی ڈانٹ ڈپٹ ضروری ہوتی جا رہی ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ عاصمہ اور واثق ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"امی! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔ پلیز آپ ایمان داری سے بتائیں۔" وہ دونوں کو خاموش دیکھ کر فوراً بولی۔ واثق نے کھانا وہیں چھوڑ دیا۔

"تمہاری عمر ہے ایسی باتیں کرنے کی؟" عاصمہ کو اس طرح اسے منع کرنا ٹھیک لگا۔

"کم آن امی! مجھے کیا ہوا ہے؟ پھر آپ بھی تو بھائی کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ اگر ایک لڑکی میں نے پسند کر لی تو کیا برا کیا۔"

"وردہ۔" واثق کو اب اس پر غصہ آنے لگا تھا۔

"واثق! تم کھانا کھاؤ۔ اسے بولنے دو۔" وہ واثق کو غصے میں دیکھ کر نرمی سے بولی۔

"امی! پری ہر لحاظ سے بھائی کو سوٹ کرے گی۔ دونوں کی جوڑی چاند سورج کی ہے۔ اتنا پرفیکٹ کپل ہو گا کہ لوگ آپ کو مبارک باد دیا کریں گے راستہ روک روک کر۔" وہ واثق کو آنکھ مار کر بولی۔

"امی! آپ اسے چپ کروائیں۔" وہ وردہ سے کچھ سخت نہیں کہنا چاہتا تھا اس لیے اس کو براہ راست نہیں ٹوکا۔

"وردہ بیٹا! یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔"

"امی! مجھے کوئی ایک ریزن بتا دیں انکار کی۔" وہ بھی اسی لہجے میں بولی۔ یوں بھی واثق اور عاصمہ نے وردہ کو بہت لاڈ میں رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر طرح کی بات آرام سے کر لیا کرتی تھی۔

"بیٹا! واثق اور پری کا ایج ڈفرنس دیکھا ہے تم نے؟" عاصمہ کے فوری طور پر یہی وجہ سمجھ میں آسکی تو بولی۔

"اللہ کو مانیں امی!" وردہ کھانا چھوڑ کر دونوں ہاتھ کانوں کو لگا کر بڑے متفکرانہ لہجے میں بولی۔ دونوں بے اختیار مسکرانے لگے۔

"تم چاہتی کیا ہو؟" واثق اب دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔

"پری! ہمارے گھر میں آ جائے میرے پیارے سے اتنے ہینڈسم سے بھائی کی دلہن بن کر اور امی! میں نے یہ بات اسی دن سوچ لی تھی جس دن میں نے پری کو پہلی بار دیکھا تھا۔" وہ شوق سے کہہ رہی تھی۔

"امی۔ یہ کیا پڑھنے جاتی ہے کالج میں؟" واثق اسے گھور کر بولا۔

"اب تو میں کہہ سکتی ہوں "یہی" پڑھنے جاتی ہے۔" عاصمہ کچھ بے بسی سے بولی۔

"اس لیے تو اس کے گریڈز کا حال دیکھ لیں فرسٹ ٹرم میں...." وہ بھی لقمہ دیتے ہوئے بولا۔

وردہ دونوں کو دیکھ کر ایک دم سے رونے لگی۔

"حد ہے بھئی۔ یہ تمہارا حوصلہ ہے اور اتنی اتنی سی بات پر رونے لگوگی تو آگے کیا کروگی؟" وہ اسے ٹشو دیتے ہوئے چھیڑنے کے سے انداز میں بولا۔

"آگے کیا مطلب؟" وہ آنسو بھری آنکھوں سے بولی۔

"مطلب جب تم اپنے بھیا کا پروپوزل اس پری کے لیے لے کر جاؤگی اور وہاں تمہیں جوتے پڑیں گے تم تو وہیں رونا شروع کر دوگی۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

وردہ اور بھی شدت سے رونے لگی۔

"وردہ! کیا بچپنا ہے یہ' کیوں اس طرح بے وجہ رونے لگی ہو' کھانا کھاؤ ٹھیک طرح سے۔" عاصمہ نے اسے ڈانٹا۔

"میری تو اس گھر میں کوئی ویلیو ہی نہیں ہے' مجھے تو کوئی کچھ سمجھتا ہی نہیں۔" اس کے رونے میں اور بھی شدت آگئی۔ عاصمہ نے بے بسی سے واثق کو دیکھا۔

"او کے تم رو لو جی بھر کر اور اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ تمہاری فضول باتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے تمہیں شہہ دی جائے گی۔ آج اگر تم نے یہ بات مذاق میں کہہ دی ہے۔ تو میں اگنور کر رہا ہوں۔" واثق سنجیدہ تھا۔

اٹھ کر کھڑا ہوا تو وردہ کچھ سہم کر خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن آئندہ اگر تم نے اس طرح کی بات سنجیدگی میں کی تو وردہ! یاد رکھنا' تمہارا بڑا بھائی ہوں۔ مجھے اس طرح کا مذاق دوسری بار پسند نہیں آئے گا۔"

"بھائی!" وہ ششدر سی رہ گئی۔

"یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔ تم اس طرح کسی بھی راہ چلتی لڑکی کا نام میرے ساتھ جوڑ کر مجھے مذاق کا نشانہ بنانا چاہو۔ یہ میں برداشت نہیں کروں گا۔ چھوٹی ہو گھر میں' سو اسی حساب سے بات کرو۔" وہ سخت درشت لہجے میں کہتا ہوا وردہ اور عاصمہ کے تاثرات دیکھے بغیر تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔ دونوں کچھ دیر کے لیے بالکل خاموش ہو گئیں۔ دوسرے لمحے وردہ پھر سے رونے لگی۔

"وردہ بس کرو' بہت ہو گیا' واثق نے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔ کم از کم تمہیں کھانے کے دوران یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اب تم سمجھ دار ہوتی جا رہی ہو' کم از کم کسی بات کو کرنے کا موقع محل سمجھ سکتی ہو۔" عاصمہ نے بھی اسے ڈانٹا۔

"امی! کیا اتنی ہی بڑی بات کر دی میں نے' جو بھائی نے اس طرح سے مجھے ڈانٹ دیا ہے۔ پری اتنی بری ہے کیا؟" اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

عاصمہ نے بے اختیار ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"اب تم دوبارہ اس لڑکی کا نام نہیں لوگی۔ او کے! کھانا کھاؤ۔ میں واثق کو دے کر آتی ہوں۔" عاصمہ اٹھ کر چلی گئی' وردہ یونہی بیٹھی رہ گئی۔

* * *

"ماما پاپا کا فون نہیں آیا؟" پری سخت پریشانی میں اندر آکر ماں سے پوچھنے لگی۔

عفت جو اجڑے حلیے میں بیٹھی تھی' نفی میں سر ہلا کر پھر آنسو پینے لگی۔ مثال اس کے پاس بالکل خاموش بیٹھی تھی۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے ساتھ لے جائیں۔ میں چلی جاتی تو یوں ان چار گھنٹوں میں ہزار بار مری تو نہیں۔"

وہ سخت گھٹی گھٹی سسکیاں لینے لگی۔ مثال کو اس پر بے تحاشا ترس آیا۔

وہ اٹھ کر خاموشی سے پانی کا گلاس لے آئی اور عفت کے آگے کیا' وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ دوسرے لمحے وہ پانی کا گلاس لے کر پینے لگی۔

"پاپا نے کچھ بتایا بھی نہیں کیوں پکڑا ہے انہوں نے ان کو۔" پری بے قرار تھی۔

"بتایا ہوتا تو میرے دل کو چین نہیں ہو جاتا۔ کئی بار فون کر چکی ہوں۔ کال ہی کاٹ دیتے ہیں۔ کس تھانے میں گئے ہیں مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں' ورنہ میں ٹیکسی کروا کے ہی جاتی۔" عفت کے دل کو سخت بے قراری لگی تھی۔ ایک پل چین نہیں آ رہا تھا۔

"میں کال کروں؟" پری نے اپنے سیل پر نمبر ملایا۔

کچھ دیر بعد فون مایوسی سے بند کر دیا۔

"عدیل کے کسی دوست کو فون کر کے کہتی ہوں تو خفا ہوں گے آ کر۔ ورنہ وقار بھائی کی بھی اچھی خاصی واقفیت تو ہو گی۔ اب وہاں رشتہ ایسا نازک ہے۔ یا اللہ۔ میں کیا کروں۔ میرے بچے کو اپنی امان میں رکھنا۔ اسے کچھ بھی نہ ہو' وہ ساتھ خیریت کے گھر آ جائے۔" عفت روتے ہوئے دعائیں مانگنے لگی تھی۔

"جاؤ آپی! تمہارا فون بج رہا ہے' اندر۔" پری گم صم بیٹھی مثال کو جتانے والے انداز میں بولی۔

"جاؤ جلدی دیکھو تمہارے پاپا کا ہو گا۔ ایک تم ہی تو ہو ان کی سگی اولاد' باقی تو سب کوڑا ہے۔" عفت ایسے میں بھی طعنہ دینے سے باز نہیں آئی۔

مثال تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

فون مسلسل بجتے ہوئے بند ہو چکا تھا۔

اس نے فون اٹھایا۔ بشریٰ کی کال پھر سے آ رہی تھی۔

مثال بجتے فون کو دیکھتی رہی۔

"کس کا فون ہے؟" پری دروازے میں آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"میری ماما کا ہے۔" مثال مجرمانہ لہجے میں آہستگی سے بولی۔

"اب بتانا انہیں' ساری رپورٹ دے دینا۔" وہ طنزیہ لہجے میں ماں کی طرح طعنہ دے کر چلی گئی۔

مثال کا جی تو بے اختیار چاہا فون ہی کاٹ دے۔

ضد میں آ کر میں وہی کام کیوں کرتی ہوں جو دوسرے چاہتے ہیں اور دوسرے لمحے اسے خیال آیا تو اس نے کال ریسیو کر لی۔

"میں دوسرے کمرے میں تھی۔" بشریٰ کے پوچھنے پر وہ سرسری لہجے میں بولی۔

"کیسی ہو تم" بشریٰ نے اس سے وہ سوال اتنے دنوں بعد آج پوچھا تھا جو وہ اس سے ان دنوں متوقع کر رہی تھی' جب وہ اس سے دور گئی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں۔" وہ مختصراً بولی۔

"اور تمہارے پاپا؟" وہ بات بڑھانے کو بولی۔

بشریٰ کیا پوچھنا چاہ رہی ہے۔ مثال سمجھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہیں وہ بھی۔"

"تمہارے پاپا نے دوبارہ کوئی بات تو نہیں کی۔" وہ مبہم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی کہ کہیں عدیل مثال کو بشریٰ کے پاس بھجوا نہ دے۔

"تمہارے اور ان کے درمیان جو جھگڑا ہوا تھا۔" وہ کھل کر نہیں پوچھ پا رہی تھی۔

"ماما! میرا کل کالج میں ٹیسٹ ہے۔ میں وہ تیار کر رہی تھی۔ آپ پلیز پھر کال کر لیجئے گا۔ مجھے ابھی پڑھنا ہے۔ خدا حافظ۔" ایک دم سے اسے بشریٰ سے عجیب سی بیزاری ہوئی تھی۔

بغیر سوچے سمجھے اس نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

انہیں مجھ سے میرے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"میں واثق سے کہوں وہ جا کر پاپا اور دانی کا پتا کرے۔" اسے خیال آیا۔

"نہیں اگر پاپا کو یہ بات اچھی نہیں لگی پھر شاید واثق کو بھی عجیب لگے۔ معلوم نہیں دانی کس مسئلے میں پکڑا گیا ہے۔" وہ کنفیوز سی بڑبڑاتے ہوئے رک گئی۔

پھر اس نے ہمت کر کے عدیل کا نمبر ملا ہی لیا اور حیرت انگیز طور پر عدیل نے اس کی کال ریسیو کر بھی لی۔

"پاپا! آپ کب گھر آ رہے ہیں ہماما بہت پریشان ہیں۔" اسے فوری طور پر یہی سمجھ میں آیا۔

"میں آ رہا ہوں کچھ دیر میں۔ گھر۔ تم۔" وہ روکھے تھکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں نا؟" وہ ایک دم سے پریشان ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں اور گھر ہی آ رہا ہوں۔"

"اور دانی۔ وہ ٹھیک ہے؟ آپ اسے ساتھ لے کر آ رہے ہیں نا؟" وہ جلدی سے پوچھنے لگی۔

مگر دوسری طرف سے عدیل نے جواب دیے بغیر فون ہی بند کر دیا تھا۔ وہ فکر مند سی ہو گئی۔

بہت دنوں بعد اسے اس گھر میں ایک فیملی ممبر کی طرح عجیب سی فکر لاحق ہوئی۔ جیسا بھی تھا دانی اس کا چھوٹا بھائی تھا اور بچپن میں مثال نے اسے بہت گود میں کھلایا تھا۔

"اللہ نہ کرے دانی کو کچھ ہو' وہ خیریت سے ہو' اور پاپا کے ساتھ ہی ہو۔" وہ انجانے میں دعا مانگنے لگی۔

"اتنی لمبی ہو گئی تمہاری ماما کی کال۔ سب کچھ بتا رہی ہو انہیں مزے لے لے کر۔" پری کو چین کہیں آ رہا تھا' اندر آ کر زہریلے لہجے میں بولی۔

مثال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پاس سے گزر کر باہر نکل گئی۔ عفت اسی طرح اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

"ماما! پاپا آ رہے ہیں گھر۔ میری ابھی بات ہوئی ہے پاپا سے۔ وہ ٹھیک ہیں۔" وہ عفت کو تسلی دینے کی خاطر بتانے لگی۔

"اور دانی۔ دانی۔ وہ ٹھیک ہے نا۔ وہ ساتھ ہے نا تمہارے پاپا کے؟" وہ بے قراری سے بولی۔

مثال لمحہ بھر کو بالکل خاموش ہو گئی۔ اگر اس نے سچ بتا دیا کہ پاپا نے دانی سے متعلق اس کے سوال کا جواب نہیں دیا تو عفت اس پر چیخنے لگے گی۔

"ماما! ٹھیک ہے' آپ پلیز اتنی ٹینشن نہیں لیں' پاپا آ رہے ہیں تھوڑی دیر میں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ نرم لہجے میں عفت کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

"ماما! آپ تو یہ دیکھیے' پاپا نے آپ کی کال ریسیو کی نہ میری' لیکن مثال آپی کی کال فوراً لے لی۔ آخر وہ ہمیں کچھ سمجھتے بھی ہیں یا نہیں۔ پتا نہیں کب ہمیں دوسرے درجے کے شہری سے آگے کچھ سمجھا جائے گا۔" عفت

جو مشال کے ساتھ بہتر محسوس کر رہی تھی' پری کے کہنے پر طنز بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسی باتوں کا شکوہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جسے کوئی کچھ سمجھتا نہیں۔ چھوڑو اب ان باتوں کا گلہ کرنا جو تمہاری مشال آپی ہیں' وہ تمہاری دادی بھی نہیں ہو سکتے۔"

مشال ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔

اسی وقت باہر گاڑی رکنے اور گاڑی کا دروازے کھلنے اور دوسرے لمحے ڈور بیل بجنے کی آواز آئی۔

"پاپا آگئے!" پری سب کچھ بھلا کر تیزی سے گیٹ کھولنے کے لیے باہر بھاگی تھی۔

اور دوسرا لمحہ عفت کے ساتھ مشال کے لیے بہت حیرت انگیز اور پریشان کن تھا۔ پری کے ساتھ وقار اور فائزہ مسکراتے ہوئے پھول اور کیک لیے اندر آرہے تھے۔

مشال ایک دم سے کھڑے ہو کر انہیں سلام کرنا بھی بھول گئی۔ فائزہ نے خود ہی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا کر پیار کرنا شروع کر دیا۔

عفت کو خود کو سنبھالنے میں کچھ ہی وقت لگا تھا۔

"ہم یہاں سے گزر رہے تھے تو سوچا آپ لوگوں سے ملتے چلیں بلکہ بھابھی! سچ کہوں تو یہاں سے گزرتے ہوئے' اپنی مشال بیٹی کو دیکھے بغیر جانا اچھا نہیں لگا' اس لیے بغیر بتائے آگئے۔ آپ کو برا تو نہیں لگا؟" فائزہ مشال کو پیار کرنے سے فارغ ہو کر خوش گوار لہجے میں آنے کی وجہ بتانے لگی۔

"آپ کا اپنا گھر ہے' جب چاہیں آئیں۔ اطلاع دینے کی بھی کیا ضرورت ہے۔" عفت بظاہر سنبھل کر بولی۔

"کوئی بھی مصیبت کب اطلاع دے کر آتی ہے۔" دل میں جل کر بولی تھی۔

"عدیل بھائی کہاں ہیں؟ کیا آفس سے نہیں آئے ابھی تک۔" وہ ادھر ادھر دیکھ کر گھر کی خاموش پریشان فضا سے کچھ اخذ کرتے ہوئے بولی۔

"ٹائم تو نہیں ہے اب آفس کا۔" وقار گھڑی دیکھتے ہوئے بولے۔

"جی آگئے تھے آفس سے تو ایک کام سے باہر گئے ہیں۔ ابھی آتے ہوں گے۔ آپ آئیں اندر ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔ پری کال کرو بیٹا! پاپا کو ذرا جلدی گھر آجائیں۔" عفت انہیں یہاں سے ہٹانا چاہ رہی تھی۔

"ارے بھابھی! تکلف نہیں' ہمارا اپنا گھر ہے۔ ہم یہیں ٹھیک ہیں۔" وقار وہیں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے اپنائیت بھرے لہجے میں بولے۔

عفت کو اور بھی پریشانی لاحق ہو گئی۔ اگر ابھی عدیل آگئے دائی کو لے کر تو مسئلہ ہو جائے گا اور اس بات کا ملبہ بھی مجھ پر ڈالا جائے گا کہ میں نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو یہاں بٹھا دیا۔

وہ پریشان ہوتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

"آنٹی' انکل پلیز آپ اندر آجائیں۔ یہاں ٹھنڈ ہے اور پھر پاپا بھی آتے ہی خفا ہوں گے کہ آپ کو یہاں راستے میں کیوں بٹھا دیا۔ آجائیں پلیز۔"

مشال بے تکلفی سے فائزہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اندر لے جانے لگی۔ وقار نے فائزہ کو اشارہ کیا اور دونوں اندر چلے گئے۔

"دیکھا آپ نے آپی کو کس چالاکی سے انہیں اندر لے گئی ہیں' اوپر اوپر سے ڈرامے کر رہی ہے کہ اس رشتے سے خوش نہیں ہیں اور اندر سے۔" پری ان کے جاتے ہی دھیمی آواز میں بولی۔

"جانتی ہوں میں۔ کس ماں کی بیٹی ہے۔" عفت بڑبڑا کر اندر چلی گئی۔

* * *

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

اگر میرے نصیب میں نہیں تھیں تو مجھے ملیں کیوں۔ واثق کو لگتا تھا اب اس کی ہر رات اسی طرح کے گلے شکوے کرتے گزرے گی۔

وہ پھر سے مشال کے ادھورے اسکیچز نکال کر بیٹھا تھا اور شام غم منا رہا تھا۔

”کیا کروں مشال میں کہ تم میری ہو جاؤ۔“ وہ یک ٹک ایک ہی تصویر کو جس میں اس کے چہرے کا بایاں رخ اس کے ریشمی بالوں میں چھپا ہوا تھا‘ دیکھے جا رہا تھا۔

”اور یہ ورد بے وقوف لڑکی۔“ اسے خیال آیا۔ ”لیکن نہیں صرف ورد بے وقوف نہیں وہ لڑکی پری۔۔۔ اس کے انداز‘ اس کے دیکھنے کا طریقہ۔۔۔ وہ جس طرح مجھ سے بے تکلف ہو رہی تھی۔“

واثق کے دماغ میں پری کے چہرے کی خوشی اور آنکھوں کی چمک گردش کرنے لگی۔

”کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ یہ کیڑا صرف ورد کے دماغ میں نہیں ہے‘ اس لڑکی کے دل میں بھی کہیں موجود ہے۔ اور وہ۔ مشال کی سوتیلی بہن۔“ وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔ ”نہیں مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا بلکہ مجھے اس لڑکی سے ملنے میں اب احتیاط کرنا ہو گی۔“ وہ مشال کو سوچتے سوچتے کچھ اور ہی سوچنے لگا تھا۔

”مجھے ورد کو بھی سختی سے منع کرنا ہو گا کہ وہ لڑکی دوبارہ یہاں نہیں آئے۔“ وہ دل میں فیصلہ کرنے لگا۔

”لیکن نہیں۔ اس طرح تو ورد کو بھی شک ہونے لگا کہ شاید میں اس میں انوالو ہوں۔ اور اس پری کو بھی۔“

اسے دوسری سوچ نے ٹھٹکایا۔

”کیا بات ہے واثق! میں تمہیں کھانا دے کر گئی۔ ابھی تک ویسے ہی رکھا ہے‘ تم نے کھایا کیوں نہیں؟“ عاصمہ نے اندر آتے ہوئے پوچھا تو اس نے آہستگی سے الماری کا پٹ بند کر دیا اور پیچھے ہٹ کر خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے دراز میں کچھ ٹٹولنے لگا۔

”واثق! کیا بات ہے بیٹا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“

”جی امی! آئی ایم فائن۔ بس دل نہیں چاہ رہا تھا اس لیے نہیں کھایا۔ آپ پلیز گرما گرم چائے دے دیں۔ اس کی سخت طلب ہو رہی تھی اور پلیز امی! آپ اب یہ چھوٹے چھوٹے کام ورد سے کروایا کریں۔ اسے بھی کچھ کام کی عادت ہو۔ دوسرے آپ کو تھوڑا ریسٹ کرنا چاہیے۔“

وہ اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے نرمی سے بولا۔

”ابھی اسے کام کرنے کی عادت کہاں ہے‘ پھر پڑھائی کا بھی بوجھ ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ ابھی صرف اپنی پڑھائی پر فوکس کرے۔“

”پھر بھی امی! اسے تھوڑا کام میں ڈالیں یہ آپ کے لیے ضروری ہے۔“ وہ پھر سے بولا۔ عاصمہ کسی اور ہی دھیان میں گم تھی۔

”واثق!“ وہ کچھ دیر بعد بولی۔

”جی امی!“ وہ اس کے انداز پر کچھ چونکا۔

”ایک بات کہوں‘ اگر تم وعدہ کرو کہ اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو گے۔ فوراً غصہ نہیں کرو گے۔“

واثق کچھ چونک کر ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ یعنی کوئی اہم بات تھی؟

”پلیز امی! آپ جانتی ہیں میں بلاوجہ غصہ نہیں کرتا۔“ وہ جیسے ماں کو یاد دلاتے ہوئے بولا۔

”میں جانتی ہوں۔ میرا بیٹا کتنا سمجھ دار ہے۔“ وہ کچھ اور بے بسی سے بولی تھی۔ واثق کو یہی لگا۔

”واثق! ورد کی بات میں وزن ہے۔ وہ لڑکی پری مجھے بھی اچھی لگی ہے۔ بے شک تمہارے ساتھ اس کا عمر کا کچھ فرق ہے بیٹا لیکن۔۔۔“ وہ اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"فار گاڈ سیک امی! آپ تو ایسی بات نہیں کہیں۔" وہ بری طرح سے جیسے ہرٹ ہوا تھا۔

"واثق! پری نہ سہی' کچھ دنوں' کچھ مہینوں بعد تو تمہیں ایسی کسی بات کے بارے میں سوچنا ہے میری جان! کیونکہ بہرحال شادی تو تمہاری مجھے کرنی ہے۔ تو پھر پری اس لحاظ سے بہترین آپشن ہو گا۔" وہ سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اور واثق کو لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کو کسی اندھیرے غار کی طرف دھکیل رہا ہو۔

"واثق! تم سن رہے ہو ناں۔" اسے ساکت بیٹھا دیکھ کر وہ اسے ہلا کر بولی۔

"امی پلیز! مجھے بہت کام کرنا ہے۔ آپ بھی جا کر اب ریسٹ کریں۔ دوا لے لی تھی آپ نے؟" وہ موضوع کو صاف ٹالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"واثق۔ کیا تم نے میری بات سنی نہیں ابھی جو میں نے تم سے کہی؟" وہ کچھ خفگی سے پوچھ رہی تھی۔

"سن لی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"پھر تم نے جواب کیوں نہیں دیا۔" وہ اسی خفگی سے بولی۔

"آپ کو شاید میرا جواب اچھا نہیں لگے۔" وہ جتا کر بولا۔ عاصمہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ کچھ دیر خاموش رہی' شاید اسے سمجھانے کے لیے الفاظ سوچتی رہی۔

"واثق! تم جانتے ہو ناں مثال کی انگیجمنٹ ہو چکی ہے۔ تم نے خود مجھے بتایا تھا نا!" وہ اسے یاد دلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"امی! آپ جو کہنا چاہتی ہیں اس میں کچھ بھی ایسا نہیں جو میرے لیے کچھ خاص ہو۔ مثال میری قسمت میں نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ اس سے آگے مجھے کیا سوچنا ہے' کیا کرنا ہے۔ میں کچھ بھی طے نہیں کر سکا اور فی الحال کچھ مہینے طے کرنا بھی نہیں۔ کیا آپ مجھے اتنا ٹائم دیں گی؟" وہ کچھ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عاصمہ کو لگا جیسے اس کے دل کو بھی کچھ ہونے لگا ہے۔

اس کا اتنا پیارا' سلجھا ہوا' سمجھ دار بیٹا دل کے معاملے میں پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھا بیٹھا تھا۔

"بالکل واثق! تم جتنا چاہو' ٹائم لو' مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن بیٹا! تم جب بھی سوچو' پری بہت پرفیکٹ ہے' تم سمجھ رہے ہو ناں!" وہ اپنی پسند ڈھکے چھپے انداز میں اس پر ظاہر کر رہی تھی۔

"امی! مثال کے بعد پری اگر دنیا کی آخری لڑکی بھی ہو گی تو بھی میں اس کے بارے میں سوچنا بھی پسند نہیں کروں گا۔ میں ساری زندگی شادی کے بغیر رہ سکتا ہوں' لیکن پری کے بارے میں قطعاً" نہیں سوچ سکتا۔ آپ آئندہ مجھ سے اس لڑکی کے بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کیجیے گا۔"

وہ اتنے حتمی اور ٹھوس لہجے میں کہہ رہا تھا کہ لمحہ بھر کو عاصمہ بھی جیسے گنگ سی رہ گئی۔

"اتنے سخت لہجے میں انکار کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔" وہ کچھ ناگواری سے بولی۔

"کیا مجھے وجہ بھی بتانی ہو گی؟" وہ انتہائی ناراضی سے پوچھنے لگا۔

"واثق!" وہ خفگی سے بولی۔

"امی پلیز! آپ وردہ کو سمجھائیے گا۔ آئندہ وہ مجھے اس معاملے میں پریشرائز نہیں کرے گی۔ مجھے بالکل بھی یہ بات پسند نہیں۔ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔ ایکسکیوز می۔" کہہ کر فون اٹھا کر کوئی نمبر ملانے لگا۔ عاصمہ اسے دیکھتی رہی پھر اندر چلی گئی۔

* * *

"عدیل!" عفت زور سے چیخی تھی اور باہر کھڑی مثال جو ان کے لیے چائے لے کر آ رہی تھی۔ وہیں ٹھٹک کر رہ

گئی۔

"چلاؤ مت۔ میں نہ صرف چلا سکتا ہوں بلکہ بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ جس طرح تمہارے لاڈلے کو میں اتنا ذلیل ہو کر حوالات سے لایا ہوں۔ میرا دل چاہ رہا تھا میں وہیں کسی گاڑی کے نیچے خود کو ختم کرلوں۔ ایسی رسوائی کا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔" مثال نے کبھی عدیل کو اس طرح چیختے ہوئے نہیں سنا تھا سوائے اس دھندلی یاد کے جب اس نے شری کو چلاتے ہوئے طلاق دی تھی۔

"اس نے جو کچھ کیا' وہ سب بعد میں بتانا' ابھی صرف یہ بتایئے یہ لڑکا کیا آپ کی اولاد نہیں ہے۔" عفت اس کے چیخنے پر خوف زدہ ہونے کے بجائے اور بھی تندی سے بولی تھی۔

"تمہارا دماغ انہیں وسوسوں نے خراب کردیا ہے۔ تم نے کبھی دھیان نہیں دیا کہ تم ان بچوں کی پرورش کیسے کررہی ہو۔ ایک ہی بیٹا جس کا تمہیں زعم تھا عفت! تم سے وہ نہیں سنبھالا گیا۔ سولہ سال کی عمر میں وہ چوریاں کرنے لگا ہے۔ اس نے تین لڑکوں کے ساتھ مل کر گینگ بنا رکھا ہے اور آج کی واردات اس کی پہلی واردات نہیں تھی۔" عدیل کا بولتے ہوئے جیسے سانس پھولنے لگا۔

اور عفت اسے دیکھتی جارہی تھی۔

"لڑکیوں کے پرس چھیننا' ان سے ملنے والی چیزوں سے انہیں بلیک میل کرنا اور نہ جانے کیا کیا۔ ایک لمبی فہرست تھی الزامات کی اس پر اور ان تین لڑکوں پر۔" عدیل بولتے بولتے ہانپ گیا۔

"اگر ایف آئی آر درج ہوجاتی' اگر ڈی ایس پی میرا واقف کار نہیں نکلتا' اگر میں ان کی منت نہیں کرتا تو تمہارا بیٹا۔ چلو۔ میری اولاد' آج سے لے کر کتنے مہینوں کے لیے جیل میں پڑا جاتا' تم سوچ سکتی ہو۔"

وہ نڈھال بیڈ پر گر گیا تھا۔

"تم سے ایک بیٹا نہیں سنبھالا گیا۔"

"صرف میری ذمہ داری نہیں ہے بچوں کی پرورش۔"

"یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں ایک غیر ذمہ دار باپ ہوں۔ ہاں ٹھیک کہا تم نے۔ مجھے بھی تھانے جاکر ایسا ہی لگا کہ میں ایک انتہائی غیر ذمہ دار باپ ہوں' جس کا جوان ہوتا بیٹا گندے کاموں میں ملوث اور مجھے کسی بات کی خبر نہیں۔"

عدیل کو لگ رہا تھا جیسے وہ سو سال کا ہو گیا ہو ان چند گھنٹوں میں۔

"اور آپ کے خیال میں میں نے فائزہ اور وقار بھائی کو فون کرکے بلایا۔ آپ اور کتنے بدگمان ہوں گے مجھ سے۔" عفت بھی سر پکڑ کر رونے لگی۔

"میں جیسی بھی سہی عدیل! مثال کی سوتیلی ماں سہی' مگر ایک بیٹی کی ماں تو میں بھی ہوں۔ کبھی تو مجھے بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔" عفت کا دل چاہ رہا تھا دھاڑیں مار مار روئے۔

آج اسے لگ رہا تھا جیسے اتنے سارے سال اس نے یونہی عدیل کی رفاقت میں گنوادیے۔ اس کے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔

نہ عدیل کی وفاقت' نہ اس کی محبت' اس کا اعتبار اور آج اولاد کی طرف سے ملنے والا یہ گھاؤ۔ وہ تو جیسے سراسر خسارے میں تھی۔

"وہ دونوں خود آئے تھے۔ میں کیوں بلاتی انہیں۔" وہ شکست خوردہ سی کہہ رہی تھی۔ "آپ نے بات کی دانی سے۔ کیا سمجھایا اسے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اسے پھر خود ہی بولنا پڑا۔

"تمہارے خیال میں میں اتنی دیر اور کیا کرتا رہا' اسے سمجھاتا رہا اور پوچھتا رہا کہ میں نے اسے کب کسی چیز کی کمی کی ہے' کب اسے محرومیاں دی ہیں' اسے کچھ بھی چاہیے ہوتا تھا میں نے دیا تو ہے۔" عدیل صدمے سے

چور تھا۔

"آپ سے الگ جو بھی وہ مجھ سے کہتا میں بھی تو مانتی تھی۔" وہ بھی آہستگی سے بولی۔

"میں نے تو ہمیشہ اس کے دوستوں کا بھی پیار کھا۔ معلوم نہیں کہاں چوک ہو گئی۔"

"اب کیا کرنا ہے؟" کچھ دیر بعد وہ پھر عدیل سے آگے کا لائحہ عمل جاننا چاہ رہی تھی۔

"میں کیا بتاؤں۔ ہر طرح سے سمجھا چکا ہوں۔ قسمیں کھاتا ہے۔ وعدے کرتا ہے اور پھر کوئی نہ کوئی ایسی حرکت۔ مجھے اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا۔ معلوم نہیں اللہ مجھے کس گناہ کی سزا دے رہا ہے ایسی اولاد دے کر جو مجھے صرف اذیت دینا جانتی ہے۔" عدیل کا ٹوٹا ہوا لہجہ کسی کرب کی مانند مثال کے دل میں اترا تھا' وہ آہستگی سے مڑ گئی۔

"پتا نہیں کس گناہ کی خدا مجھے سزا دے رہا ہے ایسی اولاد دے کر جو مجھے صرف اذیت دینا جانتی ہے۔"

مثال کے کانوں میں بار بار عدیل کا کرچی کرچی لہجہ گونج رہا تھا۔

"میرے پاپا دنیا کے سب سے اچھے پاپا ہیں۔ سب سے بہادر' سب سے زیادہ ہمت والے۔" اسے یاد آیا۔ نرسری میں وہ اپنی فرینڈ کے ساتھ محبت سے اپنے پاپا کے متعلق اسی طرح کے جملے بولا کرتی تھی۔ آج اس کے بہادر پاپا اپنی اولاد کی وجہ سے اپنے گناہ شمار کر رہے تھے۔

"نہیں! میں اپنے پاپا کو اب کوئی دکھ نہیں دوں گی۔" اس نے بستر پر لیٹنے سے پہلے فیصلہ کر لیا۔

"اور ماما سے اچھے تو پاپا ہیں نا۔ انہوں نے اس وقت مجھے قبول کیا' جب ماما نے اس احسن کمال کے سامنے بھی میرے حق میں ایک لفظ نہیں بولا' صرف اپنے گھر کو بچانے کے لیے انہوں نے اس کمینے سیفی کو ایک بھی گالی نہیں دی۔"

اسے جانے کیا کچھ یاد آنے لگا تھا۔ اسی وقت اس کا سیل فون بجنے لگا۔

واثق کی کال تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا تم مجھے یاد کر رہی تھیں؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ رکھائی سے بولی۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ دعوے سے بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"یار ایسا ہو نہیں سکتا کہ ایک آدمی جس کا دل اسے بتائے کہ دوسرا شخص اس کو مس کر رہا ہے' وہ سارے کام چھوڑ کر اسے کال کرے۔ سو میں نے بھی ایسا ہی کیا۔"

"آپ کی باتیں بہت عجیب سی ہوتی ہیں۔" وہ کچھ بھی نہیں سمجھی تھی' سو یونہی کہنے لگی۔

"تم پریشان ہو مثال؟" وہ رک کر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"پلیز تم مجھ سے جھوٹ بولنا بند کر دو۔" وہ اسے ٹوک کر بولا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"تم بول رہی ہو۔" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"واثق! میں نے فیصلہ کیا ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"میں سن رہا ہوں۔ تم کہو۔" وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"میں اب اپنے پاپا کو کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گی۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ واثق کچھ لمحے خاموش رہا۔

"مثال! میرے خیال میں تم نے پہلے بھی اپنے پاپا کو کبھی کوئی دکھ شعوری طور پر نہیں دیا۔ جتنی کہانی تم نے مجھے اپنی سنا رکھی ہے، جو کچھ بھی غلط ہوا، کبھی بھی تمہاری وجہ سے نہیں ہوا۔" وہ اسے کسی اور ہی طرح سے روشنی میں لا رہا تھا۔

"ہاں! لیکن جس کی وجہ سے بھی ہوا، پاپا تو ہرٹ ہوئے اور واثق! میں نے اپنے پاپا کو ماما سے سیپریشن کے بعد کبھی بھی کھل کر ہنستے، خوش ہوتے نہیں دیکھا۔" وہ اس وقت بہت حساس ہو رہی تھی۔

"تم ان کے لیے کیا کرنا چاہتی ہو؟ تمہارے ذہن میں کچھ ایسا ہے، جس سے وہ واقعی خوش ہو جائیں۔" وہ اس کے ارادے جاننا چاہ رہا تھا۔

"ہاں میں نے سوچ لیا ہے، شام میں فائزہ آنٹی اور انکل آئے تھے فہد کے پیرنٹس۔ فہد اسی مہینے آ رہا ہے پاکستان۔ وہ فوراً" شادی کرنا چاہیں گے اور..."

"اور تم اس شادی کے لیے اب راضی ہو۔ اب اپنے پاپا کو انکار نہیں کرو گی۔ اس سے انہیں خوشی ملے گی۔" وہ اسے ٹوک کر بولا۔

"ہاں بالکل! میں نے یہی سوچا ہے۔" وہ خوش سے بولی۔

"اور تمہیں کیا ملے گا۔ یہ بھی تم نے سوچ لیا ہے۔" وہ کچھ جتا کر کہہ رہا تھا۔

مثال کچھ بول نہیں سکی۔

"سو جاؤ۔ کافی رات ہو گئی ہے۔ رات کے ارادے اور فیصلے دن کی روشنی میں اکثر کمزور پڑ جایا کرتے ہیں۔ ہم کل بات کریں گے۔ خدا حافظ۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

مثال اس کی بات لے کر سوچتی رہی اور جانے کب نیند کی وادی میں اتر گئی۔

* * *

وردہ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

یہ اتنی بے یقینی کی بات تو نہیں تھی... لیکن نہیں... تھی! بس اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ یہ بات اب وہ کہیں بھی نہیں دہرائے گی اور نہ کسی سے کہے گی۔ کیوں کہ اسی کی وجہ سے اس کا بھائی اس سے خفا تھا۔

مگر یہ بات کس طرح "سفر" کرے گی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا۔

"میں خود نہیں جانتی وردہ! لیکن میرا دل... جب سے میں تمہارے گھر سے آئی۔" پری بہت الجھی ہوئی تھی۔ رک رک کر بول رہی تھی جیسے اسے اپنے جذبات کا اظہار کرنا نہ آ رہا ہو۔

"میں رات بھر سو نہیں سکی۔ مجھے نہیں پتا یہ کیا ہے۔ محبت ہے یا... میں ساری رات صرف تمہارے بھائی کے بارے میں سوچتی رہی... خواب میں بھی انہیں دیکھتی رہی وردہ! یہ کیا ہے؟"

وہ آنکھوں میں نمی لیے بس رو دینے کو تھی۔ اور وردہ کو لگ رہا تھا وہ بھی ابھی سب کے بیچ بیٹھی رو ہی پڑے گی۔ اتنی اچانک بات کا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا اور وہ پری کو کوئی دلاسہ بھی نہیں دے سکی۔ بس بے بسی سے دیکھتی رہی۔

* * *

"میں آج واثق سے کہہ دوں گی کہ ہم آئندہ کبھی آپس میں نہ ملیں گے نہ فون پر بات کریں گے۔ آج سے ہم دونوں کے راستے بالکل جدا ہیں۔ مجھے صرف پاپا کی خوشی میں خوش ہونا ہے۔ فہد یقیناً" اچھا ہو گا۔ فائزہ آنٹی اور انکل اتنے اچھے ہیں، مجھے اب کچھ اور نہیں سوچنا۔" وہ سوچتی ہوئی آ رہی تھی جب سامنے گاڑی میں بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ شاکڈ سی رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آ جاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آ جائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے

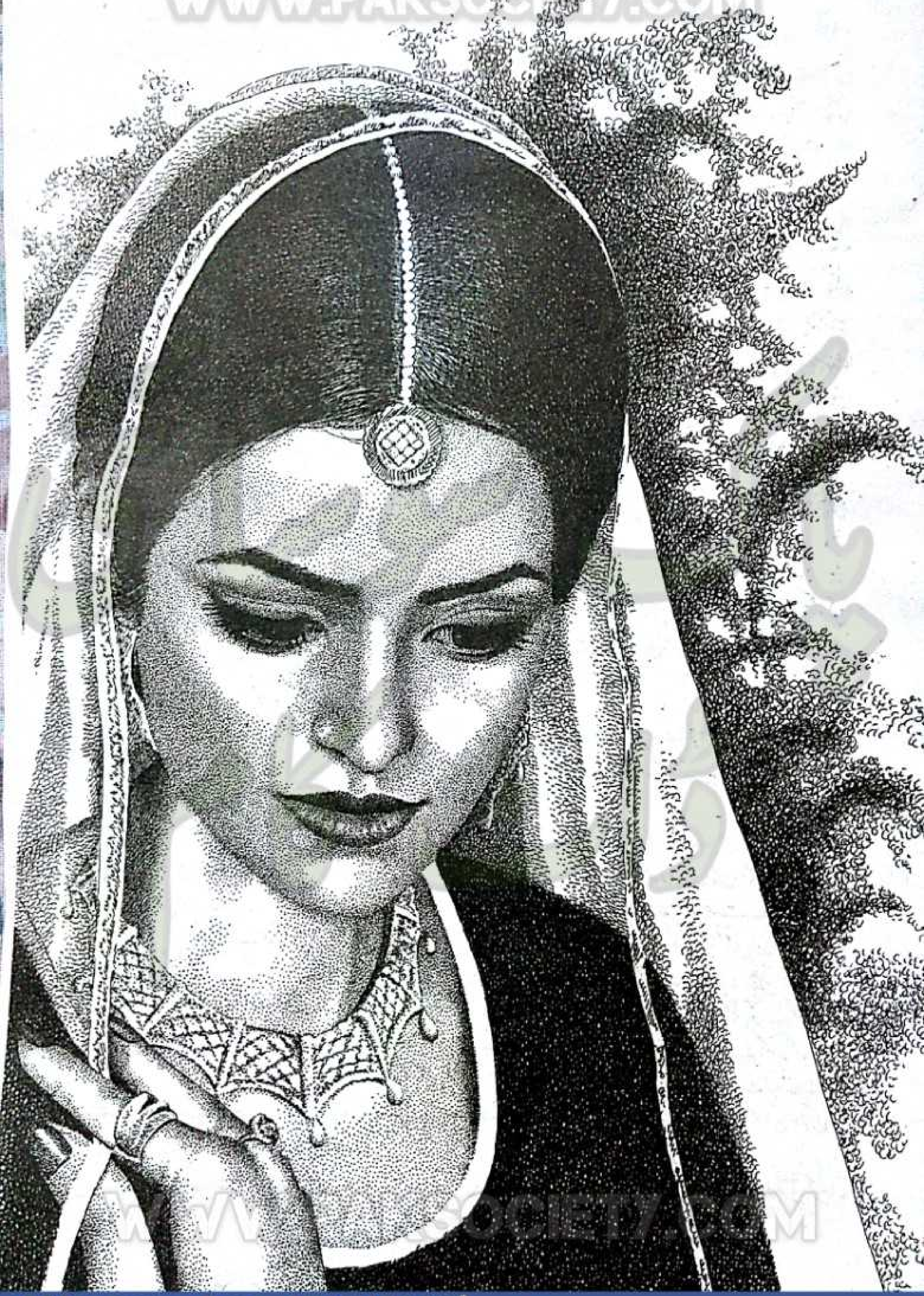

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ پاتی ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آ کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل، عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچانک شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں، مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ کرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال، بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ، بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آ کر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً ”پوش ایریا“ میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

سیفی، مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کر لیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کر چکا ہے۔ واثق، عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کر دیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہو جاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ مگر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کر کے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہو جاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کر دیتا ہے۔ عفت، مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہو جائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہو جاتی ہے جو کافی ناز و ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو وردہ جو اسے بہت پسند کرتی ہے، واثق کی بہن ہے۔ منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کر دیتی ہے۔ عفت خوش ہو جاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کر کے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتا دیتی ہے۔ عدیل از حد پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشے، وردہ سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

پچیسویں قسط

وہ کچھ لمحے وہیں کھڑی خالی دماغ سی دیکھتی رہی۔

سامنے گاڑی میں بیٹھا عدیل احمد کسی اور ہی طرف یک ٹک دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

مثال کو ہمیشہ کی طرح اپنے باپ پہ الگ طرح ہی کا پیار آیا تھا۔

”پاپا دانی کے واقعے کے بعد کس قدر پریشان ہیں، پھر عفت ماما کا رویہ، کتنے اکیلے سے ہو گئے ہیں بچارے اور پھر جس طرح میں انہیں پریشان کر رہی ہوں انہیں مجھ سے تو یہ امید نہیں ہوگی۔“

وہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سارے کردہ ناکردہ جرم اپنے ہی کھاتے میں ڈال کر عدیل کو سرخرو کر رہی تھی، جب ہارن کی آواز نے اسے چونکایا۔ عدیل ہارن بجا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ دوپٹہ ٹھیک کرتی فائل کو سینے سے لگائے مضبوط قدم اٹھاتی گاڑی کی طرف بڑھی۔

"پتا نہیں وہ آج اسے خود کیوں لینے کے لیے آئے تھے' ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا' کم سے کم' بہت سالوں سے تو بالکل بھی نہیں۔" اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

"پاپا! پری کو بھی بلا لوں ویسے اس کی ابھی دو کلاسیں رہتی ہیں۔ میں اسے کہہ دوں جا کر۔" وہ گاڑی کے پاس جا کر شیشے میں جھک کر پوچھنے لگی۔ عدیل نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

اور نفی میں سر ہلا دیا۔

اس نے گہرا سانس یوں لیا جیسے کہیں بہت دور کا سفر کر کے آیا ہو۔

"تم آجاؤ۔۔۔ پری اپنی وین میں آجائے گی۔" وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔ مثال خاموشی سے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"پاپا!" اس کی مسلسل خاموشی پر وہ کچھ دیر بعد قدرے محتاط لہجے میں آہستگی سے بولی۔

"گھر میں سب ٹھیک ہے نا!" اسے کچھ ایسا لگا جیسے کچھ ہوا ہو۔

"پتا نہیں۔" وہ عجیب لاتعلقی سے بولا تو وہ حیران سی رہ گئی۔

"آپ آفس سے آرہے ہیں؟" وہ پھر رہ نہ سکی تو کچھ توقف سے بولی۔

"ہوں!" معلوم نہیں وہ بات ہی نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا!" وہ اس کے انداز پر رہ نہ سکی تو تھوڑی دیر بعد پھر پوچھنے لگی۔

"اگر گھر میں کچھ ہوگا یا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی تو ہی میں آپ کو پک کرنے آسکتا ہوں' تمہارے پوچھنے کا یہ مطلب ہے کیا؟" وہ لہجے میں بہت کچھ جتاتے ہوئے بولا تو وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

"نہیں پاپا سوری!" وہ واقعی میں شرمندہ ہوگئی تھی۔

"سوری۔۔۔ فار واٹ؟" وہ پھر سے الٹا پوچھنے لگا۔

وہ کچھ بول ہی نہ سکی گود میں رکھی فائل پر اپنی نم انگلیاں یوں ہی پھیرتی رہی۔

اگر باپ اور بیٹی کے بیچ میں ماں نہ رہے تو بیٹی کو باپ کو سمجھنا' اس سے بات کرنا کتنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ماں ان دونوں کے درمیان پل ہوتی ہے اور بہت سال ہوئے مثال اور عدیل کے تعلق کے بیچ کا یہ پل کہیں کھو گیا تھا۔ گر گیا تھا۔ دونوں کے درمیان اب خلا سا تھا اس پل کے کھو جانے کے بعد۔

اور وہ خلا اتنے سالوں کی مدت بھی' اس کو نہیں بھر سکی تھی' بلکہ عفت اور اس کے دونوں بچوں کے آجانے کے بعد یہ خلا کچھ اور بڑھ گیا تھا۔

کاش میں اسی آسانی کے ساتھ پاپا سے بات کر سکتی جتنی آسانی اور بے تکلفی سے میں ماما کی موجودگی میں کر لیا کرتی تھی۔

"پتا نہیں پاپا مجھے کیوں خود سے اتنی دور دور محسوس ہوتے ہیں' ایک عجیب سا خوف' عجیب سا رعب۔۔۔ میں ڈر گئی ہوں ان سے۔ کبھی بھی کھل کر بات نہیں کر پاتی اور اب تو یہ خوف اور بڑھ گیا ہے کہ کہیں پاپا مجھے ماما کے پاس نہ بھجوا دیں۔"

وہ کن انکھیوں سے باپ کو دیکھتے ہوئے افسردہ سی بیٹھی کچھ سوچے جا رہی تھی۔

عدیل کیا سوچ رہا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا' کیونکہ اس کا چہرہ بظاہر سپاٹ تھا' لیکن سامنے سیدھی سڑک پر جمی اس کی نظروں میں بہت کچھ تھا۔

گہری سوچ' فکر اور دکھ۔۔۔ یہ تینوں چیزیں مثال کو اپنے باپ کے ساتھ جڑی بالکل اچھی نہیں لگتی تھیں۔

"دادو کی زندگی میں تو پاپا پھر بھی کبھی کبھار ہنس پڑتے تھے، بے ساختہ مسکرا لیتے تھے، مگر اب تو جیسے وہ مسکرانا بھول گئے ہیں۔ اس کا دل پھر باپ کے لیے پگھلا جا رہا تھا۔

وہ گہرا سانس لے کر باہر کی طرف دیکھتے ہوئے چونک سی گئی۔

"پاپا ہم گھر نہیں جا رہے کیا؟" کچھ دیر تک وہ رہ نہ سکی تو پھر پوچھنے لگی۔

"جا رہے ہیں گھر میں۔" بڑا مبہم سا جواب تھا جبکہ وہ جانتی تھی یہ رستہ کم از کم گھر نہیں جا رہا۔

عدیل کا دھیان بھی اس کی طرف نہیں تھا۔ خدا جانے وہ کس بات کو اتنی توجہ سے سوچ جا رہا تھا۔ اب مثال کو کچھ پریشانی ہونے لگی۔

* * *

"پاکٹ منی۔" وہ تنفر سے ہنکارا۔

"دانی!" عفت اس کے انداز سے گنگ سی تھی۔

"آپ کے نزدیک سو دو سو روپیہ پاکٹ منی ہے۔ مائی فٹ اتنے میں آپ ایک ڈھنگ کا برگر کچھ بھی تو نہیں کھا سکتے۔ ایک اچھا ڈرنک بھی نہیں لے سکتے اور آپ کہتی ہیں۔ مجھے پاکٹ منی ملتی تو ہے۔" وہ غصے میں بھرا ہوا تھا آج عفت نے اسے اسکول نہیں بھیجا تھا۔

وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی، اسے سمجھانا چاہتی تھی، لیکن وہ کسی بھی بات کو سننے سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

اس کی اپنی ہی دنیا تھی، جس میں ہر بات کی الگ ہی لاجک تھی۔

"میرے فرینڈز کے پاس ان کی پاکٹ میں، ان کے والٹ میں ففٹی تھاؤزنڈز سے کم پیسے نہیں ہوتے۔ میں تو اپنے فرینڈز میں ڈھنگ سے بات بھی نہیں کر سکتا۔ میرا والٹ ہمیشہ خالی ہوتا ہے اور مٹھی میں آپ کے شوہر سو دو سو روپے دے کر سمجھتے ہیں، وہ اپنی ذمہ داری بڑے شان دار طریقے سے نبھا رہے ہیں۔" غصہ، نفرت، طیش، بیزاری کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں؟

عفت جب بھی دانی سے اس طرح کھل کر بات کرنا چاہتی، کسی نئی دنیا کی حیرت میں گم ہو جاتی تھی۔ وہ ہر بار ایک بدلا ہوا دانی ہوتا تھا۔ معلوم نہیں وہ ایسا کیوں تھا۔

لاکھ سر پٹخنے پر بھی عفت کو معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

"تمہارا باپ اتنا امیر آدمی نہیں ہے دانی!" وہ بے بسی و بے چارگی کی تصویر بن کر بولی۔

"تو پھر وہ مجھ سے کس طرح (توقع) Expect کرتے ہیں کہ میں محنت کروں گا، میں بہت کچھ بنوں گا۔ وہ خود کیوں نہیں محنت کرتے۔ کیوں دوسروں کے فادرز کی طرح آگے بڑھتے ان کی طرح پیسہ نہیں کماتے.... وہ جس جاب پر پہلے دن لگے تھے، آج تک وہیں خود کو کھپا رہے ہیں۔ ہر سال دو تین ہزار روپے کی انکریمنٹ سے وہ خوش ہو جاتے ہیں، پراؤڈ فیل کرتے ہیں کہ وہ کتنا ارن کر رہے ہیں۔"

وہ سولہ ساڑھے سولہ سال کا دانی تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا۔

"میرے پاس نہ برانڈڈ کپڑے ہوتے ہیں، نہ اس اسٹینڈرڈ کی ڈریسنگ ہوتی ہے میری، جس طرح کی میرے فرینڈز کرتے ہیں۔ میں کس طرح ان کے درمیان موو کروں، مجھے خود سے Irritation (جھنجلاہٹ) ہوتی ہے۔ میں خود کو بونا فیل کرتا ہوں۔ ایک سیلف میڈ، غریب باپ کا بیٹا۔ ایک بیٹا ہی ہوں میں پاپا کا، انہوں نے کبھی

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرے ساتھ کچھ اسپیشل نہیں کیا۔ ان کا رویہ، ان کی سوچ میرے لیے ہمیشہ فار گرانٹیڈ ہوتی ہے۔" وہ حیرت انگیز انکشاف کر رہا تھا۔

"ایسے نہیں سوچتے دانی! وہ تم سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔" عفت نے بات کو سلجھانے کی طرف پیش قدمی کی۔

"مجھے ان کی محبت کی ضرورت نہیں، مجھے وہ جو کچھ پرووائیڈ کرتے ہیں اس میں ان کی محبت نظر آنی چاہیے، ان کی پروا میرے لیے ان کا خیال... کچھ بھی تو نہیں۔ الٹا میں اپنے دوستوں میں بیٹھ کر شرمندہ ہوتا ہوں کہ میں اپنے پیرنٹس کا ایک ہی بیٹا ہوں... کوئی بھی... کوئی بھی میری تکلیف کو نہیں سمجھ سکتا آپ بھی نہیں... پاپا بھی نہیں۔" اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور عفت کی حیرت!

"اسی لیے... اسی لیے میں یہاں اس گھر میں کسی سے بات نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی مجھے نہیں سمجھتا۔ سمجھنا چاہتا بھی نہیں، جب کسی کو بھی میری پروا نہیں تو مجھے بھی کسی کی فکر نہیں۔ آپ لوگ اپنی مرضی سے زندگی جئیں مجھے میری مرضی سے جینے دیں، مت انٹرفیر کریں جو کچھ میں کر رہا ہوں۔" وہ کھڑے ہو کر زور زور سے بول رہا تھا۔

اور عفت کو جیسے خود پر قابو پانا محال ہو گیا۔ اس نے ایک دم سے اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔

وہ ششدر سا گال پر ہاتھ رکھے ماں کو دیکھتا رہا۔

اس ماں کو، جس نے کبھی آج تک اس سے سخت لہجے میں بات نہیں کی تھی، تھپڑ تو بہت دور کی بات تھی۔

"تمہیں اگر اتنی سمجھ ہے اپنی ضرورتوں کی، اپنی تکلیفوں کی، اپنی سب باتوں کی تو پھر تمہارے اندر اتنی عقل بھی ہونی چاہیے کہ تم اپنے ماں باپ کو بھی سمجھنے کی، ان کو سننے کی کوشش کرو، جنہوں نے تمہیں پیدا کیا پالا پوسا تمہاری ہر ضرورت کو ہنس کر پورا کیا۔"

"کوئی احسان نہیں کیا آپ نے مجھ پر۔ ساری دنیا کے والدین ایسے ہی کرتے ہیں۔" وہ ہر لحاظ اٹھا کر چل دیا تھا۔

"میں اپنی مرضی سے۔ اس گھر میں کبھی پیدا نہیں ہوتا اگر مجھ سے پوچھا جاتا، جہاں کسی کو میری ضرورت تھی ہی نہیں اور سن لیں آپ بھی، بے شک بتا دیں بابا کو بھی، مجھے یہاں رہنا بھی نہیں جہاں رہتے ہوئے مجھے اپنے ہونے پر شرمندگی ہو۔ میں چلا جاؤں گا یہاں سے، بہت جلد... پھر روتی رہنا مجھے یاد کر کے۔" وہ چیختا ہوا چلا گیا عفت پتھر کی طرح بیٹھی رہ گئی۔

* * *

شفاف پانیوں کی نیلی جھیل میں تیرتی چھوٹی چھوٹی مختلف رنگوں کی مچھلیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی رزق کے چھوٹے چھوٹے ذروں کے پیچھے بھاگ رہی تھیں، وہ کن اکھیوں سے ان خوب صورت سنہری رنگ والی مچھلیوں کو دیکھ رہی تھی ویٹر ٹیبل پر پلیٹیں اور چمچ چھریاں کانٹے رکھ رہا تھا۔

وہ چلا گیا تو کچھ لمحوں کے لیے بالکل خاموشی سی ہو گئی سارے میں! اس نے جیسے ڈرتے ڈرتے عدیل کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا وہ اس کی طرف منتظر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"نہیں... نہیں پاپا۔" بہت آہستہ مگر دوٹوک لہجے میں اس نے کہا تھا۔ کہہ کر اس نے فوراً" عدیل کے چہرے کی طرف دیکھا۔

اس کے باپ کی تھکی ہوئی پژمردہ آنکھوں میں کیسی زندگی سے بھرپور چمک کی لہر دوڑی تھی وہ لمحے بھر کو بس انہیں دیکھتی رہ گئی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا پاپا کو لگتا تھا انہیں یقین تھا کہ میرا جواب یہ نہیں ہوگا۔" اس نے دل میں کچھ اور سوچا۔

"تمہیں یقین ہے نا مشال۔" وہ اس سے پکی گارنٹی چاہ رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلا کر گردن جھکالی تو اسے لگا واثق ان مچھلیوں کے پاس جھیل کنارے بیٹھا اسے بہت شکایتی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ مگر وہ کیا کرتی؟

اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ اب اپنے پاپا کو کوئی دکھ نہیں دے گی، مگر اس کا دل۔

وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو نہ چاہتے ہوئے بھی واثق کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔

"شکر ہے میرے اللہ کا۔" اس نے عدیل کی تشکر بھری بڑبڑاہٹ سنی تو چونک کر باپ کو دیکھنے لگی۔

"مجھے جانے کیوں خوف سا تھا مشال۔۔۔ مجھے لگ رہا تھا شاید تم کسی میں۔۔۔ حالانکہ میں جانتا ہوں میری بیٹی اس ٹائپ کی نہیں ہے، میری بیٹی بہت معصوم سادہ اور ان چیزوں سے دور رہنے والی ہے، وہ اس طرح کی بات نہیں کر سکتی مگر۔" وہ جیسے رک کر مناسب الفاظ سوچنے لگا۔

"مشال! پھر آپ کے یوں بار بار انکار کی وجہ۔۔۔؟ مجھے پریشان کر رہی تھی بیٹا۔" وہ کچھ بے بسی سے بولا۔

"پاپا میں اتنی جلدی نہیں چاہتی یہ سب، میں ابھی اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہوں۔ اپنے پیروں پر کھڑی ہونا چاہتی ہوں۔" اس نے دھیمے مگر فریادی سے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں، سمجھتا ہوں آپ کی فیلنگز کو۔۔۔ لیکن مشال۔" وہ پھر رک گیا کوئی سوچ تھی جو اسے روکتی تھی۔

"پاپا۔۔۔ کیا بات ہے۔" وہ پریشان ہو کر پوچھنے لگی۔ اسے عدیل کی طبیعت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔۔۔ بہت عجیب سا فیل ہو رہا ہے، دانی والے واقعے نے جیسے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔" وہ ہلکے سے سینہ مسل کر بولا۔

اور پہلی بار۔۔۔ پہلی بار مشال کو لگا اس کا باپ ایک دم سے بوڑھا ہو گیا ہے۔

اس کا جی چاہا وہ فوراً اٹھ کر پاپا کو اپنے ساتھ لگا کر انہیں دلاسا دے، تسلی دے کہ پاپا میں ہوں نا آپ کے ساتھ، میں آپ کو کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گی۔

مگر صرف اس کی آنکھوں میں نمی اتری، وہ یہ سب کہہ نہیں سکی اپنے باپ سے۔

"آپ ٹھیک ہیں پاپا؟" وہ اٹھ کر پاس آکر بولی۔

"میں ٹھیک ہوں مشال۔ معلوم نہیں مجھے کیوں لگ رہا ہے، میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں ہے۔" وہ پہلی بار بہت بے چینی سے جیسے اسے کچھ الہام ہوا ہو بے بس لہجے میں بولا۔

"نہیں پاپا! آپ پلیز ایسی باتیں نہیں کریں۔ آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور دانی ابھی نا سمجھ ہے آپ اسے ٹائم دیں، توجہ دیں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ ہولے ہولے باپ کا کندھا دبا کر بولی۔

"مجھے نہیں لگتا۔۔۔ شاید اب اس کا وقت گزر گیا ہے۔" وہ کراہ کر آہستہ آواز میں بولا۔

"پاپا ایسا نہیں ہے، میں بھی آپ کے ساتھ دانی کو ٹائم دوں گی ہم مل کر اسے سدھار لیں گے۔" وہ بڑے عزم سے کہہ رہی تھی۔

"اس کی اب ضرورت نہیں" وہ خود کو سنبھال کر سیدھا ہو کر بولا۔ مشال اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"مجھے صرف تم سے یہ تسلی چاہیے تھی مشال! کہ تم میرے ساتھ کچھ بھی ایسا ویسا نہیں کرنے والی، جو دانی نے کیا ہے، کیوں کہ مشال میں وقار اور فائزہ کو زبان دے چکا ہوں، وہ جلد شادی کا کہہ رہے ہیں اور میں اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ تم اپنی ایجوکیشن جو بھی تمہارا ارادہ ہے شادی کے بعد اسے پورا کرنے کا سوچنا۔" وہ رک کر

جیسے سانس لینے لگا۔

"میں سب محاذوں پر نہیں لڑ سکتا، تمہاری طرف سے مجھے اطمینان ہونا چاہیے، وہ اس مہینے میں شادی کی ڈیٹ مانگ رہے ہیں، میں انہیں تاریخ دے رہا ہوں۔ تم اب مجھے دوبارہ پریشان نہیں کرو گی۔" وہ اس کے لیے راستے بند کرتے جا رہے تھے۔ اس نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

ویٹر اب ان کے آگے کھانا سرو کر رہا تھا۔

* * *

عفت چہرے پر برسوں کی بیمار صورت سجائے کسی گہری سوچ میں بیٹھی تھی۔ پری دو بار چکر لگا کر جا چکی تھی۔

"مما! یہ مشال آپی کدھر رہ گئیں آج، میں کب سے کالج سے آ چکی ہوں اور وہ۔" تیسری بار وہ رہ نہ سکی تو پوچھ بیٹھی۔

"جہنم میں۔" وہ سخت نفرت بھرے لہجے میں بولی۔

"میں بتا رہی ہوں نا اس کا کہیں نہ کہیں چکر چل رہا ہے۔" وہ ماں کے پاس بیٹھ کر رازدارانہ انداز میں بولی۔

"تو بھاگ جائے منحوس جس کے ساتھ چکر چلا رہی ہے، ہماری جان چھوڑے، یہاں کم عذاب ہیں ہمارے لیے ایک وہ مزید آ بیٹھی۔" عفت کو ساری مصیبتوں کی وجہ صرف مشال لگ رہی تھی۔ پری ماں کو دیکھ کر رہ گئی۔

"تمہارے باپ کو جو تھوڑی بہت اس گھر کی فکر ہوتی تھی تم دونوں کی پروا ہوتی تھی، وہ بھی نہ رہی جب سے یہ پچھل پیری اس گھر میں آئی ہے۔" وہ دانیال کے رویے سے سخت کبیدہ خاطر تھی اور غصہ مشال کی موجودگی پر نکالتی جا رہی تھی۔

"ہو تو رہی ہے دفع، وہ بھی اتنی شاندار جگہ پر۔" پری حسد بھرے لہجے میں جیسے کلس کر بولی۔

عفت کو جیسے بھولا ہوا ایک اور غم یاد آ گیا۔

"یہ بھی صرف تمہارے باپ کی وجہ سے۔" وہ اس جلے بھنے انداز میں پھر سے کہہ گئی۔

"ہمارے ساتھ یہ ناانصافی کب تک ہوتی رہے۔ مما! پاپا ہمیشہ مشال آپی کو ترجیح دیتے ہیں، جیسے وہ سوتیلی نہیں، میں اور دانی سوتیلے ہیں۔ دیکھ رہی ہیں آپ اس کے بعد پاپا نے دانی کو بلایا تک نہیں۔ اسے بالکل سب سے کاٹ کر جیسے الگ کر دیا گیا ہو۔" وہ جانتی تھی دانی ماں کی کمزوری ہے اس کو ہٹ کرتے ہوئے بولی عفت کی آنکھوں میں مارے دکھ کے آنسو آ گئے۔

"کیا کروں میں... میرا بچہ کیسا اکیلا سا پڑ گیا، باپ ہوتے ہیں اولاد کے ــ ہمدرد، پھر بیٹا وہ بھی اکیلا... کیا کیا نہیں کرتے باپ اکلوتے بیٹے کے لیے... ایک یہ ہیں، کیا کر رہا ہے کہاں ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ کوئی پروا ہی نہیں۔" وہ ہاتھ مل کر کہہ رہی تھی۔ پری کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔

"مما! کیا مشال آپی امریکہ چلی جائیں گی شادی کے بعد اس فہد بھائی کے ساتھ۔" وہ کچھ دیر بعد گہری سوچ سے نکل کر پوچھ رہی تھی۔

"کالے پانی جائے ہماری بلا سے... وہاں بسے گی تو پھر نا، اس کی ماں کا گھر کن مشکلوں سے بسا، ساری دنیا جانتی ہے، جیسی ماں تھی ویسی ہی بیٹی ہوتی ہے نا۔" اور اندر آتی مشال اور اس کے پیچھے کھڑے عدیل کے قدم وہیں رک گئے۔ عفت کی دونوں کی طرف پشت تھی۔

پری ان دونوں کو دیکھ چکی تھی مگر ماں کو روک نہیں سکتی تھی جواب بھی منہ بھر کر بول رہی تھی۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"دیکھ لینا میری بات لکھ کر رکھ لو' چوتھے دن یہ لڑ بھڑ کر ماں کی طرح نہ طلاق کے کاغذ لے کر واپس آئی تو میرا بھی نام عفت نہیں۔" وہ جوش بھرے لہجے میں کہتے ہوئے یونہی ذرا سا بیٹھے بیٹھے گھومی اور سامنے کھڑی مثال اور پیچھے کھڑے کینہ توز نظروں سے گھورتے عدیل کو دیکھ کر جیسے گنگ سی ہو گئی۔ عدیل اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"آپ آ گئے' سخت فکر مند ہو رہی تھی میں بھی اور پری بھی' آپ کو کال کر رہی تھی مگر یہ...." عفت بولتے بولتے خود ہی رک گئی عدیل اسی طرح اسے دیکھے جا رہا تھا۔

مثال سر جھکا کر کسی مجرم کے سے انداز میں کھڑی تھی۔

"اچھا ہی ہوا عفت بیگم! تم نے اپنے دل کی نفرت ظاہر کر دی اگرچہ مجھے پہلے بھی کوئی شک نہیں تھا کہ تم مثال کے بارے میں کیسی سوچ رکھتی ہو.... اب یقین ہو گیا۔" وہ سرد لہجے میں اسے کہتا وہیں جیسے جم کر کھڑا تھا۔

عفت کھڑے کھڑے جیسے زمین کے اندر دھنس رہی تھی۔ وہ دو قدم بڑھا کر اس کی طرف آیا۔

"کسی انسان کو بدلنا تو کسی دوسرے انسان کے بس کی بات نہیں' لیکن یہ یاد رکھنا کہ وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا کبھی بھی.... تمہاری بری سوچ کے باوجود.... عفت! پری میری بیٹی ہے میں اس کے لیے ہمیشہ ایک بہت اچھی زندگی کی دعا کرتا رہوں گا کہ اسے تمہاری سوچ کی سزا خدا کبھی نہیں دے۔"

اور عفت کو عدیل سے کم از کم یہ امید تو کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ وہ اس طرح دونوں بیٹیوں کے سامنے ایک سگی.... اور ایک سوتیلی دونوں کے سامنے اس طرح اسے پورے قد سمیت چھوٹا کر دے گا کہ وہ کبھی خود کو آئینہ دیکھنے کے قابل نہیں سمجھے گی۔

"کسی دوسرے کے لیے برا سوچنے والے اپنے لیے اچھے ہونے کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں یہ مقام حیرت ہے۔" وہ اسے جتانے والے انداز میں کہہ کر انہیں قدموں پر واپس مڑ کر گھر سے باہر جا چکا تھا۔

اور عفت گھبراہٹ میں یہ بولتے ہوئے بھول گئی کہ ابھی عدیل کے آفس سے واپسی کا وقت کب ہوا تھا جو وہ اسے جتا رہی تھی کہ وہ کہاں رہ گیا تھا' وہ پریشان ہو رہی تھی۔

عفت وہیں نڈھال سی گر گئی' پری ترس بھری نظروں سے ماں کو دیکھنے لگی مثال بوجھل قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دل تو یوں بھی بہت بھاری ہو رہا تھا۔

آج اس کے دل نے پہلی جنم لیتی محبت کو جو ابھی پھوٹ کر کونپل بھی نہیں بنی تھی' بڑی خاموشی سے الوداع کہہ دیا تھا۔ اس کا بھاری پتھر سا وزن کچھ کم نہیں تھا جو عفت کی یہ باتیں! "کیسے.... کیسے اس نے مثال کو ہمیشہ بشریٰ کے ساتھ جوڑ کر یہ طے کر رکھا تھا کہ اگر بشریٰ طلاق لے کر گئی تھی تو مثال کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونا تھا۔

وہ زخم جو اتنے سال گزر جانے کے بعد ابھی تک مثال کے دل میں ہرا تھا کہ جیسے یہ اندوہناک واقعہ ابھی کل ہی تو ہوا ہے پھر عفت جیسے لوگ۔ جو اسے مندمل ہونے ہی نہیں دیتے تھے اس کا دل بھر بھر آ رہا تھا۔

لیکن اسے رونا نہیں.... لیکن یہ بھی پتا تھا کہ اگر نہیں روئے گی تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"کاش یہ دل پھٹ جائے تو سارے عذاب آج ختم ہو جائیں گے' کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے دل سے دعا کی' لیکن وہ لمحہ قبولیت کا نہیں تھا۔ وہ بے آواز آنسوؤں سے پگھلتی شمع کی طرح یونہی قطرہ قطرہ سلگنے لگی۔

* * *

عفت نے بڑی محنت سے دانی کی پسند کی ساری ڈشز بنائی تھیں وہ صبح سے کمرے میں بند تھا۔

اس کی بدتمیزی اور اتنے برے رویے کے باوجود بھی عفت نے بہت سوچ سوچ کر خود اپنے بیٹے کے لیے محنت

کرنے کا فیصلہ کیا۔

وہ اب خود دانی کو بدلے گی اسے ایک اچھا قابل لڑکا بنائے گی اور عدیل پر ایک دن ثابت کردے گی کہ وہ ایسی بھی غیر ذمہ دار پھوہڑ ماں نہیں ہے، جس نے صرف بچوں کو پیدا کیا ہے، انہیں بنانے سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیا اس کے دل میں عزم تھا وہ گھنٹوں کچن میں گھسی اس کے لیے اس کی پسند کے کھانے بناتی رہی۔

"ممّا! آپ کی طبیعت خراب ہوجائے گی بس کردیں۔" پری بے چین ہو کر کئی بار آئی۔

"اور مجھے نہیں لگتا کہ دانی یہ سب کھائے گا اور جس طرح اس نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی آپ کو اس سے ناراض ہونا چاہیے تھا، الٹا آپ اس کی خاطرداریاں کررہی ہیں۔" وہ کوفت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"پری! تمہیں بھی اس کے ساتھ کچھ دوستی، محبت کا برتاؤ کرنا ہوگا۔ "تمہارا چھوٹا بھائی ہے، اسے تمہارا پیار چاہیے تمہاری توجہ۔" وہ پری کو بھی سمجھانے لگی۔

"ممّا! وہ ان سب چیزوں سے دور جاچکا ہے۔" پری نے دم پر رکھے پلاؤ میں سے ایک بوٹی اٹھا کر کھاتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں ہے پری! تمہیں بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔" وہ پوری طرح سے فیصلہ کرچکی تھی کہ اسے دانی کو سدھارنا ہے۔ باہر اسپورٹس بائیک کی تیز آواز آئی۔ اور ماں بیٹی چونک گئیں۔

تاسف بھری نظروں سے پری ماں کی طرف دیکھتے ہوئے فریج سے کولڈ ڈرنک نکال کر پینے لگی۔

"ساری آپ کی محنت بے کار گئی، اس کا جگری دوست بوبی باہر آگیا ہے ممّا! وہ اب کسی بھی صورت گھر نہیں رکے گا اور رات سے پہلے آئے گا نہیں، اور کھانا تو وہ اب گھر میں نہیں کھائے گا۔"

اور عفت کو لگ رہا تھا کھڑے کھڑے اس کی تختہ کمر سے، جو درد کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ اس کے پورے جسم کو بے جان کررہی ہیں وہ خود کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئی۔

"دانی! رکو مت جاؤ باہر بیٹا! تمہارے پاپا آنے والے ہیں اچھا بوبی کو اندر بلالو میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ بہت محنت سے۔ دانی رکو۔" وہ اسے تیار ہو کر باہر جاتے دیکھ کر پکارتی اس کے پیچھے لپکی تھی مگر وہ ان سنی کرکے جاچکا تھا۔

* * *

"نہیں۔" مثال خود کو سنبھال چکی تھی سو متوازن لہجے میں بولی دوسری طرف واثق کچھ ٹھٹکا۔

"مثال۔" وہ بے چینی سے بولا۔

"واثق میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں اب آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی مجھے اب صرف وہ کرنا ہے۔ جو میرے پاپا چاہیں گے۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولی۔

"تو پھر تمہیں میری کال بھی نہیں لینی چاہیے تھی، جبکہ تم مجھے رات میں منع کرچکی تھیں۔" وہ طنز بھرے لہجے میں بولا۔

مثال ایک دم سے خاموش ہوگئی۔

اس کی آنکھوں میں پھر سے نمی اترنے لگی۔

"تم پلیز اب رونا شروع نہیں کردینا میں کچھ جتا نہیں رہا تمہیں صرف مذاق کررہا ہوں۔" وہ فورا" سے بولا۔

پتا نہیں اسے کیسے مثال کے آنسوؤں کے بارے میں پتا چل جاتا تھا۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں نہیں رو رہی۔" وہ آہستگی سے آنکھیں صاف کرکے فوراً" بولی۔

"اچھی بات ہے' تم نے اپنی آنکھیں صاف کرلیں مثال! میں صرف یہ چاہتا ہوں تم ہنسو مسکراؤ اور دل سے خوش زندگی بسر کرو تم کبھی نہیں روؤ۔" وہ بہت جذبے سے کہہ رہا تھا۔

ایسی محبت بھری دعا کبھی کسی نے اس کے لیے نہیں چاہی تھی۔ اس کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔

وہ کچھ بول ہی نہیں سکی.... وہ یوں بھی واثق کے سامنے کچھ بول نہیں پاتی تھی۔ آج تو اس نے اتنا کہہ کے جیسے بالکل ہی اسے گنگ کردیا۔

"مثال! ہم اچھے دوست ہیں اور ہمیشہ رہیں گے' کبھی میری دوستی تمہارے لیے کسی پریشانی کی وجہ بنی تو یقین کرو میں تمہارے منع کرنے سے پہلے خود ہی پیچھے ہٹ جاؤں گا اور تم جانتی ہو میں کم از کم تمہارے دل کا حال تو تھوڑا بہت جان ہی لیتا ہوں۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنسا تھا۔

اور اس کا دل چاہا وہ رودے۔

"اگر کھل کر رونا چاہتی ہو تو پلیز رولو تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا۔" وہ پھر کچھ دیر بعد اسے مشورہ دیتے ہوئے بولا۔

"یہ بوجھ اب کبھی ہلکا نہیں ہوگا۔" وہ بھاری آواز میں بولی۔ دونوں طرف چند لمحوں کے لیے خاموشی چھاگئی۔

"مثال۔" وہ بوجھل آواز میں اس کا نام لے کر بولا تو اس کا دل بہت بری طرح سے دھڑکا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ اس کے پہلو میں ہی بہت قریب اس سے جڑ کر بیٹھا ہو' وہ کچھ اور بھی سمٹ کر منتظر سی نظروں سے اپنے دائیں طرف دیکھنے لگی۔

"تم مجھے اتنی اجازت تو دوگی میں کبھی کبھار جب دل کے ہاتھوں بہت مجبور ہوجاؤں تو تم سے بات کرلوں' تمہیں فون کرلوں؟" وہ بہت مجبور سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"پتا نہیں ایسا ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ میرے ساتھ آگے کیا ہونے والا ہے میں خود بھی نہیں جانتی.... میں کسی بھی بات کے بارے میں کبھی بھی شیور نہیں رہی۔ مجھے ہونے ہی نہیں دیا گیا' ہمیشہ ہر معاملے میں بٹی رہی۔ تقسیم شدہ۔" وہ کسی گہرے دکھ کی سوچ میں ڈوب کر دھیرے سے بولی۔

واثق کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"ہمیشہ اپنے فیصلوں کے لیے بہت اہم فیصلوں کے لیے مجھے کسی اور کی طرف دیکھنا پڑا۔ جن بچوں کے ماں باپ تقسیم ہوجاتے ہیں نا واثق! وہ زندگی میں بہت بے اعتبار بے بھروسہ رہتے ہیں ہر معاملے' ہر کام میں ڈانواڈول.... میں بھی ایسی ہوں.... آج میں آپ کو اجازت دے دوں اور کل میرے ساتھ کیا ہو میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" وہ رک رک کر بڑے طریقے سے اقرار اور انکار کے بیچ لٹکی۔ جیسے خود بھی اسے اپنی زندگی سے خارج نہ کرنا چاہتی ہو۔ شاید وہ اسے ہمیشہ اجازت' اور انکار کے درمیان رکھنا چاہتی تھی اس نے آہستگی سے واثق کا جواب سنے بغیر فون کردیا۔

✻ ✻ ✻

"کل فائزہ بھابھی اور وقار آرہے ہیں شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کے لیے۔" ناشتے کی میز پر وہ تینوں چونک کر عدیل کو دیکھنے لگیں۔ عفت کچھ لمحے کچھ بول نہیں سکی۔

کل دونوں کے درمیان جو تلخ کلامی ہوئی تھی' اس کے بعد عدیل نے رات اسٹڈی روم میں ہی گزاری اور

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عفت کا حوصلہ ہی نہیں ہو سکا کہ وہ جا کر اسے کمرے میں آنے کے لیے کہے، ساری رات بے چین خالی بیڈ پر کروٹیں لیتی رہی۔

ایک دانی کی پریشانی جو رات بہت دیر میں گھر آیا اور عدیل کو اس کے باہر ہونے کا پتا نہیں چلے وہ خنکی میں گیٹ کے آس پاس اندھیرا کیے ٹہلتی اس کا انتظار کرتی رہی۔

اس کے گھنٹی بجانے سے پہلے ہی اس نے بہت آہستگی سے بغیر کسی کھٹکے کے گیٹ کھول دیا۔

وہ ماں کو دیکھے بغیر کسی معذرتی رویے کے بغیر اپنے میں مگن اندر چلا گیا۔ اور وہ خود بھی اس وقت دانی سے الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ اگر عدیل کو پتا چل گیا تو بہت بڑا ہنگامہ ہو جائے گا۔

اور اب عدیل کی بے اعتنائی۔۔۔ اسے رات بھر توڑتی رہی شاید غلطی میری ہے، مجھے مثال کے لیے اتنا بھی برا نہیں سوچنا چاہیے۔ بہرحال میں بھی ایک بیٹی کی ماں تو ہوں۔ وہ آخر میں اس نتیجے پر پہنچی تھی۔

وہ عدیل سے معذرت تو نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن اس نے خود ہی صبح بیڈ ٹی بنا کر عدیل کو جا کر اسٹڈی میں دے دی جہاں اس نے اپنا سنگل بیڈ بھی بچھا رکھا تھا۔

معلوم نہیں وہ بھی رات بھر سویا یا نہیں، لیکن بستر بے شکن تھا۔

"اور فہد۔۔۔ وہ بھی آ رہا ہے؟" بہت دیر بعد عفت کو خیال آیا کہ اسے کچھ بولنا تو چاہیے۔ عدیل کے کرسی چھوڑنے سے پہلے بولی۔

"فہد اس ہفتے آ رہا ہے۔" وہ نپے تلے انداز میں بولا۔

"دانی اسکول چلا گیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد خود ہی بولا۔

"جی۔۔۔ چلا گیا ہے۔" وہ کچھ شرمسار سے لہجے میں بولی۔

"میں ابھی اس کے اسکول جا رہا ہوں، اس کے پرنسپل نے بلوایا ہے۔ معلوم نہیں وہ اب اسے اسکول میں رکھتے ہیں یا نہیں، پولیس اسٹیشن سے پھر آنا چھوٹی بات نہیں، ان کے اسکول کی ریپو کا مسئلہ ہے اور میرے خیال میں بھی اس کا اسکول تبدیل کر دینا چاہیے، یہاں کی بری کمپنی نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا شاید اسکول بدلنے سے اس کی سوچ کچھ بہتر ہو سکے۔" وہ خود ہی رک رک کر بول رہا تھا۔

اور عفت کو تو صرف یہ خوشی تھی کہ اس نے خود سے ہی دانی کی بات تو کی۔

"میں خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ اس کا اسکول بدل دیا جائے۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"وہ رات کو دیر سے آیا تھا گھر؟" وہ کچھ دیر بعد بولا۔ عفت کچھ بول ہی نہ سکی، نہ ہاں کر سکی نہ ناں۔

"پاپا! میری وین آ گئی ہے، میں جا رہی ہوں کالج خدا حافظ۔" مثال وین کا ہارن سن کر اپنا بیگ اٹھا کر جاتے ہوئے بولی۔

"سنو مثال۔" عدیل نے اسے پکارا۔

پری اور عفت متوجہ ہو گئیں۔

"کچھ نہیں، تم جاؤ واپس آؤ گی تو پھر بات ہو گی۔" کچھ سوچ کر عدیل نے کچھ ٹالنے والے لہجے میں کہا۔

مثال سر ہلا کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

"اب تو میرے خیال میں مثال کو کالج نہیں جانا چاہیے۔ اگر کل وہ لوگ ڈیٹ فکس کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو۔۔۔ یوں بھی کون سا لمبے دنوں کی تاریخ رکھیں گے وہ؟" عفت کچھ جتا کر بولی۔

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں بھی مثال سے یہی کہنے والا تھا' اب وہ جا رہی ہے تو سوچا واپس آئے گی تو بات کرلوں گا۔" وہ کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اور عفت! تم مجھے لسٹ بنا دو سامان کی جو مثال کے لیے چاہیے ہوگا' میرے خیال میں اب ہمیں تیاریاں شروع کردینی چاہئیں۔"

"جی بالکل آپ آج کوشش کریں آفس سے اگر جلدی آسکیں تو پھر ہم بیٹھ کر بات کرلیں گے' کچھ لسٹ میں بنا لوں گی پھر دیکھ لیں گے یہ سب کیسے ہوتا ہے۔" وہ بھی ذرا جوش بھرے لہجے میں خوشدلی سے بولی۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں اگرچہ وقار نے تو منع کیا ہے جہیز وغیرہ کے لیے' لیکن ظاہر ہے دنیا داری کے لیے سہی ہمیں خالی ہاتھ تو رخصت نہیں کرنا مثال کو۔"

"بالکل انشاء اللہ سب کچھ ہوگا جو ہم کرسکے۔" عفت بھی اسی کے لہجے میں بولی۔ عدیل شاید خفیف سا مسکرایا تھا عفت کو ایسا ہی لگا۔

"پاپا ہم بھی اس گھر میں رہتے ہیں' آپ کبھی میرے متعلق بھی کوئی بات کرلیا کیجیے۔ تو مجھے بھی احساس ہو میں آپ کی بیٹی ہوں۔" ایک دم سے پری تلخی سے کہتے ہوئے بیگ اٹھا کر تیز تیز چلتی باہر نکل گئی۔

عدیل اور عفت لمحہ بھر کو گم صم سے رہ گئے' پھر عدیل کچھ کہے بغیر خاموشی سے نکل گیا۔

"بالکل احمق ہے یہ پری کیا کروں میں اس کا۔" عفت بڑبڑاتے ہوئے برتن اٹھانے لگی۔

"ابھی دانی کی مصیبتیں کم ہوں تو یہ بچارے کسی اور طرف دھیان کریں۔ عدیل غلط نہیں شاید میں ہی ان دونوں کی تربیت ڈھنگ سے نہیں کرسکی۔" وہ برتن اٹھا کر کچن میں لے گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا کہہ رہی ہو پری!" وردہ کو کچھ اور بھی حیرت نے آگھیرا۔ پری نے بات ہی ایسی کی تھی۔

"یار اگر تم میں حوصلہ نہیں ہے کہ تم میری بات اپنے بھائی تک پہنچاؤ تو یار مجھے اجازت دو میں تمہارے گھر آکر ان سے خود بات کرلوں۔ کرسکتی ہوں نا؟" وہ بے باک سے لہجے میں پوچھ رہی تھی اور وردہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"کیا میں نے تمہارے سر پر کوئی بم پھوڑ دیا ہے؟ اس دن بھی تم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تھا آج بھی گونگی ہو گئی ہو۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"کسی کو پسند کرنا جرم تو نہیں اور یہ کسی کے اختیار میں بھی نہیں۔ حالانکہ میں یہ فرسٹ سائٹ لو پر یقین نہیں رکھتی لیکن تمہارے بھائی کو دیکھ کر۔" وہ ہونٹ کاٹ کر کچھ اور بولتے بولتے رک سی گئی۔

"ایک بات کہوں پری۔" وردہ کچھ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"ہاں یہی تو چاہ رہی ہوں یار تم کچھ بولو کچھ اپنی اوپینین اور میں کیا کروں۔" وہ سخت بے قراری سے بولی۔

"میں نے خود جب تمہیں پہلی بار آئی مین جب میں پہلی بار تم سے ملی' تمہیں دیکھا تو میرے دل نے بھی بے اختیار یہی خواہش کی تھی۔ کہ کسی طرح تم میری پیاری سی بھابھی بن جاؤ۔" وہ آنکھوں میں چمک لیے رک رک کر بولی۔

تو پری بے یقین سی اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں یقین نہیں آیا میری بات کا۔" وہ اسے ہلا کر بولی۔ پری نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں میں ایسا کیوں نہیں سوچ سکتی؟" وہ خفگی سے بولی۔

"اس دن جب میں نے تم سے بات کی تھی یار تمہیں تو سانپ سونگھ گیا تھا میں سمجھی شاید تمہیں میری بات بری لگی۔" پری سرہلا کر بولی۔

"پھر بتاؤ ناں تم کرو گی اپنے بھائی سے بات۔" وہ خیال آنے پر پھر بے چین ہو کر بولی۔

"آں ابھی نہیں کچھ دن ٹھہر جاؤ۔" وردہ کچھ سوچ کر بولی اب پری کو کیا بتاتی وہ پہلے بات کر کے گھر میں کتنا ذلیل ہوئی ہے واثق اور عاصمہ سے۔

"کتنے دن یار۔" پری کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی وردہ کے گھر جا کر خود واثق سے بات کر لے۔

"پری! تمہاری وین کتنے بجے آئے گی آج۔" اسی وقت مشال اس کے پاس آ کر بولی۔

"پتا نہیں۔" وہ فوراً "لاتعلق ہو کر بولی۔

"اوہ انکل کا فون آ گیا تھا میری وین کے۔۔۔ انہیں کسی ایمرجنسی میں شہر سے باہر جانا پڑ گیا ہے تو وہ ہمیں پک نہیں کر سکیں گے۔" وہ رک کر بولی۔

"تمہارا تو آج پریکٹیکل بھی ہے تین بج جائیں گے ہمیں تو۔" وہ اسی لاتعلقی سے بولی۔

"اوہ پھر تو مجھے دیر ہو جائے گی میری اب کوئی کلاس بھی نہیں۔ ٹھیک ہے میں خود ہی کسی اور کے ساتھ چلی جاتی ہوں شاید فروا جا رہی ہے اس کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔ پری نے یونہی سر جھٹکا۔

"رئیلی یار یہ تمہاری اسٹیپ سسٹر ہے۔" وردہ اسے دور جاتے دیکھ کر کچھ سرگوشی میں بولی۔

"ہوں۔" پری نے فقط ہنکارا بھرا۔

"ویسے یار تم سے بالکل الگ ہے یہ بڑی گریس ہے اس میں۔
تمہاری بہن نہیں لگتی یار بالکل بھی۔" وردہ کچھ سراہنے والے ڈھکے چھپے انداز میں بولی۔

"تو پھر دشمن لگتی ہو گی اگر بہن نہیں لگتی تو۔۔۔" پری خود ہی ٹھٹھا مار کر ہنسی تو وردہ کچھ بول نہ سکی۔

"سنو تمہارا بھائی کہیں اور تو انوالو نہیں؟" کچھ خیال آنے پر پری رازداری سے پوچھنے لگی۔

"یہی تو مجھے معلوم کرنا ہے۔ میں اس لیے چاہ رہی تھی کہ تم ابھی کچھ دن ویٹ کر لو میں خود مناسب موقع دیکھ کر گھر میں بات چلاؤں گی کیا خیال ہے تمہارا۔"

"ہوں۔" پری کسی سوچ میں گم بولی۔

"تمہارے گھر میں آئی مین تمہاری مدر اور بھائی۔۔۔ انہیں یہ بات کیسی لگے گی۔" وہ کسی خدشے کے تحت بولی۔

"آئی ڈونٹ نو یار ابھی مجھے کچھ اندازہ نہیں بٹ میں بہت خوش ہوں! بہت زیادہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا جس لڑکی کو میں نے پہلی نظر دیکھتے ہی اپنی بھابھی کے روپ میں دیکھنے کی تمنا کی تھی۔ وہ میری بھابھی ضرور بنے گی۔ بنو گی ناں۔" جھک کر اس کی ٹھوڑی کو چھوتی وردہ نے کہا تھا۔

* * *

"کیوں لائبریری کیا کرنے جانا ہے، تم جانتی ہو ناں اب تمہارا کالج جانا بھی ختم ہے۔" عفت کڑے لہجے میں اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ماما کچھ ضروری بکس ایشو کروا رکھی تھیں میں نے ایک تو وہ واپس کرنے ہیں ہفتے سے اوپر ہو چکا ہے تو وہ دے آتی ہوں۔" وہ کچھ بے چارا سا منہ بنا کر بولی۔

"پری کو دے دو وہ لوٹا آئے گی۔" عفت کچھ سوچ کر بولی۔

"ماما مجھے ایک دو بکس لینی بھی ہیں پلیز۔" وہ منت سے بولی۔ عفت تیز ہاتھوں سے سبزی بناتی رک کر اس کا

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جائزہ لینے لگی۔

”یہ پالک گوشت تمہارے باپ کی کمزوری ہے اور گھر میں ان کے علاوہ صرف تم کھاتی ہو' باقیوں کے لیے کچھ اور بنے گا دانی کو قورمہ چاہیے تو پری کو کچھ اور' تمہیں کیا لگتا ہے میں کوئی مشین ہوں جو یہ سب کچھ ایک ہی وقت میں بنا ڈالوں گی اور تم مزے سے سیر سپاٹے کرتی پھو۔“ وہ چھری پٹخ کر بولی۔

”ماما میں صرف آدھے گھنٹے میں آجاؤں گی پرامس پھر میں آکر سب کرلوں گی۔“ وہ لجاجت سے بولی۔

”تمہارے ساس سسر نے کل آنا ہے شادی کی تاریخ لینے' کیا یہ بہتر نہیں کہ تم یہ کتابیں وتابیں چھوڑ کر کچھ گھر داری سیکھو' تمہاری ماں کا طعنہ دوں گی پھر تمہیں بھی خوب برا لگے گا اور تمہارے باپ کو بھی۔“ وہ طعنہ مارنے سے رہ نہ سکی۔ مثال نے سر جھکا لیا۔

”اور آخر میں برا کون بنے گا میں کیونکہ تم اپنی ماں کے پاس نہیں میرے پاس رہ رہی ہو' وہ تو عیاشی کی زندگی گزارتی ہر ذمہ داری سے آزاد مزے میں' طعنے ترلے ملیں گے کہ سوتیلی ماں نے لڑکی کو کچھ سکھایا نہیں۔“

عجیب ہی رنج اور غصہ تھا جو عفت کچھ اور ہی طرح سے نکال رہی تھی۔

اسے لگتا تھا بشریٰ نے دونوں بار ایک بہت شاندار زندگی گزاری ہے اسے کبھی کوئی رنج یا دکھ نہیں ملا' دونوں شوہروں نے اسے ہتھیلی کا پھپھولا بنا کر رکھا ہے اور ایک بدقسمت عفت کہ جس کی تقدیر میں صرف مصیبتیں ہی مصیبتیں ہیں۔ وہ اب زور زور سے پالک کے پتے کترتی جارہی تھی۔

”جاؤ اب میرے سر پر کیا کھڑی ہو' جو دل کرتا ہے کرو بھلے آدھے گھنٹے میں واپس آنا یا رات گئے' میں کون ہوتی ہوں منع کرنے والی۔“ وہ کٹھ مار انداز میں بولی۔

مثال کی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی اتر آیا۔

”ماما! پھپھو کی کال ہے' وہ آپ کو بلا رہی ہیں۔“ اندر سے پری کی آواز آئی تو عفت چھری وہیں پٹخ کر اٹھ کر اندر چلی گئی مثال کچھ دیر متذبذب سی کھڑی رہی۔

اگر میں نہیں بھی جاتی یہ سب کام کردیتی ہوں تو یوں کون سا کوئی گولڈ میڈل مل جائے گا مجھے اور اس گھر کی گھٹی فضا سے نکل کر مجھے تھوڑا سانس باہر نکل کرلینا ہے۔ اس نے دل میں سوچا اور آہستگی سے باہر نکل گئی۔

⁂

”ٹھیک ہے امی۔ میں لیتا آؤں گا۔“ واثق نے دواؤں کا نسخہ ہاتھ میں لیتے ہوئے سر ہلایا۔

”اور کچھ تو نہیں لے کر آنا۔“ وہ جاتے ہوئے رک کر بولا۔

”نہیں ہے سب کچھ اور سنو بہت دیر نہیں لگانا مجھے تم سے کچھ بات بھی کرنی ہے واثق۔“ عاصمہ کچھ سوچ کر بولی تو واثق کے قدم وہیں رک گئے۔

”آپ ابھی بات کریں کیونکہ میری واپسی تھوڑا لیٹ ہوگی مجھے خوامخواہ پریشانی رہے گی کہ آپ کی بات سنے بغیر کیوں آگیا۔“ وہ فوراً ماں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولا عاصمہ کو اس پر بہت پیار آیا۔

”نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم دیر سے آؤ گے تو اس وقت بات کریں گے۔ ابھی تم جاؤ۔“ وہ نرم لہجے میں بولی۔

”نہیں امی! ایسے نہیں' پلیز آپ کریں بات۔“ وہ مصر لہجے میں بولا۔ عاصمہ کو پتا تھا' اب یہ بات سنے بغیر نہیں جائے گا۔

”تمہیں سعدیہ یاد ہیں نا جو ہمارے پچھلے گھر میں ہمارے ساتھ رہتی تھی' جس کے آئیڈیے پر میں نے اکیڈمی اسٹارٹ کی تھی۔“ وہ رک کر بولی۔

”جی امی یاد ہے اور یہ کوئی اتنی پرانی بات نہیں۔“ وہ سرہلا کر بولا۔

”سعدیہ بیاہ کر امریکہ چلی گئی تھی‘ وہیں اس کی نند اور جیٹھ بھی رہتے تھے۔ آج کل وہ پاکستان آئی ہوئی ہے۔“

”اوہ یہ تو اچھی بات ہے ملنے آئی تھیں‘ آپ سے۔“ واثق خوش ہو کر بولا۔

”ہاں آئی تھی۔ بلکہ سمجھو ہماری اتفاقیہ ملاقات صبح مارکیٹ میں ہوئی‘ جہاں وہ اپنے جیٹھ کی بیٹی سارہ کے ساتھ تھی جو امریکہ سے اس کے ساتھ آئی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے سعدیہ خود آئی مجھ سے ملنے۔“ عاصمہ اسے گہری نظروں سے دیکھ کر بولی۔

”کیا کہہ رہی تھیں.... کچھ خاص بات سے کہا۔“ واثق ماں کے لہجے سے کچھ نہ کچھ اخذ کر چکا تھا‘ رک کر پوچھنے لگا۔

”میرے لیے تو سمجھو بہت خاص....“ وہ مسکرائی۔

”کیا مطلب....“ اب واثق چونکا‘ کچھ خاص بات تو تھی ضرور۔ عاصمہ لحہ بھر خاموش رہی۔

”اپنے رب کا میں کس طرح شکر ادا کروں پہلے بیٹیوں کے معاملے میں اور اب بیٹے کے معاملے میں مجھے خود کہیں بھی جا کر لڑکے لڑکیاں نہیں دیکھنی پڑیں‘ میرے اللہ نے خود ہی مہربانی کردی‘ میرے معاملے آسان ہوتے چلے گئے۔“

”امی اب آپ مجھے کچھ اور بے چین کر رہی ہیں‘ پلیز مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ وہ بے چینی سے بولا تو عاصمہ ہنس پڑی۔

”اور میں یہ چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا بے چین ہو جائے۔“ وہ اسے جیسے چھیڑ کر بولی۔

”کیا کہنا چاہتی ہیں۔“ وہ بے چینی چھپانے کی کوشش کرنے کرنے لگا۔

”سعدیہ نے اپنے جیٹھ کی بیٹی سارہ کا رشتہ تمہارے لیے پیش کیا۔ وہ ایک دو دن میں تم سے بھی آکر ملے گی۔ وہ سارہ کا یہاں رشتہ ہی کرنے آئی ہے اور کہہ رہی تھی۔ وہ کہیں اور نہیں واثق ہی کا کہہ کر اپنے سسرال والوں کو آئی ہے اور اسے پورا یقین ہے کہ اسے جواب ہاں میں ملے گا۔ اب بتاؤ کیا جواب دوں اسے۔“ عاصمہ مزے سے بولی۔

”امی فار گاڈ سیک۔“ وہ سر پکڑ کر بولا۔ عاصمہ ہنس پڑی۔

”آپ کو کیا مزہ آرہا ہے۔“ وہ چڑ کر بولا۔

”ہاں تو اور کیا کہوں اور واثق میں سوچتی ہوں‘ بہت ہی پیاری‘ بہت خوب صورت لڑکی ہے اور امریکہ میں پلنے بڑھنے کے باوجود حلیے سے بھی اتنی سادہ اور اسلامی انداز ہیں اس کے یقین کرو مجھے تو بچی بہت اپنے دل کے قریب لگی۔“

”امی....“ وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا۔

”اگر تمہارے پوچھنے کا مسئلہ نہیں ہوتا تو میں سعدیہ کو ہاں کہہ چکی ہوتی۔“ وہ اسے دیکھ کر بولی۔

”آپ ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔“ وہ زور سے بولا۔

”واثق! کب تک میرے بیٹے‘ اب تمہاری عمر ہے شادی کی اور یہ میرے دل کی بھی خواہش ہے کہ اب تمہاری زندگی میں بہت سی خوشیاں آئیں اور اس گھر کی اصل مالکن آجائے۔“

”امی پلیز....“ وہ کوفت سے بولا۔

”واثق! تم پری کے لیے منع کر چکے ہو۔ اس کا اور تمہارا ایج ڈیفرنس ہے۔ میں مانتی ہوں‘ لیکن سارہ ہر لحاظ سے تمہارے لیے سوٹ ایبل ہے تم ایک دو دن میں مل لو اس سے اور کوئی فیصلہ کر لو۔ کیونکہ اب میں سیریس

ہوں، تمہاری شادی کے سلسلے میں۔" عاصمہ سنجیدگی سے بولی تو واثق ایک دم سے چپ کر گیا۔

"امی ابھی نہیں آپ جانتی ہیں۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"بیٹا ابھی تو وقت ہے، اگر تم انتظار کرو گے کچھ وقت گزرنے کا، جدائی کے زخم بھرنے کا، تو میرے بیٹے یہ زخم کچھ اور گہرا ہو جائے گا اور میں... جس نے بس ایک عمر سے خوشیاں نہیں دیکھی ہیں۔ اب اور انتظار نہیں کر سکتی۔ مجھے تمہاری شادی کا فیصلہ اب کرنا ہے اور تمہیں میری یہ خوشی پوری کرنی ہو گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔

واثق بے بس سا ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔

"امی... میرے لیے ابھی یہ ممکن نہیں آپ تو مجھے سمجھتی ہیں نا، پلیز سمجھنے کوشش کریں، میں اتنی جلدی خود کو تیار نہیں کر سکتا کسی اور کے لیے۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"تم مثال کو بھولے نہیں۔" وہ دکھ سے بولی۔

"امی... اتنی جلدی... ابھی تو... پلیز ابھی آپ اس معاملے میں جلدی نہیں کریں۔ مجھے دو، تین سال تک نہیں سوچنا کچھ بھی، میں پہلے بھی آپ سے یہ کہہ چکا ہوں، بار بار مت کریں یہ ذکر۔" کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ عاصمہ پریشان سی کھڑی رہ گئی۔

* * *

"کیا دانی نے تمہیں کال کی تھی؟" عفت کے لیے فوزیہ کے منہ سے سننے والی یہ شاکنگ خبر بہت پریشان کن تھی۔

"میں پہلے تو اس بات پر خوش ہوئی، سچ میں عفت بھابھی... لیکن پھر اس کی بات سن کر میں کچھ پریشان ہو گئی۔" فوزیہ سنجیدگی سے بولی۔

عفت کے ماتھے پر پسینہ آگیا، یقیناً کوئی نامعقول بات کی ہو گی۔ اس دانی کے بچے نے۔

"بھابھی... وہ کہہ رہا تھا کہ پھپھو میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں، آپ پلیز مجھے کینیڈا بلالیں۔" اور عفت کو لگا دو، تین دن پہلے دانی نے جو دھمکی دی تھی، وہ صرف دھمکی نہیں تھی وہ اس پر عمل کرنے کی پلاننگ بھی شروع کر چکا ہے۔

"کیا... اچھا۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"مجھے حیرت سی ہوئی بھابھی... یوں تو اس میں کچھ حرج نہیں، میرا بھتیجا ہے، میرا خون ہے اور مجھے سب سے پیارا ہے دنیا میں، لیکن ابھی تو وہ پڑھ رہا ہے نا۔" وہ کچھ جتانے والے انداز میں بولی۔

"تمہارے بھائی نے ہی ایک دن مذاق میں کہہ دیا تھا کہ تم اسٹڈیز میں سیریس نہیں ہو رہے تو میں تمہیں فوزیہ کے پاس بھجوا دوں گا۔ بس اس بات کو ذہن میں رکھ کر اس نے تم سے کہہ دیا ہو گا۔" عفت کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولی تو فوزیہ بھی یوں ہی ہنس پڑی۔

* * *

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے واثق۔" دونوں اپنی پسندیدہ جگہ پر بیٹھے تھے۔ لائبریری کی سیڑھیوں میں۔

"بلکہ یہ بار بار کا ملنا مجھے کچھ اور ڈسٹرب کر رہا ہے۔" وہ آہستگی سے اپنے ناخن کھرچ کر بولی۔ وہ اس کو دیکھ کر رہ گیا۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس سلونی سی گہری شام میں اس کا حسن کیسا پر سوز لگ رہا تھا۔ وہ اس کے بہت پاس بیٹھی تھی اور جیسے میلوں کے فاصلے پر تھی۔ دونوں کا ملن ندی کے دو کناروں جیسا تھا' وہ شدت سے چاہنے کے باوجود ایک دوسرے کو چھو بھی نہیں سکتے تھے۔

"مثال۔۔۔ میں بے بس سا ہو جاتا ہوں تمہارے بارے میں جب سوچتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اس طرف آؤں' میرا ادھر آج کچھ کام بھی نہیں تھا' لیکن پھر پتا ہی نہیں چلا کب میرے قدم اٹھے اور میں یہاں آ گیا' تمہارے سامنے۔" وہ رک رک کر گہری آواز میں بولا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

"تم نے ابھی بھی وہ رنگ نہیں پہنی۔" وہ اس کی خالی انگلیوں کو دیکھ کر آہستگی سے بولا۔

"پہن لوں گی۔۔۔ اب تو پہننی ہی ہے۔" وہ پژمردہ لہجے میں بولی۔ واثق اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اس طرح بجھے دل کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرو گی۔" وہ اسے جتا کر بولا۔

"کل وہ لوگ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آرہے ہیں۔ آج شاید میں اس طرف آخری بار آئی ہوں۔ کل شاید کالج جاتی ہوں یا نہیں۔ بابا نے منع کر دیا ہے۔" وہ اسے دیکھے بغیر بولی۔

اور وہ جیسے کسی گہرے غم کی تہ میں اتر گیا۔ کچھ بول ہی نہیں سکا۔ ان کے سر پر کھڑے اونچے اونچے درختوں پر بیٹھے پرندے زور زور سے شور مچا رہے تھے۔ شام گہری ہو رہی تھی اور سب پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے تھے۔

وہ دونوں اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ دونوں کے دل ایک ہی تال پر دھڑک رہے تھے۔ ایک ہی بات سوچ رہے تھے کہ یہ وقت ٹھہر جائے۔ کبھی آگے نہیں بڑھے۔

وہ دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ بالکل خاموش کچھ بھی کہے بغیر۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔" پرندوں کا شور بڑھا تو وہ ایک دم سے کچھ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"کچھ دیر اور تو رکو۔" وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

"نہیں رک سکتی۔" وہ نظریں چرا کر نم لہجے میں بولی۔

"پھر کب ملیں گے۔" وہ اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دراز قد کا سایہ مثال کے وجود کو ڈھانپنے لگا۔

"شاید کبھی نہیں۔" وہ لبوں میں بڑبڑائی۔

"مثال۔۔۔" وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"چلتے ہیں۔" وہ ایک دم سے کہہ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے بوجھل قدموں کے ساتھ چل پڑا۔ دونوں ذرا فاصلے پر چلتے ہوئے اس لائبریری کی عمارت کے باہر نکل آئے۔ جہاں شاید آج ان دونوں کی آخری ملاقات تھی۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا اور سر جھکا کر چل پڑے اور سامنے سے آتا عدیل دونوں کو یوں ساتھ ساتھ چلتے دیکھ کر ششدر سا رہ گیا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس، بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں متوسلین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آ جاتا ہے کہ دوران عدت، انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آ جائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے

Scanned By Amir

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ پاتی ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سوا اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے لور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچانک شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہے۔ مثال ' واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار' وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

سیفی' مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کرلیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہوجاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرچکا ہے۔ واثق' عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کردیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہوجاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ گھر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کرکے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہوجاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کردیتا ہے۔ عفت' مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہوجائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پارہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہورہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہوجاتی ہے جو کافی ناز و ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو دروہ جو اسے بہت پسند کرتی ہے' واثق کی بہن ہے۔ منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کردیتی ہے۔ عفت خوش ہوجاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کرکے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتادیتی ہے۔ عدیل ازحد پریشان ہوجاتا ہے۔ پریشے' دروہ سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

چھبیسویں قسط

مثال کے قدم وہیں جیسے زمین میں جکڑے رہ گئے اس نے تو یہ بات خواب میں بھی نہیں سوچی تھی کہ یوں وہ واثق کے ساتھ چل رہی ہو اور پاپا آجائیں گے' وہ وہیں قدم روکے گم صم کھڑی رہی۔

عدیل اسے تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ واثق غیر ارادی طور پر تھوڑا سا مثال سے ہٹ کر کھڑا ہوچکا تھا۔

"السلام علیکم سر! کیسے ہیں آپ؟" وہ واثق کی اس جرأت پر کچھ حیران و پریشان سی کھڑی رہ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر عدیل کے آگے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھا کر باقاعدہ سلام کیا تھا۔

جواب میں عدیل کچھ حیران اور خاموش سا کھڑا رہا۔

"شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں واثق عفان ہوں لاسٹ منتھ ہماری اے آر سنز کی سائٹ پر ملاقات ہوئی تھی۔ بریفنگ تھی' آپ اپنے آفس کی طرف سے آئے تھے۔"

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"اوہ یس آئی ٹی منیجر۔ واثق۔ مجھے آپ یاد رہے تھے ! اچھی طرح سے کیونکہ آپ نے جس طرح وہ ساری بریفنگ دی تھی۔ میں امپریس ہوا تھا آپ کے اعتماد اور آپ کی معلومات سے۔" عدیل غیر متوقع طور پر خوش ہوا تھا۔

"تھینکس سر۔ تھینک یو ویری مچ۔" واثق گرم جوشی سے بولا۔

"یو ویلکم سر!" عدیل کا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

"یہ شخص بھی دوسرے کو گھیرنے کی خوب صلاحیت رکھتا ہے۔" مشال نے کن اکھیوں سے واثق کو دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔ کاش واثق کا تعارف بابا سے کسی اور طرح سے ہوتا تو میں اپنی زندگی کے سارے دکھ' ساری محرومیاں بھول جاتی مگر' ہر خواہش' ہر دعا کب قبول ہوتی ہے۔

وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے اب آپس میں کچھ بات کر رہے تھے۔ مشال آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ان کے پیچھے چلتی جا رہی تھی' جہاں رستہ دو سڑکوں میں تقسیم ہوا تھا۔ واثق الوداعی مصافحہ کر کے اپنی سڑک کی طرف مڑ گیا تھا۔

عدیل نے مڑ کر مشال کی طرف دیکھا جو سر جھکائے اس کے پیچھے چند قدم پر کھڑی تھی۔

"آجاؤ۔ ضروری نہیں تھا کہ اب یوں باہر نکلو۔ میں اس لیے جلدی گھر آگیا تھا کہ گھر میں بہت کام ہوں گے۔" عدیل کے لہجے میں بہت کچھ جتانے والا تھا۔

"سوری بابا! لیکن مجھے لائبریری کی کچھ بکس واپس کرنی تھیں' اس لیے مجھے آنا پڑا۔" وہ معذرت خواہ لہجے میں سر جھکا کر آہستگی سے بولی۔

"اب تو کچھ ایسا نہیں ہے نا تمہارے پاس جو پھر سے لوٹانے کے لیے جانا پڑے؟" وہ کچھ جتا کر بولا تو اس نے خفیف سا نفی میں سر ہلا دیا۔

"بہت کچھ تو ایسا ہے جو دل ہی میں رہ گیا' واثق کی محبت' اس کی توجہ بہت سی۔ ان کہی باتیں' تشنہ خواہشیں۔"

وہ حسرت سے سوچتی چلی گئی۔

عدیل کے قدم تیز ہو چکے تھے' وہ بھی رفتار بڑھا کر اس کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کرنے لگی۔

* * *

"عدیل!" عفت کچھ پریشانی سے اسے دیکھے گئی۔

"مجھے خود فوزیہ کی یہ بات اچھی نہیں لگی جس طرح اس نے فون کر کے مجھے کہا کہ اگر دانی وہاں اسٹڈیز میں دلچسپی نہیں لے رہا تو آپ اسے میرے پاس بجھوا دیں۔ مجھے لگا کہیں تم نے تو اسے فون کر کے یہ سب کچھ نہیں کہا۔" وہ کچھ ناراض لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"عدیل! میں ایسا کیوں کہنے لگی۔ پھر آپ جانتے ہیں۔ میں دانی کے لیے تو ایسا کبھی بھی نہیں کہہ سکتی۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جانتا ہوں دانی تمہاری کمزوری ہے۔ تم اسے خود سے دور کرنے کا تو کبھی بھی نہیں سوچو گی۔" وہ طعنہ نہیں دے رہا تھا مگر عفت کو کچھ ایسا ہی لگا۔

"تو کیا دانی آپ کی کمزوری نہیں۔ اکلوتا بیٹا ہے وہ آپ کا۔" وہ بھی کہے بغیر رہ نہ سکی۔

"کمزوری ہی تو بن گیا ہے وہ میری" وہ منہ میں کچھ کوفت سے بڑبڑا کر بولا۔ تو عفت کو بالکل اچھا نہیں لگا۔

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آج اس کے اسکول بھی گیا تھا' وہی بات جس کی میں امید کر رہا تھا' اس کے پرنسپل نے اسکول سے فراغت کا نوٹس میرے ہاتھ میں تھمایا اور میں نے بھی ذرا اصرار نہیں کیا کہ وہ اسے رکھ لیں اسکول میں' اچھا ہے جان چھٹی وہاں سے تو۔" وہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا۔

عفت کچھ پریشان سی ہو گئی۔

"لیکن عدیل اس کا سال ضائع ہو گا اس طرح تو۔"

"وہ تو ہو چکا آل ریڈی۔" وہ کچھ لاپروائی سے بولا۔

"صرف تین چار ماہ تو ہیں ایگزام میں' وہ دے لیتا پھر آپ اس کا اسکول بدل دیتے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے اس نے ایگزامز میں نکل جانا ہے' تین چار ماہ ہوں یا کچھ دن عفت! وہ پڑھائی کے خیال سے بالکل ہٹ چکا ہے' کچھ فائدہ نہیں بیکار میں اسکول ڈیوز بھرنے کا۔" وہ جیسے طے کر چکا تھا کہ اب وائی سے کچھ بھی امید نہیں لگانی۔

"تو کیا کرے گا پھر وہ' یونہی آوارہ ہی تو پھرے گا' گھر میں تو وہ ٹکتا نہیں۔" عفت کو دوہری پریشانی نے گھیر لیا۔

"نہیں' میں کل جا رہا ہوں۔ بہت اچھا اسکول ہے۔ اس کا پرنسپل میرا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے' میں اس سے وائی کا کیس ڈسکس کر چکا ہوں۔ اس نے اسپیشل کیس کے طور پر لیتے ہوئے مجھ سے وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ وائی کو ان شاء اللہ سدھارنے میں ہماری مدد کرے گا' ہمیں بھی اب اس پر نظر رکھنی ہو گی۔ مجھے امید ہے چند مہینوں میں ہی ہمیں وائی کی طرف سے اچھے رزلٹ ملنا شروع ہو جائیں گے۔" وہ امید بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"سچ میں عدیل۔ اگر ایسا ہو جائے میں سمجھوں گی۔ اللہ نے میری ہر دعا قبول کر لی۔" عفت جذباتی ہو کر رونے ہی لگی۔

"ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ میں بھی اس پر توجہ دوں گا۔ تم بھی اس کا خیال رکھو۔ اسے غیر محسوس طور پر گھر کی مصروفیات میں الجھاؤ۔ کچھ کام اس کے ذمے لگاؤ۔ وہ ضرور بہتر ہو گا۔ اس عمر میں لڑکے ضرور پریشان کرتے ہیں' ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا وہ۔"

عدیل بہت ہلکا پھلکا ہو رہا تھا جیسے بہت بھاری بوجھ اس کے سر سے اترا ہو۔ عفت نے بہت دنوں بعد اسے یوں مطمئن سا دیکھا تھا۔

"پھر تو آپ نے بھی نسیم آنٹی کو خوب پریشان کیا ہو گا۔" عفت اس کے موڈ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ شوخی سے بولی۔

"نہیں بھئی۔ میں تو شروع سے اچھا بچہ تھا۔ بہت دل لگا کر پڑھنے اور محنت کرنے والا' پھر جاب ملی تو بھی میں نے اس میں بہت دل سے کام کیا۔ بشریٰ سے شادی کے بعد تو۔"

وہ جو روانی میں بولتا جا رہا تھا۔ اتنے سال ان دونوں کو جدا ہوئے گزر چکے تھے' پھر بھی خیالات کے بہاؤ اور روانی میں اکثر وہ عفت کو فراموش کر کے بشریٰ کو اس کی جگہ لے آتا۔

دونوں کچھ لمحوں کے لیے گنگ سے رہ گئے۔

"میں جانتی ہوں' آپ شروع سے بہت ذمہ دار اور خیال رکھنے والے تھے۔" عفت آہستگی سے بولی۔ "آپ نے فوزیہ کو کیا جواب دیا۔" وہ موضوع بدلتے ہوئے عدیل کو اس شرمندگی کی کیفیت سے نکال کر بولی۔

"وہی جو مجھے دینا چاہیے تھا' ابھی جب تک اس کی اسٹڈیز مکمل نہیں ہو تیں۔ ایسا کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔" وہ پھر سے پہلے والے انداز میں بولا تو عفت بھی سنبھل کر رہ گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"تم نے چیزوں کی لسٹ بنائی تھی مثال کی شادی کے لیے؟" اس نے اسے وہ کام یاد دلایا وہ جس کام کے لیے جلدی آفس سے اٹھ کر آیا تھا۔

"ہاں۔ کچھ چیزیں میں نے لکھی تو ہیں۔"

وہ اٹھ کر الماری سے ڈائری اور پین نکالنے لگی۔

"یہ آپ دیکھ لیں پھر مجھے بتا دیں اور کیا کیا لکھنا ہے۔" وہ اس کو دکھاتے ہوئے بولی۔ عدیل لسٹ دیکھتے ہوئے اسے کچھ اور چیزیں لکھوانے لگا۔

* * *

"خوش ہوں میں مما!" وہ آہستگی سے بولی۔ بشریٰ اب ہر کال میں اس سے یہ سوال ضرور پوچھتی تھی۔

"اگر میں ناخوش بھی ہوں گی تو آپ کیا کریں گی، مجھے اپنے پاس بلوا لیں گی؟ یا میرے پاس آجائیں گی۔؟" وہ افسردہ سی ہو کر دل میں خود سے بولی۔

"میری یہی دعا ہے اب دن رات تمہارے لیے مثال کہ میری بیٹی کی آنے والی زندگی بہت خوش گوار، بہت شان دار ہو، اسے شوہر کی، سسرال کی بہت محبت ملے، میری بیٹی کے دل میں کوئی دکھ کوئی محرومی باقی نہیں رہے۔" بشریٰ ہولے ہولے کہہ رہی تھی جیسے وہ بولتے ہوئے اپنے آنسو بھی صاف کر رہی ہو۔

بشریٰ نے کئی بار اس سے کہا کہ وہ اسکائپ پر بات کرے مگر جانے کیوں مثال چاہتی نہیں تھی کہ وہ ماں کے روبرو ہو، وہ فون پر آسانی محسوس کرتی۔

"مثال! میں اور عدیل تم سے بہت محبت کرتے تھے لیکن ہم اچھے ماں باپ ثابت نہیں ہوئے، بالکل بھی ہم نے تمہارا اس طرح سے خیال نہیں رکھا۔ آپس کے جھگڑوں میں پڑ کر جس طرح ہمیں تمہارا خیال رکھنا چاہیے تھا، تمہاری پروا کرنی چاہیے تھی۔ پھر تمہیں ہم دونوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی بہت سی محرومیاں جھیلنی پڑیں، جب میں یہ سب سوچتی ہوں تو میرا دل بہت روتا ہے۔" بشریٰ آج کسی اور ہی دنیا میں تھی۔

"مثال! اپنی بے بس ماں کو بیٹا معاف کر دینا میں نے پہلے صرف یہ سوچ کر تمہاری زندگی میں مثبت تبدیلی آئے احسن کمال سے شادی کی مگر پھر بعد میں جو کچھ ہوا اس شادی کو بچانے کے لیے، کیونکہ میری ایک شادی پہلے ٹوٹ چکی تھی اور میں تو شاید دوسری شادی بھی تمہارے لیے ختم کر لیتی مگر یہ دنیا معاف نہیں کرتی نہ بھولتی ہے۔ اس نے تمہیں طعنے دے دے کر تمہارا جینا حرام کر دینا تھا کہ جیسی ماں تھی ویسی بیٹی ہو گی، جو خدانخواستہ، کبھی گھر نہیں بنا سکے گی۔ تم سن رہی ہو ناں مثال؟" وہ افسردہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"جی مما!" وہ ہولے سے بولی۔

"میری جان! تمہاری نئی زندگی شروع ہونے جا رہی ہے، یقیناً" فہد بہت اچھا لڑکا ہو گا۔ تم اس سے پوری ایمان داری سے محبت کرنا" اور بیٹا ساتھ میں اپنی ساس سسر کا بہت خیال رکھنا" اور مثال پتا ہے میں اس رشتے سے کیوں خوش ہوں کہ فہد اکلوتا ہے۔ دوسرے، بہن بھائی کا کوئی جھنجھٹ نہیں ورنہ بعد میں بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ میری مثال کی نئی زندگی میں کبھی کسی دکھ کی ہلکی پرچھائیں بھی نہیں ڈالے۔"

وہ اسے دعائیں دیتی جا رہی تھی۔

"اچھا سنو مجھے بتاؤ۔ تم مجھ سے کیا گفٹ لو گی۔ اپنے طور پر تو میں کچھ نہ کچھ بھجوا رہی ہوں لیکن تمہیں جو مجھ سے چاہیے وہ بھی تم مجھے بتا دو۔" وہ بہت خوش تھی۔

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"نہیں مما! مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"مشال میری جان! ناراض ہو مجھ سے ابھی تک؟" وہ بے قراری سے بولی۔

"نہیں مما! میں کیوں آپ سے ناراض ہونے لگی۔" وہ گہرا سانس لے کر بولی۔ "آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ میں آپ سے ناراض ہوں' پاپا بلا رہے ہیں' میں آپ سے پھر بات کرتی ہوں۔" اس نے فون بند کر دیا۔ اسے اب بشریٰ کے اس پیار بھرے رویے سے بہت الجھن سی ہوتی تھی۔ اسے ساری محبتیں ہی اب بناوٹی لگنے لگی تھیں۔

"شاید اس لیے بھی خوش ہیں کہ اب پاپا جو مجھے ان کے پاس بھیجنے کی بات کر رہے تھے' وہ معاملہ بھی ختم ہو جائے گا۔" وہ یونہی فون ہاتھ میں لیے سوچنے لگی۔

"مما کی شادی ختم ہونے کی بڑی وجہ فوزیہ پھپھو۔ مما اس بات پر خوش ہیں کہ میری کوئی نند نہیں۔ اور فہد اس سے ایمان داری سے محبت کیسے کروں گی۔ میں تو اس کی محبت میں پہلے ہی بے ایمانی کر چکی ہوں۔" وہ مضطرب سی کمرے میں ٹہلنے لگی۔

"جب بھی فہد کی محبت کا خیال کروں گی۔ اسے چاہنے لگوں گی' کیا واثق کی محبت میرے دل سے ختم ہو جائے گی' یا خدا یہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ پہلے بٹی ہوئی تقسیم شدہ زندگی گزارتی رہی اور اب بٹی ہوئی محبت۔ میں بکھرتی رہوں گی فہد کے لیے خود کو سمیٹوں گی اور واثق کے لیے پھر سے بکھر جاؤں گی۔ پتا نہیں میں اسے بھول بھی سکوں گی یا نہیں؟" اس کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔

وہ پل صراط سے مرحلے جن کے آنے کا خیال اسے ہراساں کیے ہوئے تھا۔ اس کے جانے کے دن بہت قریب آ گئے تھے شام رات میں ڈھل رہی تھی اور کل اسے یہاں سے رخصت کرنے کی تاریخ طے ہوئی تھی۔

* * *

وہ بہت دیر سے بغیر پلکیں جھپکے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

جو کچھ اس حال میں تھا کہ شاید اسے یہ بھی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے؟ وہ کون ہے' کسی گہری سوچ میں مستغرق!

کسی ایسے مسئلے پر دھیان کی ساری سیڑھیاں لگائے' وہ کسی اور ہی جہاں میں تھا جس کا حل شاید کہیں بھی نہیں تھا۔

وہ سحر زدہ چلتی ہوئی اس کے پاس آ کر لمحہ بھر کو جھجکی' پھر کچھ بے خوف سے انداز میں یوں بیٹھ گئی' اس سے ذرا فاصلے پر' جیسے دو دوست بیٹھتے ہیں' وہ اسی طرح بے خبر بیٹھا تھا۔

"وہ کون ہے' جس سے آپ محبت کرتے ہیں؟" اس نے پژمردہ سے لہجے میں سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا تھا۔

اور واثق یوں اپنی جگہ سے اچھلا جیسے کسی نے اسے ہزار واٹ کا کرنٹ لگایا ہو' وہ اسے یوں اپنے اتنے قریب بیٹھا دیکھ کر شاک میں آ گیا۔

"کون ہے وہ جسے آپ اتنے دھیان سے سوچ رہے ہیں۔ پلیز بتائیں ناں' میں اس خوش نصیب لڑکی کا نام جاننا چاہتی ہوں۔" پری کے چہرے پر اشتیاق بھی تھا' اور امید کا جلتا دیا بھی! جیسے واثق جواب میں اس کا نام لے دے گا۔ واثق کے جبڑے بھنچ گئے۔ وہ مٹھیاں بھینچے جیسے خود پر ضبط کر رہا تھا۔

"میں اس کا نام جان سکتی ہوں؟" پری نے جھجکتے ہوئے بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ کو چھوا تھا۔

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

اور واثق یوں اپنی جگہ سے اچھلا جیسے کسی نے اسے اوپر اچھالا ہو۔ اس کا ہاتھ پری کو تھپڑ مارنے کے لیے اٹھا اور شدید برداشت کے مرحلے سے گزرتے ہوئے جیسے ہوا ہی میں معلق رہ گیا۔

"مارنا چاہتے ہیں پلیز تو مار لیجیے۔ مجھے اچھا لگے گا۔ آپ سے میرا کوئی تو تعلق بنے بھلے دشمنی کا ہو یا دوستی کا۔"

وہ اس بے خوف لہجے میں کہہ رہی تھی جس سے وہ پہلے اس سے بات کرتے ڈرتی تھی۔

"شٹ اپ۔ یو شٹ اپ!" واثق جبڑے بھینچے حلق کے بل غرا کر بمشکل ہی بول سکا۔

پری کی آنکھوں میں ناسمجھی سی حیرت اتر آئی جیسے اسے یقین ہی نہ ہو جواب میں اسے یہ کچھ سننا پڑے گا۔

"میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟" وہ مصنوعی انداز میں کچھ ڈرتے ڈرتے پوچھ رہی تھی، بہت حیران سی۔ اور واثق کا جی چاہ رہا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دے۔

"وردہ گھر پر نہیں ہے اور امی بھی نہیں ہیں، جب تمہیں آنا ہو تو پہلے تو انہیں کال کر کے یہاں آیا کرو اور پلیز اب جاؤ یہاں سے کیونکہ میں گھر میں اکیلا ہوں۔" وہ رخ پھیرے چہرے پر خوفناک سے تاثرات لیے، بہت رک رک کر بولا تھا، جیسے خود کو تہذیب کے دائرے میں رہنے پر مجبور کر رہا ہو۔

وہ اسے دیکھتی رہ گئی اور دوسرے لمحے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ واثق نے اسے سخت ناگوار نظروں سے دیکھا، یہ لڑکی خود جتنی بے باک تھی اس کی ہنسی میں بھی بے خوفی تھی۔

پتا نہیں کب کہاں اس نے یہ جملہ پڑھا اور اس کے ذہن پر جیسے نقش ہو گیا تھا۔

"جو لڑکی بے خوف ہنسی ہنسے وہ اچھی لڑکی نہیں ہوتی۔" اور وہ ایسی ہی ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ارے یہ خوف تو لڑکیوں کو ہوتا ہے کہ وہ گھر میں اکیلی ہیں۔ اگر ان کا کوئی بوائے فرینڈ ملنے کے لیے آجائے تو وہ اس طرح اسے جھٹک کر واپس جانے کو کہتی ہیں جب ان کا دل اندر سے اسے گھر کے اندر بلانے کو چاہ رہا ہو۔ جیسے کہ اس وقت آپ کا دل چاہ رہا ہے نا کہ میں نہ جاؤں کہیں بس یہیں رک جاؤں، ٹھہر جاؤں ہمیشہ کے لیے آپ کے پاس۔ آپ کے گھر میں۔ ہے نا؟" اس کی صرف ہنسی ہی بے خوف نہیں تھی اس کی سوچ بھی بے باک تھی۔

واثق کو — اس لڑکی سے جو ابھی اسے تو وردہ کی طرح بالکل لاابالی سی لگتی تھی۔ پہلی بار ہی اس سے عجیب سی گھن محسوس ہوئی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا! آپ کا دل کیوں کر چاہے گا کہ اتنی اچھی پیاری بلکہ اگر میں صاف آپ کے لفظوں میں بولوں تو ایسی بات کرتی لڑکی ایسی تنہائی میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلی جائے نہیں چاہ رہا نا آپ کا دل؟"

وہ اس کے بالکل پیچھے آ کر یوں اس کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوئی تھی کہ دونوں کے بیچ میں سے گزرتی ہوا کو بھی رستہ بہت تنگ پڑ رہا تھا!

وہ اس کے بہت قریب تھی کہ ذرا سی حرکت، خفیف سی آہٹ دونوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر سکتی تھی۔ واثق کا ضبط جیسے جواب دے گیا۔

"اگر ایسے میں کوئی آ گیا امی یا وردہ۔ انہوں نے دونوں کو یوں کھڑے دیکھ لیا تو کون یقین کرے گا اس میں واثق انوالو تھا یا نہیں۔ یہ صرف پری کی کاوش تھی۔"

وہ تیزی سے پلٹا اور اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ پری کے چہرے پر جڑ دیا۔

"یہ ہے تمہاری اس بے باک گفتگو کا جواب۔" وہ دانت پیس کر تنفر سے بولا۔ اور پری کو اس تھپڑ سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی واثق کے اجنبی رویے سے عجیب سا دکھ ہوا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو ٹھہر سے گئے۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں ٹھہرا پانی لیے اسے دیکھتی جا رہی تھی جس

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کی آنکھوں میں حسرت، نفرت، بے زاری اور بیگانگی تھی اور کچھ بھی نہیں۔

اس کچھ کی تلاش نے تو اسے بے باک بنایا تھا۔ وہ سمجھی تھی کہ اگر وہ خود سے پہل کرے گی تو بہت کچھ خود بخود آسان ہوتا چلا جائے گا۔ محبت کے رستے بھی اور واثق کی چاہت بھی!

”نکلو یہاں سے اور آئندہ تم میری موجودگی میں اس گھر میں نہیں آؤ گی۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔“ وہ ایک دم سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بیرونی دروازے تک لے آیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ گھسٹتی ہوئی جا رہی تھی۔

”تم جیسی لڑکیاں عزت کرنے تو کیا کسی بھی قابل نہیں ہوتیں، تمہیں اپنی شکل پر بہت ناز ہے، اپنے حسن پر بہت غرور ہے اور تم مجھے ایک عام شکل کی گئی گزری لڑکی سی بھی بری لگی ہو، اس میں کم از کم شرم کچھ حیا تو ہوگی۔“

واثق شدید جذباتی پن میں پھولے سانسوں کے درمیان بول رہا تھا۔

پری کی تو جیسے حیرت ہی نہیں جا رہی تھی، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جو اتنی حسین، اتنی خوب صورت ہے وہ خود سے کسی مرد کی طرف پیش قدمی کرے اور وہ مرد اسے جھٹک کر دور ہٹا دے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

اس کا دل عجیب طریقے سے دھڑک رہا تھا، بہت آہستہ آہستہ ڈوبتا ابھرتا اور پھر نیچے ہی نیچے جاتا ہوا۔

وہ کمزور دل نہیں تھی مگر اس وقت اسے لگا جیسے اس کے بدن کی پوری عمارت کسی بھربھری ریت کی دیوار کی طرح ڈھتی جا رہی ہے آہستہ آہستہ نیچے گرتی جا رہی ہے۔

”جاؤ یہاں سے اور اگر تم میں تھوڑی غیرت، شرم یا اپنے ماں باپ کی عزت کا لحاظ ہوگا تو آئندہ کسی بھی غیر مرد کے ساتھ اس طرح کی بے ہودہ بکواس کرنے سے پہلے سو بار سوچو گی۔“ نفرت سے کہہ کر اس نے پری کا ہاتھ چھوڑ کر اسے باہر کی طرف دھکا دیا اور وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی یوں بے دم ہو کر گری جیسے کسی نے اس کے بدن سے روح ہی کھینچ لی ہو۔

وہ سیدھی جا کر دروازے کی چوکھٹ سے ٹکرائی اور دوسرے لمحے زمین پر گر کر ڈھیر ہو گئی۔

اور یہ بات تو واثق کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ وہ اس طرح کا ڈرامہ کرے گی بجائے یہاں سے دفعان ہونے کے شرمندہ ہو کر چلے جانے کے وہ یوں دہلیز کے آگے ہی ڈھیر ہو جائے گی۔

”تم نے سنا نہیں۔ اٹھو اور جاؤ یہاں سے، اس سے پہلے کہ کوئی یہاں آ جائے۔ جاؤ اپنے گھر۔“ وہ وہیں کھڑے کھڑے درشت لہجے میں پکارا۔

مگر وہ بے حس و حرکت وہیں پڑی رہی۔ ایک دو تین چار۔ بہت سارے لمحے خاموشی سے گزر گئے، وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ واثق کو پریشانی سی ہوئی۔

”اے کیا مر گئی ہو۔ اٹھو یہاں سے اور جاؤ فوراً۔“ وہ اس سے کچھ فاصلے پر رک کر قدرے محتاط لہجے میں بولا۔ وہ بالکل نہیں ہلی۔

”یہ اس کا کوئی فریب بھی ہو سکتا ہے کوئی ناٹک۔ یہ لڑکی کچھ بھی... کچھ بھی کر سکتی ہے مجھے اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔“ وہ کچھ پریشان سا خود کو سمجھاتے ہوئے ذرا سا آگے بڑھا۔

”یہ تو بے ہوش ہو گئی ہے۔“ یوں گٹھڑی کی طرح بے حس و حرکت پڑے دیکھ کر خود سے کہا۔ اب آگے بڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں۔ آر یو آل رائٹ۔“ وہ ذرا سا اس پر جھکا پوچھ رہا تھا۔

بہت آہستگی سے اسے چھو کر واثق نے سیدھا کیا۔ اس کے ماتھے سے ذرا سا خون رس رہا تھا اور وہ بے ہوش

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھی۔ وہ کتنی دیر اسے غور سے دیکھتا رہا۔

اس کے پپوٹے بھی بے حرکت تھے۔ یہ اتنی سی چوٹ سے کیسے بے ہوش ہو سکتی ہے بھلا۔ وہ پریشان سا ہوا۔

”اے سنو۔ تم ٹھیک ہو۔“ وہ اب اس کے پاس دو زانو ہو کر پوچھ رہا تھا‘ اسے ذرا سا ہلایا اور وہ اس کی طرف لڑھک گئی۔

”پری!“ وہ پریشان ہو گیا۔

اس وقت عاصمہ اور وردہ اندر آ گئیں۔ اور دروازے پر ہی یہ منظر دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئیں۔

* * *

عدیل نے الوداعی کلمات بولتے ہوئے فون بند کر دیا۔ عفت منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”آدھے گھنٹے میں وہ لوگ نکل رہے ہیں گھر سے۔ سات آٹھ لوگ ہوں گے ان کے ساتھ‘ زیادہ تر تو فائزہ بھابھی کے رشتہ دار ہیں‘ ایک وقار کا بھائی اور اس کی بھابھی ہیں۔ یہاں سب انتظامات مکمل ہیں نا؟“ وہ کچھ بے چینی سے لہجے میں بولا۔

آج عدیل نے آفس سے چھٹی لی تھی۔ وہ سب کچھ اپنی نگرانی و موجودگی میں کروانا چاہتا تھا۔

عفت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ یہ سوال دوپہر کے بعد سے کئی بار پوچھ چکا تھا اور وہ تسلی بھرا جواب بھی دے چکی تھی‘ لیکن عدیل کے انداز سے لگتا وہ مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔

”کچھ چاہیے تو نہیں اگر بازار سے کچھ منگوانا ہو تو؟“ وہ عفت کو جاتے دیکھ کر پیچھے سے پوچھنے لگا۔

”عدیل! میں نے تقریباً“ سولہ سترہ لوگوں کے لیے ڈنر اور شام کی چائے کا انتظام کیا ہے‘ اگر وہ آٹھ دس لوگ آ رہے ہیں تو سب کچھ ٹھیک ہے‘ کافی ہے‘ میرے خیال میں پھر مزید کیا منگواؤں اور میں۔“ آخر میں بولتے ہوئے وہ اس بے زاری پر اتر آئی جو اس کے لہجے کا خاصا تھی۔

”ہوں‘ ٹھیک ہے پھر تو میرے خیال میں۔“ وہ اس کے لہجے سے کچھ خائف ہو کر سر ہلاتے ہوئے بولا۔ عفت نے مزید کچھ نہیں کہا اور باہر نکل گئی مگر اسے دروازے کے پاس دو قدم پر ہی رکنا پڑا۔ عدیل کا فون پھر بجا تھا۔

شاید کچھ انہونا ہو جائے‘ وہ لوگ نہیں آ رہے ہوں‘ ان کا پروگرام کسی وجہ سے کینسل ہو گیا ہو۔

دل کی وہ کمینی سی خواہش جو عفت کو قدم بہ قدم پر بھٹکا رہی تھی۔ اس خواہش نے پھر سے اس کے قدم جکڑے تھے‘ مگر عدیل کال ریسیو کرنے کے بعد بہت مدھم لہجے میں بات کر رہا تھا‘ یہ چیز عفت کو کچھ اور متجسس کر گئی۔

اس نے دروازے کی اوٹ سے کان اندر کی جانب لگا دیے۔

”ہوں‘ مکمل ہے سب کچھ... تم پریشان نہیں ہو‘ میرا دل اب کافی مطمئن ہے۔ مثال سے میری بات ہو چکی ہے‘ وہ دل سے راضی ہے اس رشتے کے لیے‘ ورنہ یہ میرا وہم تھا واقعی کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔“

وہ رک کر دوسری طرف یقیناً“ بشریٰ ہو گی جس کی بات بہت دھیان سے سننے لگا تھا‘ عفت کے سینے پر جیسے سانپ لوٹنے لگے۔ ان کی عشق و عاشقی تو شاید مرتے دم تک تمام نہیں ہو گی۔

”منحوس دوسرے شوہر سے طلاق لے کر دوبارہ اس عدیل کے گھر میں کیوں نہیں آ جاتی اپنے مثال اور عدیل کے پاس۔“ وہ دل میں جل کر وہ بات سوچنے لگی جس میں سراسر اس کا اپنا نقصان تھا۔

”نہیں پلیز‘ میں بات کر چکا ہوں مثال سے‘ اب تم بات کرو گی تو وہ پریشان ہو جائے گی۔ اسے لگے گا کہ ہم

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دونوں اس پر اعتبار نہیں کر رہے۔ بشریٰ! ہماری مشال واقعی میں ایک مثالی لڑکی ہے' بہت محبت کرنے والی' خیال رکھنے والی' صابر شاکر۔" اور عفت کو معلوم تھا مشال ایک ایسا ٹاپک ہے عدیل کے پاس جس پر وہ گھنٹوں بغیر تھکے بات کر سکتا ہے۔

"آج وہ ہم سے رخصت ہو رہی ہے تو مجھے یوں لگ رہا ہے میں بالکل اکیلا ہو جاؤں گا۔" وہ بہت آزردہ تھا۔

"ہم تو جیسے مر چکے ہیں نا یا شاید پیدا ہی نہیں ہوئے۔" عدیل کے لہجے سے عفت نے جل کر سوچا اور دروازے کی اوٹ چھوڑ دی۔

اس جلن میں اور کتنا خود کو کھولائے جو تقدیر نے اس کی قسمت میں شادی کے دن سے لکھ رکھا ہے۔

شادی والی رات ہی تو مشال اسے بری میں مل گئی تھی۔ اس نے پہلی رات بھی ایسے ہی جلتے کھولتے کڑھتے گزاری تھی اور پھر آنے والی بہت سی راتیں' جب عدیل اس کے پاس بیٹھا کبھی مشال کی باتیں کرتا اور کبھی مشال کے بہانے بشریٰ کے نام پر اٹک کر گھنٹوں کے لیے چپ سادھ لیتا تھا۔

"پتا نہیں اللہ نے ان بی بی کی قسمت کہاں بیٹھ کر ایسی شاندار بنائی اور مجھ جیسی کرموں جلی کی کہاں۔ بیٹا پیدا کر کے بھی میں عدیل کے دل میں وہ جگہ نہیں بنا سکی' جو وہ بشریٰ اس مشال کو پیدا کر کے بنا چکی ہے۔"

"میرے بچے بھی تو۔ انہیں بھی مشال کی طرح باپ کو قابو کرنا نہیں آیا۔ وانی ایسا نکلے گا' میں نے کبھی نہیں سوچا تھا' ورنہ صرف یہ وانی ہی باپ کی کمزوری ہوتا تو آج اس گھر میں حالات بہت مختلف ہوتے۔ میں مشال کے لیے نہیں پری کے لیے آنے والے مہمانوں کا بڑے جوش اور خوشی سے استقبال کر رہی ہوتی۔"

جانے کیوں اسے یہ رشتہ اپنی پری کے لیے چاہیے تھا۔

وقار اور فائزہ کو پہلی بار ملنے کے بعد سے یہ خیال اس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔

"میری بیٹی میں بھلا کس چیز کی کمی تھی' آسمان سے اتری کوئی حور اور یہ مشال ہونہہ معلوم نہیں کیا دیکھا ان دونوں نے اس میں۔" وہ بڑبڑاتی کچن میں چلی گئی۔

* * *

مشال کاٹن کے گلابی کلر کے ہلکی شکنوں والے سوٹ میں پری جیسی تو نہیں' لیکن پیاری لگ رہی تھی۔

اس کے چہرے اور آنکھوں میں جیسے کوئی بولتی چپ تھی' جو ٹھہر گئی تھی یا یونہی کچن کے دروازے پر پہنچ کر وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہ گئی۔ کتنا سوز ہے اس کے اس عام سے حسن میں!

وہ سوچ کر رہ گئی۔ مگر یہ سوز کیسے آ گیا اس کے چہرے پر' کیا اس نے کسی محبت میں محرومی جھیلی ہے۔

"مجھے کھانا ملے گا' یا نہیں میں نے دو بار کہلوا کر بھیجا ہے۔" وانی اندر آ کر مخصوص تیز لہجے میں بولا۔

مشال کے چہرے پر بڑی پیاری مسکراہٹ ابھری تھی۔

"یہ دیکھو میں نے اپنے پیارے بھیا کے لیے کتنی زبردست ٹرے سجائی ہے' پاستا ہے کریم' گرم پلاؤ' پالک پنیر' قورمہ اور نان بھی۔ یہیں آ جاؤ یہیں شاباش میں ٹیبل پر رکھ رہی ہوں۔" وہ جو ٹرے میں کچھ برتن رکھ کر کھانا نکال رہی تھی فوراً" بشاشت سے بولی۔

"نہیں' مجھے اپنے روم میں کھانا ہے' بھجوا دیں کسی کے ہاتھ۔" وہ اپنی مخصوص رکھائی سے کہہ کر جانے لگا۔

"وانی! یہیں کھا لو نا میرے پاس بیٹھ کر' مجھے اچھا لگے گا اور پھر دیکھو نا مجھے تو کچھ دنوں بعد یہاں سے چلے ہی جانا ہے' اگر تم مجھے کچھ ٹائم دو گے تو مجھے اچھا لگے گا۔" وہ لجاجت بھرے لہجے میں اس کا ہاتھ تھام کر کچھ ایسے بولی کہ

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دانی فوری طور پر اس سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑا سکا۔ متذبذب سا کھڑا رہ گیا۔ وہ اس کے ہاتھ پکڑے ٹیبل تک لے آئی۔ اور پھر خود جلدی سے ٹرے اور دوسرے برتن لا کر اس کے سامنے میز پر رکھنے لگی۔

"کیا لو گے؟ پہلے تمہاری پلیٹ میں کیا نکالوں؟" وہ جوش سے کہہ رہی تھی۔

"تھینکس میں لے لوں گا خود۔" وہ قدرے نرم پڑ گیا تھا۔

"میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں نا کچھ دیر کے لیے۔" وہ دونوں ہاتھوں کے کٹورے پر اپنا چہرہ سجا کر پیار سے بولی۔

دانی نے کچھ چونک کر اسے دیکھا جیسے اس کے چہرے پر اس التفات کی اصل وجہ تلاش کر رہا ہو۔

وہاں ایسا کچھ نہیں تھا جس کے بارے میں عفت نے ہمیشہ اسے اور پری کو تیار رکھا تھا' وہ یونہی سر ہلا کر خاموشی سے کھانے لگا۔ مثال اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

"پتا ہے دانی! جب تم چھوٹے تھے تو میں تمہیں گود میں لے کر بہت پیار کرتی تھی' تم پیارے ہی بہت تھے۔" وہ دھیرے سے کہنے لگی۔

"اب پیار نہیں کرتیں یا میں پیارا نہیں رہا؟" وہ کچھ ناپسندیدہ لہجے میں بولا۔

"تم پیارے تو اب بھی بہت ہو اور میں تمہیں پیار بھی بہت کرتی ہوں' لیکن میں نے تمہارے لیے بہت سے خواب دیکھے تھے۔" وہ کچھ حسرت سے بولی۔

"مما اور پاپا جیسے' ہے نا؟" وہ تمسخر بھرے لہجے میں بولا۔

"خواب دیکھنے کی بیماری تو نہیں ہے۔ یہ تمہیں کہاں سے لگ گئی۔"

باہر کھڑی عفت نے اپنا وزن دوسرے پاؤں پر ڈالا۔

"خواب تو ہر کوئی دیکھتا ہے دانی! تم نے بھی دیکھے ہوں گے کیا سوچا ہے تم نے اپنے بارے میں۔" وہ بڑے طریقے سے اسے موضوع کی طرف گھیر کر لا رہی تھی۔ دانی کچھ ٹھٹکا۔

"کچھ نہیں ابھی۔" وہ سرد لہجے میں کہہ کر کھانے لگا۔

"بھائی بہنوں کا فخر ہوتے ہیں دانی! تم ابھی چھوٹے ہو' لیکن ماشاء اللہ سے تم سمجھ دار بہت ہو تم چیزوں کو بہت اچھی طرح سے سمجھتے ہو۔ میری شادی ہونے والی ہے' چند سالوں میں بلکہ ایک دو سالوں میں پری کی بھی ہو جائے گی پھر ماما اور پاپا اکیلے رہ جائیں گے' ان کے پاس صرف تم ہی تو ہو گے۔" دانی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ابھی تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں ان کی ضرورت ہے' لیکن دانی صرف دو تین سالوں میں انہیں تمہاری ضرورت ہو گی' اس گھر کو تم نے بنانا اور چلانا ہے' پھر میں اور پری' ماما پاپا سے زیادہ تمہارے فون کا انتظار کریں گے کہ کب دانی ہمیں فون کرے گا کہ آپی میں آپ کو لینے کے لیے آ رہا ہوں' پلیز کچھ دن ہمارے ساتھ آ کر رہیں' ایسا کوئی فون مجھے آئے گا نا دانی۔" وہ بہت یقین سے اس سے پوچھ رہی تھی' باہر کھڑی عفت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دانی کچھ نہیں بولا۔

"بتاؤ نا دانی! میں انتظار کروں تمہاری ایسی کسی کال کا؟" وہ اصرار بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔۔۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وہ جانے کیسے بے بس ہوا تھا۔ کچھ لاچاری سے بولا۔

"دانی تمہارے یہ دن بہت قیمتی ہیں۔ تم بڑے ہو رہے ہو اگر اس وقت کو کھو دو گے تو وقت بھی تم سے ہاتھ چھڑا کر آگے نکل جائے گا۔ تم پیچھے رہ جاؤ گے۔ پتا نہیں تمہیں اس بات سے کوئی فرق پڑے یا نہیں' لیکن دانی ہم سب میں' ماما' پاپا' پری ہم اس غم سے بہت تکلیف محسوس کریں گے کہ ہمارا دانی زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا ہے تم سمجھ رہے ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں؟

دانی پلیز! ہم تمہیں سب سے آگے سب سے کامیاب رکھنا چاہتے ہیں۔ پپا جو کچھ نہیں کر سکے۔ تم وہ کر کے

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دکھاؤ اور تم کر سکتے ہو۔ تم میں بہت انرجی ہے، بہت جذبہ ہے اور جذبہ سب کچھ کروا سکتا ہے۔ اگر تم نے کامیاب ہونے کا ارادہ کر لیا اس ارادے پر ڈٹ گئے تو پھر ضرور کامیاب ہو گے۔" وہ رک رک کر کہہ رہی تھی۔

دانی بہت آہستہ آہستہ کھانا کھا رہا تھا۔ وہ مثال کی باتیں سن رہا تھا یا نہیں، لیکن کچھ سوچ ضرور رہا تھا۔

"ہم سب تمہیں بہت کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں دانی! ماما تم سے بہت محبت کرتی ہیں، ہم سب سے زیادہ وہ صرف تم سے محبت کرتی ہیں۔ بیٹے ماؤں کی کمزوری ہوتے ہیں۔ پلیز تم انہیں مایوس نہیں کرنا۔"

اور عفت کا جی چاہا وہ وہیں کھڑے ہو کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ وہ اس لڑکی کو عمر بھر کیا سمجھتی رہی اور وہ جس طرح کی باتیں کر رہی تھی، یہ تو دل کی بہت اچھی ہے۔ عفت پر جیسے انکشاف ہوا تھا۔

"تم سوچو گے دانی! میری باتوں کو؟" وہ اس کو اٹھ کر جاتا دیکھ کر ملتجی لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"ہوں!" وہ مختصراً کہہ کر باہر نکل گیا مثال اسے جاتا دیکھتی رہی۔

* * *

وردہ پری کو سہارا دے کر گھر کے اندر لائی تو باہر کی طرف آتا عدیل بے اختیار ٹھٹکا تھا۔

پری کے ماتھے پر چھوٹی سی بینڈیج تھی اور چہرے پر نقاہت سی!

"کیا ہوا ہے تمہیں پری! تم ٹھیک ہو کہاں تھیں تم؟" وہ کچھ بے چین کچھ خفا لہجے میں آگے بڑھ کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

"سوری انکل! یہ میرے گھر آئی تھی۔ ہمیں کچھ نوٹس ایکسچینج کرنے تھے کہ گھر آتے ہوئے اسے چکر سا آیا اور یہ گر گئی تو اس کے یہ چوٹ سی لگی ہے۔ بٹ شی از فائن' ڈاکٹر نے کہا ہے صرف ویک نیس کی وجہ سے یہ گر گئی تھی۔" وردہ کچھ رک رک کر بتا رہی تھی عدیل پری کو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

اس کے ہاتھ پکڑ کر نرم سے انداز میں اسے اندر لے جانے لگا۔

"اگر طبیعت زیادہ خراب ہے پری! تو میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔ کیا فیل ہو رہا ہے؟" وہ فکر مند تھا۔

"پاپا! میں ٹھیک ہوں بالکل۔ کچھ دیر ریسٹ کروں گی تو کافی بہتر ہو جاؤں گی۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔" وہ باپ سے نظریں چرا کر مدھم لہجے میں بولی۔

"چلو پھر تم اندر جا کر آرام کرو۔ مثال! اسے اندر لے جاؤ یہ ریسٹ کرے گی۔" سامنے سے آتی مثال کو دیکھ کر عدیل نے کہا۔

مثال وردہ کو دیکھ کر ٹھٹکی، جو کچھ آکورڈ سا محسوس کرتے ہوئے اب مڑ کر واپس جانے لگی تھی۔

"وردہ پلیز تم آجاؤ میرے ساتھ میرے روم میں۔" پری نے اسے مڑ کر پکارا تھا۔ وہ عدیل کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں پری! شام زیادہ ہو گئی ہے، مجھے اب گھر جانا ہے میری امی انتظار کر رہی ہیں، تم ریسٹ کرو، میں فون پر تمہاری خیریت پوچھ لوں گی۔" وہ کہہ کر جانے لگی۔

"تھوڑی دیر بعد چلی جانا۔ ابھی آجاؤ۔" پری کے لہجے میں اصرار تھا۔

"وردہ! اگر پری چاہ رہی ہے تو تم پلیز آجاؤ۔ تھوڑی دیر بعد چلی جانا۔" مثال نے بھی اسے روکا۔

"پاپا! انہیں چھوڑ آئیں گے تھوڑی دیر بعد۔" پری نے جیسے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا! آپ جاؤ ابھی پری کے ساتھ، میں آپ کو کچھ دیر میں بھجوا دوں گا آپ کے گھر، ڈونٹ وری۔" بیٹی کی خواہش پر عدیل نے بھی اسے تسلی دی، وہ کچھ متذبذب سی کھڑی رہی پھر سر ہلا کر پری کے ساتھ اندر کی طرف

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بڑھ گئی۔ عدیل کے چہرے پر سوچ تھی' وہ اندر چلا گیا۔

* * *

"بند امی! ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ بالکل ایک پاگل لڑکی ہے۔" واثق ماں سے نظریں چُراتے ہوئے کوفت سے کہہ رہا تھا۔

"مگر اس کی حالت واثق۔۔۔" عاصمہ کے لہجے میں عجیب شک سا تھا۔ واثق بے اختیار ٹھٹکا۔

"آپ۔۔۔ آپ کیا سمجھ رہی ہیں۔ امی کیا میں آپ کو اس ٹائپ کا لگتا ہوں کہ۔" وہ بولتے ہوئے رک گیا اس سے آگے کچھ بولا ہی نہیں گیا تھا۔

عاصمہ کے لہجے نے اسے دکھ دیا تھا۔

"صرف میں نہیں واثق! اس طرح گھر میں کوئی بھی داخل ہوتا اور وہ جیسے فرش پر پڑی تھی۔" عاصمہ بولتے بولتے ایک دم سے سر جھٹک کر خاموش ہو گئی۔

"اور تم کہہ رہے ہو وہ پاگل ہے۔ کیوں کس کے لیے؟" عاصمہ آگے سے بولی تو واثق کو بہت برا لگا۔

"ایک منٹ امی! آپ کے دل میں جو بھی بات ہے' وہ آپ مجھ سے چاہتے ہوئے بھی کہہ نہیں پا رہیں' پلیز وہ کہہ ڈالیں مجھ سے یوں الجھے الجھے انداز میں بات نہیں کریں پلیز۔" وہ دو ٹوک لہجے میں ماں سے بولا۔ اس کی عادت ہی ایسی تھی وہ الجھنوں سے' بہتان سے' شک سے دور بھاگتا تھا۔

"وہ کیوں آئی تھی یہاں؟" عاصمہ اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"مجھے کیا معلوم' وہ کیوں آئی تھی۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ ۔۔۔ اندر آچکی تھی دروازہ کھلا تھا مجھے معلوم نہیں تھا۔ درہ کا پوچھنے لگی میں نے بتا دیا۔ میں نے ہی اسے جانے کے لیے کہا جبکہ وہ۔۔۔" وہ بولتے ہوئے رک گیا۔

"کیا وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی۔" عاصمہ نے اس کا ادھورا جملہ جیسے پورا کیا۔

"میں اسے یہاں رکنے سے منع کر رہا تھا۔ یہ مناسب بات نہیں تھی مگر وہ رکنا چاہ رہی تھی۔" واثق کچھ مجرمانہ انداز میں اعتراف کر رہا تھا۔ عاصمہ کو لگا۔ کچھ اچھا نہیں ہوا ہو گا۔ دونوں کے درمیان کچھ ایسی بات ضرور ہوئی ہے جو غلط تھی۔

"میں نے اسے منع کیا اور یہاں سے چلے جانے کو کہا باہر جاتے ہوئے اسے چکر آیا اور وہ دروازے سے ٹکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی میں اسے ہوش میں لانے کے لیے پکار رہا تھا' جب آپ اور درہ گھر میں داخل ہوئے تو۔" کبھی زندگی میں ایسا موقع نہیں آیا تھا کہ واثق کو یوں اپنے لیے صفائی دینا پڑی ہو۔

مگر آج اسے یہ بھی کرنا پڑ رہا تھا۔

"اور امی! میں نے اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ اسے یوں اکیلے گھر میں نہیں آنا چاہیے۔ ٹھیک طریقہ یہی ہے کہ آدمی فون کرے کسی کے بھی گھر جانے سے پہلے کہ جس سے وہ ملنے جا رہا ہے وہ شخص گھر میں موجود بھی ہے یا نہیں۔" وہ کوفت سے کہہ رہا تھا۔

عاصمہ کچھ نہیں بولی۔

"میں سمجھوں درہ ابھی تک نہیں آئی۔ میں نے کہا بھی تھا کہ میں ساتھ چلتا ہوں۔" وہ جھلا کر باہر جانے لگا۔

"واثق!" عاصمہ نے اسے پیچھے سے پکارا۔ "تم نے سارہ کے بارے میں کیا سوچا؟ سعدیہ کا فون آیا تھا۔ وہ کل ہماری طرف آ رہی ہے۔ سارہ بھی ساتھ میں ہو گی تم بھی مل لینا اس سے' اور میں چاہتی ہوں یہ معاملہ بس اب

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نپٹ جائے ورنہ تو۔" آخری الفاظ وہ منہ میں بڑبڑائی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔ کس وجہ سے جلد سے جلد یہ معاملہ نپٹانا چاہ رہی ہیں آپ' کیا خوف ہے آپ کو؟" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"میں کسی کے زبردستی مجبور کرنے پر تو اپنی زندگی کا فیصلہ کروں گا نہیں' جو کوئی کچھ بھی سمجھتا ہے' سمجھتا رہے' آئی ڈونٹ کیئر مجھے کسی سے نہیں ملنا۔" وہ تیز تیز بولتا باہر نکل گیا عاصمہ سر پکڑ کر رہ گئی۔

* * *

وردہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اس کا منہ لحظہ بھر کے لیے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پری اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"تمہیں لگ رہا ہے' میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" پری اسی طرح نظریں جمائے ہوئے پُر اعتماد لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

وردہ صرف ہلکا سا نفی میں سر ہی ہلا سکی۔

"میں نے کچھ نہیں کہا تھا صرف پسندیدگی کا اظہار اور میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس کا کچھ اور مطلب نکالیں گے اور مجھے۔۔۔" ادھوری بات کے ختم ہونے سے پہلے وہ بے آواز آنسوؤں سے رو پڑی۔

اس کی نیلگوں ہلکورے لیتی آنکھوں سے گرتے موتیوں سے وردہ کے دل کی دنیا ہی بے سکون کر دی۔

"پلیز۔۔۔ پلیز یوں مت رو پلیز پری۔۔۔ میں بات کرتی ہوں جا کر بھائی سے پوچھتی ہوں ان سے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ اپنی امی کو بتاتی ہوں کہ انہوں نے یہ کیسی حرکت کر ڈالی ہے۔" وردہ سخت جذباتی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

پری نے بے اختیار وردہ کے ہونٹوں پر اپنا نازک سا ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں پلیز' تم کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔ کچھ نہیں بولو گی۔ پہلے وعدہ کرو مجھ سے۔" وردہ اس کی اس فرمائش پر کچھ حیران سی رہ گئی۔

"پری۔۔۔ لیکن۔" وہ اسے سمجھانا چاہتی تھی۔

پری نے آنکھوں میں آنسو لیے شدت سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پلیز نہیں' تم اس بات کو سمجھ سکتی ہو تم بھی لڑکی ہو۔ تم جانتی ہو۔ اس طرح کی بات اگر کسی لڑکی کے ساتھ لگ جائے تو اس کی پوری زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔" وہ شدید خوف زدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

اور وردہ کا جی چاہ رہا تھا۔ زمین پھٹے اور وہ اس میں غرق ہو جائے' اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کا بھائی کچھ ایسا ویسا بھی کر سکتا ہے۔

وہ بس گم صم سی پری کو دیکھتے جا رہی تھی۔

"میں نے تمہیں اس لیے روکا کہ میں خود کو سنبھالنا چاہ رہی تھی' اگر میں یہ بات کسی سے نہ کرتی وردہ' تو یقین کرو' میرا دل پھٹ جاتا اور اگر میں یہ بات کسی اور سے کر دیتی میرے ماما' پپا کو پتا چل جاتا۔ یا میری اسٹیپ سسٹر مثال کو' تمہیں نہیں پتا' وہ کتنی گھٹیا' کتنی کمینی ہے۔ اس نے سارے خاندان میں فون کر کے سب کو بتا دینا تھا' وہ بہت خطرناک ہے اور مجھ سے تو اس کو خاص نفرت ہے کیونکہ وہ میرے جیسی حسین نہیں اور اسی وجہ سے وہ مجھے ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ پلیز تم سمجھ رہی ہو ناں' میری زندگی کا دارومدار تم پر ہے میری اچھی دوست۔" وہ اٹھ کر اس کے کندھے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگی۔

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اور وہ تو جیسے پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گئی تھی۔ اس کے اندر غم و غصے کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

* * *

"یہ کپڑے تم نے پہنے نہیں ابھی تک میں نے بھجوائے تھے سلیمہ کے ہاتھوں وہ لوگ آنے والے ہیں مشال ابھی تم نے تیار بھی ہونا ہے۔" عفت کمرے میں آکر اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر کچھ خفا لہجے میں ناراض ہونے لگی۔ مشال کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"یہ پری کہاں رہ گئی ہے عدیل مجھے کہہ رہے تھے وہ اپنی سہیلی کے گھر سے آچکی ہے تو اب کہاں ہے، کم از کم آکر تمہیں تیار تو کر دے اسے میک اپ کرنے کا اچھا ڈھنگ ہے، میں بھیجتی ہوں اسے۔" وہ کہہ کر جانے لگی مشال اسی طرح بیٹھی تھی۔

عفت جاتے ہوئے کچھ سوچ کر رکی۔

"کیا بات ہے مشال! تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو۔ کوئی بات ہوئی ہے؟" ابھی کچھ دیر پہلے جو کچھ اس نے وانی کے ساتھ مشال کی باتیں سنی تھیں۔ اس نے عفت کے دل میں مشال کی قدر بڑھا دی تھی اگر وانی مشال کی وجہ سے کچھ بہتر ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ خود اب مشال سے کہے گی کہ وہ وانی کو کچھ وقت دے۔

"نہیں کچھ نہیں ماما۔ میں ٹھیک ہوں۔" وہ جیسے خود کو کمپوز کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

عفت اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری فیلنگز کو مشال! اس وقت ایک لڑکی کو جتنی ایک ماں کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی وقت میں نہیں ہوتی۔"

وہ کہتے ہوئے آہستگی سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"میں واقعی اتنی اچھی نہیں ہوں کہ تمہاری ماں کی جگہ لے سکوں، حالانکہ میں کوشش کرتی ہوں کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کروں اپنے بچوں جیسا نہ سہی لیکن کچھ بہتر لیکن مشال یقین کرو میں اس معاملے میں خود کو بے بس محسوس کرتی ہوں معلوم نہیں اللہ نے عورت کے دل میں اتنی وسعت کیوں نہیں دی کہ وہ دوسری عورت کو یا اس کی اولاد کو بخوشی قبول کر سکے اور جو عورتیں ایسا کرتی ہیں وہ بہت عظیم ہوتی ہیں۔ میں ایسی عظیم نہیں۔"

اس کے لہجے میں ملال تھا۔ تاسف اور کوئی گہری کیفیت جیسے وہ یہ سب مشال سے نہیں پری سے کہہ رہی ہو۔

"ماما! آپ بہت اچھی ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں اور آپ کا دل بھی بہت بڑا ہے۔" آپ نے مجھے قبول کیا ہے۔ میں اس کی گواہ ہوں۔ آپ نے مجھے اپنے گھر میں جگہ دی ہے، مجھے بہت کچھ سکھایا اور ماما یہی محبت ہوتی ہے جو ایک ماں 'ذمے دار ماں' اپنی بیٹی کو دیتی ہے۔" آپ نے بہت اچھے طریقے سے میری تربیت کی ہے۔ آئی ریئلی تھینک فل ٹو یو ماما۔" وہ اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"مشال، میری بیٹی! اللہ تمہیں اپنی زندگی میں بہت خوش و خرم رکھے میں اتنی اچھی نہیں ہوں۔ میں جانتی ہوں لیکن تم نے میرا مان رکھا۔" وہ اسے پیار کر کے بولی۔

اور مشال کو پہلی بار عفت کا پیار پا کر بہت عجیب بہت اچھا سا لگ رہا تھا کہ بہت سال ہوئے بشریٰ نے بھی اسے کبھی اس طرح سے پیار نہیں کیا تھا۔

اس کے پیار میں بھی ایک خوف ایک ڈر ہوتا تھا کہ کہیں احسن کمال یا سیفی دیکھ نہ لیں کہ وہ مشال کو پیار کر رہی ہے۔

"اور میں تمہارے لیے دل سے دعا کروں گی کہ جیسی اچھی تم خود ہو ویسی تمہیں سسرال ملے۔ تم بہت خوش

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

رہو اور مشال! کوشش کرنا عدیل کو اب تمہاری طرف سے کوئی دکھ نہیں ملے۔" اس نے آخر میں جو بات کی مشال لمحہ بھر کو سن سی رہ گئی۔

اس نے دانستہ طور پر تو کبھی اپنے باپ کو غم زدہ نہیں کیا تھا۔

"وہ پہلے ہی بہت دکھ جھیل چکے ہیں، پہلے تمہاری ماں کی وجہ سے شاید تمہیں برا لگے مگر یہ حقیقت ہے مشال! اور تم سمجھ دار ہو، تم سسرال میں اچھی زندگی گزار کر اپنے باپ کو خوشیاں دو گی۔ تم سمجھ رہی ہو ناں انہیں کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے تمہاری طرف سے۔" اور مشال سر جھکا کر رہ گئی۔

⁂

فائزہ نے اسے اپنے بہت قریب کر کے بٹھایا ہوا تھا کہ فائزہ کے قیمتی لباس سے اٹھتی دل فریب مہک جیسے مشال کے اپنے وجود سے پھوٹنے لگی تھی۔

اس کی گریس فل سی ساس اسے بہت اعتماد سے ساتھ لگائے کسی ماں کی طرح جیسے سمیٹے ہوئے اسے پیار کر رہی تھی، مشال اس کی محبت کے بوجھ سے کچھ اور جھکی جا رہی تھی۔

وقار اور فائزہ کے رشتہ دار خواتین مرد سبھی کا تعلق بہت اچھے کھاتے پیتے گھرانوں سے تھا پری خوب تیار ہو کر کسی پری کی طرح سب کے بیچ میں چہکتی پھر رہی تھی۔

عفت اسے فخریہ نظروں سے دیکھ رہی تھی کیونکہ مہمان خواتین میں سے دو تین نے پری میں خصوصی دلچسپی لی تھی۔

اور عفت کو یقین ہو چلا تھا کہ چند ہی دنوں میں پری کا بھی کہیں بہت اچھا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

عفت کی اپنی شادی بہت دیر میں ہوئی تھی، جب اس کے چچا کو اس کی شادی کی امید بھی ختم ہو چکی تھی، عدیل کا رشتہ کسی نعمت سے کم نہیں تھا ان کے لیے۔ اسی وقت عفت نے دل میں سوچ لیا تھا کہ اگر اس کی بیٹی ہوئی تو وہ اس کی اوائل عمری میں ہی شادی کر دے گی، پہلے اچھے رشتے پر ہاں بول دے گی اور اب اسے اپنے دل کی یہ خواہش پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"وقار یار! دس دن تو بہت کم ہیں کیوں عفت! کم سے کم پچیس تاریخ تو ہو یا بیس دن ٹھیک رہیں گے۔" عدیل وقار کی بات پر بولا۔

"پرسوں فہد آ رہا ہے اس کی کل کی فلائٹ میں سیٹ چانس پر ہے، مگر پرسوں کی کنفرم ہے۔ وہ یہاں صرف بیس دنوں کے لیے آ رہا ہے شادی کے بعد صرف آٹھ نو دن بچیں گے۔ مشال اور فہد کے پاس ہنی مون کے لیے۔ حالانکہ میں تو چاہ رہی تھی آپ ہمیں اسی مہینے کی کوئی تاریخ دے دیں۔" فائزہ کی بات پر عدیل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں نہیں بھابھی! اس ہفتے تو نہیں۔" وہ فوراً بولا۔

"تو چلو پھر بارہ تاریخ کو جمعہ بھی ہے اور کچھ وقت تیاری کو بھی مل رہا ہے اس پر ڈن کرتے ہیں۔" وقار محبت سے بولا۔

عدیل نے کچھ بے بسی سے عفت کی طرف دیکھا جو ہاں کرنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"چلیں بھابھی۔ جیسے آپ لوگوں کی خوشی۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" عدیل نے مسکرا کر کہا۔

"تھینک یو عدیل بھائی! ہمیں آپ کے گھر سے صرف مشال بیٹی چاہیے اور کچھ بھی نہیں۔" فائزہ مشال کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وہ جب کمرے میں آئی تو بشریٰ کا فون بج بج کر خاموش ہو چکا تھا۔ مشال نے بھاری دوپٹہ سر سے اتار کر ایک طرف رکھا۔

"تو ماما کو میرا اتنا خیال تو ہے کہ وہ اپنے گھر میں جہاں اس وقت گہری رات ہوگی۔ اپنے شوہر سے چھپ کر مجھے کال کر رہی ہیں۔" وہ فون ہاتھ میں لیے سوچنے لگی۔

"اور واثق کیا اسے بھی میرا خیال آیا ہوگا۔" وہ یونہی سوچنے لگی۔

"لیکن میں اس کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہوں، مجھے اب واثق کو بھولنا ہوگا۔" اس نے خود کو جھڑکتے ہوئے غیر ارادی طور پر کال لوگ میں دیکھنا شروع کر دیا۔

بشریٰ کے فون سے پہلے واثق کی مسڈ کالز تھیں مشال کا دل بے اختیار دھڑکا۔ وہ اس سے غافل نہیں تھا لیکن اس کی یہ پروا مشال کو مشکلات میں بھی ڈال سکتی ہے۔

اس نے کتنی بار سوچا تھا کہ وہ واثق کا نمبر ڈیلیٹ (Delete) کر دے مگر پھر ایسا کرتے ہوئے اس کے ہاتھ رک سے جاتے۔

"میں شادی کی رات ضرور کروں گی" دل کی فرمائش پر اس نے آہستگی سے خود کو تسلی دی۔

بشریٰ کی کال پھر آرہی تھی اس نے گہرا سانس لے کر کال ریسیو کرلی۔

* * *

"عفت دس دن بہت کم ہیں یار تیاری کے لیے۔" عدیل کے چہرے پر بہت دنوں بعد عفت نے سکون اور گہرا اطمینان سا دیکھا تھا۔ "اور دس دنوں میں تو کوئی اچھا ہوٹل بک کروانا بھی مشکل ہوگا۔" اسے دوسرا خیال آیا۔

"افسوس کچھ نہیں ہوگا کہتے ہیں بیٹیوں کے کاموں میں اللہ خود مددگار ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ آپ دیکھیے گا سب کچھ بہت بہترین طریقے سے ہو جائے گا اور آپ کو پتا بھی نہیں چلے گا جیسے آج کا فنکشن ٹھیک ہو گیا بالکل جبکہ آپ خوامخواہ پریشان ہو رہے تھے۔" عفت نے اسے جیسے یاد کرایا۔

"ہوں ٹھیک کہا تم نے واقعی میں کچھ پریشان تھا۔ مشال کا پہلا کام ہے نا تو شاید اس لیے... بس میری بچی بہت خوش رہے۔ بہت زیادہ میرے دل میں اس کے لیے اب صرف دعا ہے۔ عفت! میری مشال نے بہت دکھ دیکھے ہیں بچپن کی معصوم محرومیاں جو گہرے غم بن جاتی ہیں، پھر بھی اس نے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا نہ مجھ سے نہ بشریٰ سے بہت صبر کرنے والی بچی ہے۔ مجھے یقین ہے اس کی اگلی زندگی بہت اچھی ہوگی۔"

وہ مشال کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح بھول چکا تھا کہ وہ یہ جذباتی باتیں کرتے ہوئے عفت کے جذبات کو ٹھیس پہنچا رہا ہے، عفت بالکل خاموش تھی۔

* * *

اور پھر دن تو جیسے پر لگا کر اڑنے لگے۔ فہد کی فلائٹ تیسرے دن کی رات کو تھی۔

عفت اور عدیل اسے ایئرپورٹ پر لینے گئے تھے۔

دونوں ہی بہت خوش واپس آئے تھے یقیناً "فہد ہی ایسا لڑکا تھا جو مشال کے قابل ہو سکتا تھا۔

اتنا ہینڈسم، وجیہہ، سنجیدہ، بردبار سا فہد، عدیل کو دل سے پسند آیا تھا عفت اب کی بار صرف رشک کر سکی تھی۔

مشال اب اس گھر سے جانے والی تھی شاید اس لیے اس کے خیالات مشال کے لیے کافی حد تک بدل چکے تھے۔

پھر مشال نے اب دانی کو خود بخود عفت کے کہے کے بغیر ہی بہت وقت دینا شروع کر دیا تھا۔

وہ اکثر اب مشال سے ارد گرد منڈلاتا نظر آتا تھا۔ گھر میں بھی وقت دینے لگا تھا۔ اس کا دوسرے اسکول میں

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ اس نے کوئی بھی اعتراض کیے بغیر اسکول جانا شروع کر دیا تھا۔

عفت اور عدیل کو لگ رہا تھا اس نے خود کو سدھار لیا ہے۔ وہ اب اچھا خاصا سمجھ دار لگ رہا تھا۔

عفت مثال کے اس کردار سے خوش تھی اور فہد کو دیکھ کر اس کو بھی خوشی ہی ہوئی۔

* * *

"آپ دیکھیں تو کتنی زبردست Pics ہیں فہد بھائی کی۔" دانی عفت اور عدیل کے ساتھ فہد سے ملاقات کر کے آیا تھا اور اپنے موبائل میں کچھ تصویریں بھی اس کی لے کر آیا تھا۔

"یہ Pics ہیں۔ آپ کو بھیج رہا ہوں تنہائی میں دیکھیے گا بہت ہینڈسم ہیں فہد بھائی!" وہ شرارت سے بولا۔

مثال صرف مسکرا دی۔

وہ عفت کے ساتھ صرف دو تین بار ہی بازار گئی تھی۔ یہ بہت تھکا دینے والا کام تھا۔ اس نے عفت کو منع کر دیا کہ وہ اب سب کچھ خود خرید لے گی۔ دانی کا نیا اسکول ہے سلیبس بھی مختلف ہے میں اسے کچھ ٹائم دے رہی ہوں۔ یہاں آپ کے ساتھ اتنی شاپنگ کے لیے تو اس کا بہت حرج ہوتا ہے۔" اور عفت کو بھلا اور کیا چاہیے تھا۔

وہ مثال کی شادی کے شاپنگ کے بہانے ہر چیز ڈبل خرید رہی تھی، پری کی بھی شادی کی ابتدائی شاپنگ تو وہ کر ہی چکی تھی۔

عدیل مثال کی شادی پر دل کھول کر خرچ کر رہا تھا اور عفت اس سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔

"کل کھانے پر بلایا ہے میں نے فہد کو۔ فائزہ اور وقار کے ساتھ اس کی دعوت بھی ہو جائے گی اور میں چاہتا ہوں مثال اور فہد ایک دوسرے سے مل بھی لیں۔" عدیل نے رات کے کھانے پر اعلان کیا۔

"اچھا کیا آپ نے" عفت آج کل ہر طرح سے عدیل کی ہمنوا بنی ہوئی تھی فوراً" تائید کرتے ہوئے بولی۔

"پاپا! چھ دن تو رہ گئے ہیں شادی میں اب بھلا آپی کیا کریں گی فہد صاحب کو دیکھ کر۔ نہ ہاں، نہ ناں۔" پری مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسی۔

عدیل اور عفت نے اسے تیز نظروں سے دیکھا تو وہ سر جھکا کر کھانا کھانے لگی مثال تو پہلے ہی سر جھکا کر بیٹھی تھی۔

* * *

"وردہ کیا کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔" عاصمہ کچھ سخت لہجے میں بولی، وہ کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی کہ وردہ کچھ پریشان سی عاصمہ سے کچھ کہنا چاہتی ہے مگر کہہ نہیں پا رہی۔ آج عاصمہ نے اس کو پاس بٹھا کر پوچھ ہی لیا تو وہ سرسری بات کر کے خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

عاصمہ کچھ چونک سی گئی۔

"میں نہیں کہہ سکتی مما! بات کچھ ایسی ہے کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تو زبان پر کیسے لاؤں۔" وردہ نظریں جھکا کر بولتے سے بولی۔ عاصمہ جیسے شک میں آ گئی۔ تو گویا بات بہت سیریس ہے۔

"اب تمہیں مجھے صاف بتانا ہو گا کیا بات ہے۔" وہ اس کا رخ اپنی طرف کرتے سختی سے بولی وردہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"امی۔ واثق بھائی نے پری کے ساتھ بہت برا کیا ہے" اور عاصمہ ششدر سی رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

Scanned By Amir
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت، انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ پاتی ہے۔

رقم مہیانہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آ کر خود کشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچانک شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں، مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ۔ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آ کر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

سیفی، مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کرلیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہوجاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرچکا ہے۔ واثق، عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کردیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہوجاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ مگر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کرکے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہوجاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کردیتا ہے۔ عفت، مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہوجائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پارہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہورہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہوجاتی ہے جو کافی نازو ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو وردہ جو اسے بہت پسند کرتی ہے، واثق کی بہن ہے۔ منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کردیتی ہے۔ عفت خوش ہوجاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کرکے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتادیتی ہے۔ عدیل ازحد پریشان ہوجاتا ہے۔ پریشے، وردہ سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

27

ستائیسویں قسط

”کیا کہہ رہی ہو یہ تم وردہ!“ عاصمہ کے لیے وردہ کا جملہ ہی کسی بم دھماکے سے کم نہیں تھا، واثق کے بارے میں وہ کچھ بھی ایسا ویسا، کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کجا وردہ کے منہ سے ایسی بات۔

”جانتی ہو تم نے کیا کہا ہے ابھی؟“

اس بار وہ کڑے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”واثق ٹھیک کہتا ہے، وردہ دن بدن آؤٹ اسپوکن (منہ پھٹ) ہوتی جارہی ہے۔ جو اس کے منہ میں آتا ہے بول دیتی ہے مجھے اب اس کے ساتھ تھوڑی سختی کرنا چاہیے۔“ وردہ کی خاموشی کے دوران وہ فیصلہ کرچکی تھی۔

”امی! پری۔۔۔ ہماری غیر موجودگی کی وجہ سے یہاں رکنا نہیں چاہ رہی تھی۔“ وردہ جیسے بہت حوصلہ جمع کرکے رک رک کر بولی تھی۔

عاصمہ تو مزید کچھ بولنا ہی جیسے بھول گئی۔

”بھائی نے زبردستی اسے یہاں روکنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے یہاں سے جانے کے لیے بھاگی، لیکن بھائی نے اسے زبردستی۔۔۔ امی! بھائی کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا اور کچھ نہیں تو میرا خیال ہی کر لیتے۔“ کہہ کر وہ جیسے ضبط ہی کھو بیٹھی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے سسک سسک کر رونے لگی۔ اور عاصمہ تو جیسے پتھر کی ہو کر رہ گئی تھی۔

”یہ نہیں ہو سکتا۔ کبھی بھی نہیں، میرا دل نہیں مانتا۔“ وہ بس روتی ہوئی وردہ کو دیکھ کر صرف یہی سوچے جا رہی تھی۔

”واثق کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اتنی چھوٹی ہے پری تو۔۔۔ وردہ کی ہم عمر ہی تقریباً“۔۔۔ بلکہ وہ وردہ سے بھی چھوٹی ہے۔ واثق نہ بری نیت کا ہے نہ گندی نظر رکھنے والا تو پھر یہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔“

”میں پری سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہی امی! اگر اس کے پیرنٹس کو یا اس کے گھر میں کسی کو معلوم ہو جاتا تو آپ سوچیں، کتنی بڑی قیامت آسکتی تھی۔“

وہ ماں کی گہری خاموشی پر خود ہی چہرہ صاف کر کے بھاری آواز میں بولی۔

”امی! بھائی کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم تو خود چاہتے ہیں میں بھی آپ بھی کہ وہ چاہیں تو پری سے شادی کر لیں۔ ہم ان کا پروپوزل لے جاتے ہیں پری کے گھر۔“

عاصمہ بس اسے دیکھتی رہی۔

”سیدھے راستے کے بجائے انہوں نے یہ بُرا راستہ کیوں اپنایا، میں تو خود جیسے اپنی نظروں میں چھوٹی پڑ گئی ہوں امی! جب پری نے مجھے یہ سب کچھ بتایا۔“ وہ پھر سے رونے لگی۔

”وردہ!“ عاصمہ کے لہجے میں کچھ تھا۔ لحہ بھر کو وردہ کی سسکیاں تھم سی گئیں۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ تمہاری سہیلی غلط بیانی کر رہی ہو جھوٹ بول رہی ہو۔“ عاصمہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”امی!“ وردہ تو جیسے شاکڈ سی رہ گئی۔

”تمہیں اس پرائی لڑکی کی سچائی پر بھروسا ہے اپنے بھائی پہ جس نے اتنی زندگی تمہارے ساتھ ایک چھت تلے گزاری ہے۔ اس کو تم غلط سمجھ رہی ہو۔“

”امی! کوئی لڑکی اپنے کردار پر خود سے کیچڑ کیوں اچھالے گی۔ آپ جانتی ہیں نا اس کا مطلب تو؟“ وردہ کا اگلا سوال بہت چبھتا ہوا تھا۔

”تم نے خود بتایا تھا نا کہ پری بھی واثق کو پسند کرتی ہے۔“ عاصمہ رک کر جیسے اسے کچھ یاد دلانے لگی۔ ”ہو سکتا ہے اس نے خود پیش قدمی کی ہو جس پر واثق کو غصہ آگیا ہو اور۔۔۔“

”نہیں امی! پلیز نہیں پری ایسی نہیں ہے، وہ ایسا کیوں کرے گی بھلا!“ وردہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا وہ شدید جذباتی ہیجان میں تھی۔

”واثق کو حاصل کرنے کے لیے۔“ عاصمہ بول گئی جو شاید عام حالات میں وردہ کے سامنے ایسی کوئی بھی بات کرنے سے پہلے ہزار نہیں تو سو بار تو ضرور سوچتی۔

عاصمہ کو معلوم تھا جوان ہوتی بیٹیوں کے سامنے کس طرح کی بات کرنا چاہیے۔ اور کس طرح کی نہیں، مگر اب سچویشن ایسی تھی کہ وردہ کو آئینے کے دونوں رخ دکھانا ضروری تھے۔

"امی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" اس کے لہجے میں نہ ماننے والی ضد اور صدمہ تھا۔

"جو تم شاید سوچنا نہیں چاہتیں۔" عاصمہ کا لہجہ، اس کا انداز ٹھنڈا پڑ چکا تھا، اسے کچھ کچھ پری کا معاملہ سمجھ میں آ رہا تھا۔

"فار گاڈ سیک امی! ایسے تو نہیں کہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی، میں جانتی ہوں اسے، وہ جتنی بھی کانفیڈینٹ ہو مگر اس طرح کی حرکت نہیں کر سکتی۔ بس میں نہیں جانتی کچھ بھی، آپ پلیز بھائی سے پوچھیں۔ پوچھیں ان سے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا اور اب میں آپ کو بتا دوں۔"

وہ تیز تیز بولتے لحہ بھر کو تھمی تھی۔

"کیا مطلب؟" عاصمہ کو کچھ ناگوار سا احساس ہوا تھا۔

"اب یہ جو سب کچھ ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ دار بھائی میں تو نہیں ہی اب یہ سب ٹھیک کرنا ہوگا۔"

وہ اسی جوش میں کہہ رہی تھی۔

"کیا کرے وہ، بتاؤ مجھے، اس لڑکی سے ایکسکیوز کرے جا کر؟" عاصمہ کو غصہ سا آ گیا۔

"واثق بھائی کو اب پری سے شادی کرنا پڑے گی۔ میں آپ کو کہہ رہی ہوں۔" وہ شدید جذباتی انداز میں کھڑے ہو کر دھمکانے والے انداز میں بولی۔

عاصمہ کو جیسے زور کا جھٹکا لگا۔ اتنی بڑی بات کی توقع اسے وردہ سے تو کم از کم نہیں تھی۔ وہ بھی اس کے سامنے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"تو یہ سب کچھ تمہاری اس دوست نے تمہیں پڑھا کر بھیجا ہے۔ یہ مقصد تھا اس کا۔ اس سارے ڈرامے کا جو وہ حاصل کرنا چاہتی تھی۔" عاصمہ غصہ ضبط کرتے کرتے بھی طیش میں آ چکی تھی۔

"امی! کسی پر کیوں الزام لگا رہی ہیں؟" وہ ماں کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔

"میں الزام لگا رہی ہوں۔ الزام تو اس لڑکی نے میرے فرشتوں جیسے بیٹے پر لگایا ہے۔" عاصمہ سمجھ گئی تھی کہ اب اسے وردہ سے کیسے بات کرنا ہے۔

"امی! مت قسمیں کھائیں کسی کی پاکبازی کی۔" اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو رہا تھا۔

"بھائی ہے وہ تمہارا کسی نہیں میں نے جنم دیا ہے اسے، میری آنکھوں کے سامنے پلا بڑھا ہے وہ، اس کی ایک ایک حرکت کی گواہ ہوں میں...... میں اس کی قسم بھی کھا سکتی ہوں اور گواہی بھی دے سکتی ہوں کہ میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا۔" عاصمہ مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔

وردہ کو جیسے توہین کا گہرا احساس ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔

"امی!" وہ بس رونے کو تھی۔

"بہتر ہے تم اپنی سوچ کو ٹھیک کر لو اور اس سے بھی زیادہ مناسب یہ بات ہو گی کہ آئندہ تم اس لڑکی سے ملنا جلنا چھوڑ دو۔ وہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے۔"

وہ حکمیہ انداز میں بولی اگرچہ عاصمہ بچوں سے ایسے کبھی بات نہیں کرتی تھی۔ لیکن اسے لگا یہ ضروری ہے۔ وردہ کے قدموں کو اس بے مہار دوستی میں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے۔

"یہ آپ کہہ رہی ہیں امی!" عاصمہ کو لگا، وردہ جیسے ابھی دھاڑیں مار کر رونے لگے گی۔

"دیکھو وردہ! دوستیوں میں اتنی جذباتیت، اتنی شدت پسندی ٹھیک نہیں ہوتی۔ تم لڑکی ہو، یہ چیز تمہارے لیے کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے آگے چل کر، شاید تمہیں اندازہ نہیں۔" اب کے وہ اسے ٹھنڈا کرنے کو ذرا نرمی

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے بولی۔

"اور لڑکوں کے لیے سب ٹھیک ہے۔ وہ کچھ بھی کر گزریں۔ یہ کہنا چاہتی ہیں آپ؟"

وردہ کا لہجہ، اس کا انداز عاصمہ کو ٹھٹکا گیا۔ اس کے لہجے میں خود سری تھی بغاوت تھی۔

"بس کرو، اب اس معاملے کو ختم کرو اور کوئی ضرورت نہیں اس پری سے مزید تعلقات جتانے کی۔" وہ اس سے کہتے ہوئے کوفت بھرے انداز میں اندر جانے لگی۔

"امی! اگر پری کی جگہ میں ہوتی اور اس کا بھائی ایسا کچھ کرنے کی کوشش کرتا میرے ساتھ تو پھر بھی آپ یہ ہی کچھ کہتیں۔" وہ پیچھے سے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تھی اور عاصمہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

مثال اپنے سامنے بشریٰ کے دیے ہوئے کنگن لیے بیٹھی تھی اس کی نظروں کے سامنے پھر پیچھے کی زندگی جیسے کسی فلم کی طرح چلنی شروع ہو گئی تھی۔

"کاش میری شادی کے وقت ماما میرے پاس ہوتیں، وہ بھلے یہاں نہ ہوتیں، اس گھر میں، اس شہر میں تو ہوتیں۔ میں ان سے مل تو سکتی۔ شادی سے پہلے ایک بار جا کر ان کے گلے سے لگ کر جی بھر کر رو تو سکتی۔"

آج کل اس کا جی بہت بھر بھر آ رہا تھا۔

وہ واثق سے ملنے کے لیے جانا چاہتی تھی، لیکن اس نے خود پر زبردستی بند باندھ رکھا تھا۔

"کوئی بھی تو نہیں ہے۔ جس سے میں دل کی بات کر سکوں۔ جو مجھے سمجھ سکے، میرے درد کو محسوس کر سکے۔

وہ افسردگی سے کنگن پاؤچ میں ڈال کر واپس رکھنے لگی۔

"پاپا تو صرف اس بات سے خوش ہیں کہ ان کے کندھوں سے یہ بوجھ اُتر رہا ہے۔"

وہ پاؤچ الماری میں رکھ کر آنکھیں صاف کرتے ہوئے مڑی اسے لگا باہر کوئی تھا۔ وہ لمحہ بھر کو ٹھٹکی۔

"عفت ماما ہوں گی لیکن نہیں وہ تو بازار گئی ہیں۔" وہ آہستگی سے باہر ذرا سا نکل کر دیکھنے لگی۔ برآمدے میں کوئی بھی نہیں تھا۔

پری تو کل سے اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ رات کو فنکشن کے بعد وہ سو بھی جلدی گئی تھی، اسی وقت مثال کا فون بج اٹھا۔ اس کا دل زور سے دھڑکا واثق کی کال ہو گی۔ ایسا ہمیشہ ہوتا ہے، میں جب بھی اسے مس کرتی ہوں۔ اس کا فون ضرور آتا ہے۔ وہ تیزی سے فون کی طرف لپکی کوئی اجنبی نمبر تھا۔ وہ ٹھٹک کر سوچنے لگی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے واثق کسی اور نمبر سے مجھے کال کر رہا ہو۔" اس کے دل نے توجیہہ دی۔ اس نے کچھ سوچ کر کال ریسیو کر لی۔ دوسری طرف سلام کرنے والا لہجہ اور آواز بھی اجنبی تھی۔

"آپ مثال ہیں؟" بھاری آواز میں پوچھا گیا۔

"جی!" وہ رک کر بولی۔

"میں فہد ہوں۔ فہد وقار!"

مثال کے لیے یہ کال غیر متوقع تھی۔ فوری طور پر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ اسے کس طرح سے ردّ عمل ظاہر کرنا چاہیے۔

"مثال! آپ سن رہی ہیں نا مجھے۔" اس کی اتنی لمبی چپ پر اسے پوچھنا پڑا۔

"جی!" وہ آہستگی سے بولی۔

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔" کچھ دیر بعد فہد نے کہا تو وہ بے اختیار پریشان سی ہو گئی۔

"جی!"

"مگر کیوں؟"

"آپ کے خیال میں مجھے کیوں ملنا ہو گا آپ سے۔" وہ الٹا اس سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کیسے معلوم ہو سکتی ہے یہ بات۔"

"آپ اندازہ تو لگا سکتی ہیں۔" دوسری طرف سے فرمائش کی گئی تھی۔

"نہیں۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں۔" وہ قطعیت سے بولی۔

"مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" وہ اس کے انداز پر شاید کچھ بجھ سا گیا تھا۔ محتاط لہجے میں بولا۔

"تو آپ کرلیں' آپ کو جو بات کرنا ہے مجھ سے۔" وہ سرہلا کر بولی۔

"فون پر نہیں ہو سکتیں وہ باتیں۔" وہ زور دے کر بولا۔ مثال کچھ بول نہیں سکی۔

"میں جانتا ہوں' ہماری شادی میں اب بمشکل ایک ہفتہ ہے تو ایسے میں ملنا کافی مشکل ہو گا' لیکن میں ایسا چاہتا ہوں۔ آپ آجائیں کسی بھی طرح سے تو میں۔"

"آپ پاپا سے بات کرلیں اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو آپ گھر آجائیں' میں آپ کی بات سن لوں گی۔ خدا حافظ۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼

"کل سے دیکھ رہی ہوں' تم نے خود کو کمرے میں بند کر رکھا ہے' کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔" عفت پری کے کمرے میں آکر اسے لیٹا دیکھ کر پوچھنے لگی۔ پری نے ماں کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا۔

"آپ کو دوسروں کے مسئلے حل کرنے سے فرصت ملے تو اپنی اولاد کا سوچیں آپ۔" وہ آنسو ضبط کرتے کڑوے لہجے میں بولی۔

عفت ٹھٹک کر رہ گئی۔

"دانی کے بعد اس لڑکی کا مسئلہ شروع ہونے والا ہے؟" وہ سوچ کر رہ گئی۔ عفت اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"تھکی ہاری آئی ہوں میں مارکیٹ سے' تمہیں اتنا کہا کہ چلو میرے ساتھ اپنے لیے تو شادی کے کوئی کپڑے خرید لو' دن ہی کتنے ہیں اب سلوانے کا بنوانے کا تو ٹائم نہیں ہے۔" اس بار وہ قدرے نرم لہجے میں بولی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں لینا۔" پری نروٹھے لہجے میں بولی۔ عفت کا جی تو چاہا اسے ایک ہاتھ جڑ دے۔ مگر پھر بعد میں خود ہی منتیں کرنا پڑتیں۔ یہی سوچ کر رک گئی۔

"وجہ بتاؤ گی مجھے اس بے دلی کی؟" کچھ دیر بعد اپنے غصے پر قابو پا کر کچھ اکتاہٹ سے بولی۔

"دل ہی تو وجہ ہے۔" پری زیر لب بڑبڑائی' عفت پہلی بار چونکی۔

"کیا کہا تم نے۔" وہ سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ ماں کے چونکنے پر رخ پھیر کر بولی۔

"بات کرو مجھ سے پری! کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ؟" وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر ذرا ترشی سے بولی۔

"کیا ہو گا میرے ساتھ آپ کے خیال میں؟" وہ اسی بے رخی سے عفت سے پوچھ رہی تھی۔

"تو پھر اس خراب موڈ کی وجہ بتاؤ مجھے' گھر میں اتنے کام ہیں اور نپٹانے والی میں اکیلی اب تم مجھے یوں زچ کرو گی'

"تو کیوں کر رہی ہیں غیروں کے کام۔ جس کا کام ہے اس کی ماں تو وہاں مزے سے بیٹھی ہیں، آپ کو سارے زمانے کی تعریفیں سمیٹنے کا شوق ہوا جا رہا ہے۔"

پری تمیزدار اور باادب تو کبھی بھی نہیں رہی تھی، لیکن آج اس کے لہجے پر عفت کو بہت غصہ آیا۔

"بیٹوں میں اگر کچھ گن نہ بھی ہوں تو بھی ان کے اچھے اخلاق ان کی ساری خامیوں کو چھپا لیتے ہیں۔" اسے پہلی بار اس پتے کی بات کی خبر ہوئی تھی۔

جیسے مثال بھلے وہ بہت خوب صورت نہیں تھی، بہت سگھڑ، سلیقہ شعار، تیز طرار نہیں تھی لیکن وہ بدتمیز، بدزبان بھی نہیں تھی، "اسی ایک چیز نے عفت جیسی عورت کو بھی مجبورا" اس کے لیے یہ سب سردرد اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

لیکن یہ پری... اسے تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔

"تم اس بات کو چھوڑو، وہ وہاں مزے میں بیٹھی ہے یا اپنی کسی کم بختی میں، ایسی بدنصیب بھی کوئی ہوگی جسے بیٹی کی خوشیوں میں شامل ہونے کی اجازت ہے نہ حق تو وہاں سے اس کے مزوں کا اندازہ لگا لو تم۔" عفت کچھ جتانے والے انداز میں کہہ گئی۔

"تم اس طرح کمرے میں کیوں پڑی ہوئی ہو، آدھے سے زیادہ دن بھی گزر گیا کیا چاہتی ہو۔" وہ اسے آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے بول رہی تھی۔

"میرے سر میں درد ہے۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"تو چلو پھر ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں، اتنا طویل سر کا درد کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی جب کہ بخار بھی نہیں ہے۔" وہ اس کی کلائی چھو کر بولی۔

"میں ٹھیک ہوں ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا مجھے۔" وہ چڑ کر ماں کا ہاتھ پرے کرتے بولی۔

"تو پھر تکلیف بتاؤ اپنی یا پھر تمہارا باپ آ کر پوچھے گا تم سے، اسے کیا وجہ بتاؤ گی، مثال کی شادی کی جلن؟"

عفت کو واقعی میں پری کی حرکتوں پر اب غصہ آنے لگا تھا وہ اسے سمجھانا چاہ رہی تھی، مگر پری نے جیسے کچھ بھی نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"مما!" وہ یک دم غیر متوقع طور پر ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی، عفت کا سارا غصہ وہیں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے میری جان پری! کیوں ایسے رونے لگیں، بتاؤ مجھے، کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟ پری! رونا تو بند کرو۔" وہ اس کے ہاتھ ہٹا کر بے قراری سے پوچھ رہی تھی۔

"میری قسمت بہت خراب ہے مما!" وہ روتے ہوئے یہی کہہ سکی۔

"اللہ نہ کرے میری پری کی قسمت خراب ہو، بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟" عفت تڑپ کر رہ گئی۔

"جسے میں پسند کرتی ہوں مما! وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔" اور عفت جیسے سکتے میں آ گئی تھی۔

* * *

"کیا ہوا شہزاد؟" واثق شہزاد کے آفس میں داخل ہوا اسے آنکھیں صاف کرتا دیکھ کر ایک دم سے چونکا، شاید وہ رو رہا تھا۔

شہزاد نے رخ پھیر کر نفی میں سر ہلایا۔

"کیا ہوا ہے سب خیریت تو ہے نا؟ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" واثق اس کے پاس کھڑے ہو کر ہمدردی سے بولا

شہزاد چند لمحے جیسے خود کو کمپوز کر رہا تھا۔

"میرے فادر ہسپتال میں ہیں واثق!" وہ غم سے بوجھل آواز میں بولا تھا۔

واثق لمحہ بھر کو خاموش ہی رہ گیا۔

پھر اس کے سامنے بیٹھ گیا کہ کیسے اسے تسلی دے' وہ دوست جس نے بڑے کڑے وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

"کیا ہوا ہے انہیں؟" وہ بمشکل یہی پوچھ سکا۔

"معلوم نہیں۔" وہ اسی بوجھل لہجے میں پھر سے بولا۔

"کیا مطلب؟ ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں ان کے بارے میں۔ کیا ہے انہیں؟" واثق پریشان ہو کر بولا۔

"بس کہتے ہیں' آپ لوگ دعا کریں اللہ ان کی مشکل کو آسان کرے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

کمرے میں چند لمحوں کے لیے گمبھیر خاموشی چھا گئی۔

"تم جانتے تو ہو' وہ کئی سالوں سے پیرالائز ہیں ہاتھ پاؤں سے معذور' ایک زندہ لاش' وہ خود بھی اپنی زندگی سے تنگ آچکے ہیں' ہر لمحہ موت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ ہر آنے جانے والے کہتے ہیں کہ وہ اس کے لیے موت کی دعا کرے مگر۔۔۔ یہ بھی حکم ربی ہوتا ہے' ان کے سانسیں چل رہی ہیں بغیر حکم کیسے بند ہو سکتی ہیں۔" وہ آنسو ضبط کرتا خاموش ہو گیا۔

"اور اب ہسپتال! طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی کیا؟" واثق یہی پوچھ سکا۔

شہزاد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہارٹ پرابلم بھی ہو گئی ہے' کڈنی کا مسئلہ بھی ہے' بہت ساری چیزیں مل گئی ہیں' مگر ان کی حالت مجھ سے نہیں دیکھی جا رہی۔" وہ خود پر ضبط کر رہا تھا۔

پھر ایک دم سے کھڑا ہو گیا اور چابیاں اور موبائل اٹھا کر جانے لگا۔

"واثق یار! تم دیکھ لو گے نا یہاں سب کچھ؟ مجھے ہسپتال جانا ہے۔"

"آف کورس یار! تم بے فکر ہو جاؤ میں دیکھ لوں گا۔"

واثق سر ہلا کر نرم لہجے میں بولا۔

"آج بابا کے کچھ بہت ضروری ٹیسٹ بھی ہونے ہیں' کچھ کنڈیشن بہتر ہوئی تو شاید ایک دو دن میں ڈسچارج کر دیں انہیں۔" وہ گہرے دکھ میں تھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو اور ان شاء اللہ ہو گا۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ تم ان کا خیال جو رکھ رہے ہو۔" واثق اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"ہوں بس دعا کرنا وہ اس اذیت سے نکل سکیں اب مجھے چلنا چاہیے' فون پر تم سے کانٹیکٹ رکھوں گا اگر کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر لینا۔"

وہ کہہ کر تھکے ہوئے قدموں سے باہر نکل گیا۔ واثق اسے جاتا دیکھتا رہا۔

"اللہ اپنے وجود کا احساس ہر جگہ دلاتا ہے۔ اگر دیکھنے والی آنکھ اور محسوس کرنے والی حس ہو۔ پیسے' دولت کی فراوانی کے باوجود دلی سکون اور خوشی صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ انکل کو صحت عطا کرے یا جس طرح بھی ان کی تکلیف میں کمی ہو سکے۔"

وہ سوچتا ہوا باہر نکل گیا۔

* * *

"مجھے فوراً" اس لڑکی سے جا کر بات کرنا چاہیے۔" عاصمہ کچن میں کام کے دوران عجیب سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔

"وہ مجھے اب کچھ نہیں بتائے گی۔" وہ رک گئی "مگر مجھے اس کی نیت' اس کے ارادے کا اندازہ تو ہو ہی جائے گا۔"

واثق ایسا کر سکتا ہے اس بات کا یقین کیا ذرا سا گمان ابھی بھی اسے نہیں تھا۔ مگر وردہ جس طرح یہ سب بول کر گئی تھی اور اس کی آخری بات عاصمہ جیسے ہل کر رہ گئی تھی۔ اس کی اپنی بیٹی اگر پری کی جگہ ہوتی۔۔۔ وہ مر کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتی تھی۔

"کیا کروں؟" وہ سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مجھے واثق سے بات کرنا چاہیے۔ اس سے کھل کر پوچھنا چاہیے ورنہ یہ معاملہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھتا جائے گا' وردہ نے اگر واثق کو کچھ ایسا ویسا بول دیا تو وہ بھی یہ برداشت نہیں کر پائے گا۔"

وہ سر پکڑے گہری سوچ میں گم تھی۔

اسے کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ وہ کچن میں چولہے پر دودھ رکھے ہوئے تھی جو ابل رہا تھا۔

* * *

عدیل کی گاڑی بیچ رستے میں خراب ہوئی تھی۔

شام گہری ہو چکی تھی۔

یہ سڑک کچھ ہٹ کر تھی یہاں ٹریفک کا انتا رش بھی نہیں تھا۔

گاڑی چلتے چلتے بند ہوئی تھی' عدیل بونٹ کھولے اس کا نقص تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ جب کہ اسے بھی جلدی پہنچنا تھا۔

"مے آئی ہیلپ یو سر!" واثق کی گاڑی کب اس کے پاس آکر رکی تھی اور کب وہ اس سے اتر کر یہاں تک آیا تھا۔ عدیل اپنی سوچوں میں محو جان نہیں سکا تھا۔

عدیل نے چونک کر اسے دیکھا۔

اور پھر کچھ بے بسی سے بند گاڑی کی طرف اور پھر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

واثق جھک کر بونٹ کو پکڑ کر گاڑی کا نقص تلاش کرنے لگا۔

"پہلے بھی یہ اسی طرح رکتی رہی ہے۔"

"دو ایک بار ایسا ہو چکا ہے۔"

"مجھے لگتا ہے بیٹری کی لائف پوری ہو چکی ہے جس کی وجہ سے اس نے چلنے سے انکار کر دیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر بولا۔

"ہاں کافی ٹائم سے میں سوچ رہا تھا مگر ایک تو وقت نہیں مل سکا' دوسرے مجھے لگ رہا تھا ابھی یہ کچھ ٹائم نکال لے گی۔"

عدیل کو اپنی سستی پر کچھ غصہ آنے لگا تھا۔

شادی کے دنوں میں گاڑی کی جتنی ضرورت تھی اب اتنی ہی پریشانی ہو گی۔

“میں مکینک کو کال کردیتا ہوں‘ وہ آکر چیک کرلے گا ورکشاپ لے جانا پڑے گا اسے۔” واثق نے بونٹ بند کرتے ہوئے کہا۔

“ہوں یہی کرنا پڑے گا اب۔” عدیل سیل فون نکالنے لگا۔

“میرا بڑا اچھا واقف ہے ادھر قریب ہی اس کا ورکشاپ ہے میں اسے کال کردیتا ہوں‘ وہ آکر چیک کرلیتا ہے۔” واثق نے آفر کی عدیل کو اثبات میں سرہلانا پڑا۔

کچھ دیر میں مکینک آکر گاڑی چیک کرتے ہوئے اسے ورکشاپ لے گیا۔

“آیئے میں آپ کو ڈراپ کردوں گا انکل!” عدیل جو ٹیکسی کی تلاش میں کھڑا تھا۔ باثق اس کے پاس آکر نرمی سے بولا۔

“ہوں بھی ہمارا راستہ تو ایک ہی ہے۔” اس کی بات پر عدیل نے اسی چونک کر دیکھا۔

“پلیز انکل آیئے!” اس کے اصرار پر عدیل خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

“کچھ دیر کے لیے اندر نہیں آؤ گے‘ چائے کے ایک کپ کے لیے۔” گھر کے آگے اُترتے ہوئے عدیل نے کچھ اپنائیت بھرے لہجے میں آفر کی تھی۔

“شکریہ انکل! آج نہیں ان شاءاللہ پھر کبھی سہی۔ ابھی تو میں لیٹ ہورہا ہوں‘ آپ نے لطیف مکینک کا کارڈ رکھ لیا ہے نا‘ وہ گھنٹے بھر میں گاڑی اے ون کردے گا۔”

“ہاں کارڈ تو میرے پاس ہے میں اس سے پوچھ لوں گا فون کرکے۔”

“اگر آپ مائنڈ نہیں کریں تو میں آپ کو لے جاؤں گا ورکشاپ؟” وہ کچھ ۔۔۔ جھجکتے ہوئے آفر کرکے بولا۔

عدیل لمحہ بھر کو چپ ہوگیا۔ بات تو ٹھیک تھی یہاں سے ٹیکسی لے کر جانا پھر کچھ دیر میں شام کافی ہوجاتی دوسرے ورکشاپ والا واثق کا جاننے والا تھا وہ یقیناً” کچھ رعایت بھی کروالیتا۔

“آپ کو زحمت ہوگی بیٹا!” وہ کچھ تکلف سے بولا۔

“نہیں انکل! بالکل بھی نہیں۔ میں آجاؤں گا۔ آپ مجھے کال کردیجئے گا‘ یا میں خود سے آجاتا ہوں گھنٹے بعد۔”

“شکریہ بیٹا بہت۔”

عدیل سرہلا کر اندر چلا گیا‘ واثق گاڑی لے گیا۔

“پاپا آپ!” مشال جو الماری میں کپڑے سیٹ کررہی تھی‘ کپڑے لینے کے لیے مڑی تو دروازے میں کھڑے عدیل کو دیکھ کر چونک گئی۔

“مشال! کیا ہورہا تھا؟” عدیل نے جیسے کچھ اور کہتے کہتے جملہ بدل دیا۔

“یہ بس کپڑے ہی رکھ رہی تھی۔”

“ہوں۔۔۔ تم تیار ہوجاؤ ذرا۔۔۔” وہ پھر کچھ رک کر بولا۔

“جی!” وہ چونکی۔

“کہیں جانا ہے پاپا؟”

“ہاں‘ وہ کچھ دیر میں فہد تمہیں ۔۔۔ لینے کے لیے آرہا ہے‘ وہ تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے کال کرکے کہا تھا تو میں نے اجازت دے دی۔ تم تیار ہوجاؤ۔”

عدیل نے جلدی جلدی بات ختم کی کہ کہیں اس دوران مشال کوئی سوال نہ کردے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

”پاپا مگر...... میں کیسے جا سکتی ہوں آئی مین!“ وہ متذبذب سی اپنا مدعا سمجھا نہیں سکی۔

”زیادہ وقت نہیں رکنا پڑے گا‘ وہ اُدھر آزاد ماحول کا پلا بڑھا ہے‘ پھر وہیں سیٹل ہے تو ہو سکتا ہے اسے لگا ہو کہ وہ تم سے مل لے تھوڑا مزاج کا پتا چل جاتا ہے۔ وہ آتا ہی ہو گا تم ریڈی ہو جاؤ۔“

وہ کہہ کر تیزی سے مڑا اور پیچھے کھڑی عفت کو دیکھ کر لمحہ بھر کے لیے ٹھٹک گیا۔

”انسان وقت کے ساتھ کتنا بدل جاتا ہے عدیل!“ وہ کچھ طنز بھرے لہجے میں بولی۔

”بدل نہیں جاتا اسے حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالنا پڑتا ہے۔ یہ ضرور ہوتا ہے عفت خلاف توقع عدیل نرم لہجے میں بولا تھا۔

”پھر بچیوں کے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ آپ کو لچک دکھانی ہی ہوتی ہے۔“ وہ خود ہی وجہ بیان کرنے لگا۔

”اچھی بات ہے اگر آپ کو یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے تو۔“

وہ پھر اسی لہجے میں بولی شاید وہ پری کے لیے ایسے ہی کسی آنے والے وقت کے لیے عدیل کو تیار کر رہی تھی۔

”فہد اچھا لڑکا ہے پڑھا لکھا‘ مہذب‘ سمجھ دار اس نے مثال سے ملنے کی خواہش یوں ہی نہیں ظاہر کی۔“

وہ پھر سے جیسے صفائی دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

عفت خاموش رہی‘ وہ اندر چلا گیا۔

* * *

”ہسپتال!“ عاصمہ نے چونک کر واثق کو دیکھا۔

”ہاں میں وہیں سے آ رہا ہوں۔“ وہ تھکن بھرے انداز میں جوتے اتارتے ہوئے بولا۔

”کل آپ بھی ذرا میرے ساتھ چلیے گا۔ شہزاد کے پاپا کی حالت واقعی اچھی نہیں۔“ وہ افسردگی سے بولا۔

”اوہ کیا ہوا انہیں؟“ عاصمہ کو افسوس ہوا۔

”بتایا تو تھا آپ کو‘ پیرالائز ہیں وہ کافی سالوں سے‘ مگر اب کچھ زیادہ طبیعت بگڑنے پر ہسپتال ایڈمٹ کروا دیا گیا ہے۔“ وہ تھک کر صوفے پر ہی نیم دراز ہو گیا۔

”اللہ رحم کرے‘ صحت عطا فرمائے۔“ عاصمہ افسوس سے بولی۔

”اتنی حالت خراب ہے‘ کوئی بھی رپورٹ ان کی تسلی بخش نہیں آ رہی۔ اس کے باوجود ان کی ذہنی حالت بالکل ٹھیک ہے‘ بہت ترس آیا مجھے تو ان پر‘ بس روتے رہتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔“

عاصمہ خاموش سی ہو گئی۔

”شہزاد بہت پریشان ہے۔ آج تو سارا دن وہ آفس بھی نہیں آیا۔“

”ظاہر ہے بیٹا! یہ کم دکھ کی بات تو نہیں۔“

”باپ ہسپتال میں ہو تو بیٹا کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتا۔“ عاصمہ گہرا سانس لے کر بولی۔

”تو آپ کل چلیں گی میرے ساتھ امی؟“

”دیکھوں گی مجھے کل ایک اہم جگہ اور بھی جانا ہے۔“ وہ جیسے خود سے بولی تھی۔

”کہاں جانا ہے آپ کو کل؟“ وہ چونک کر بولا۔

”کہیں نہیں‘ میں چلوں گی تمہارے ساتھ۔“ وہ بات ٹال کر بولی۔

”وردہ کہاں ہے امی؟“ وہ اندر جاتے ہوئے رک کر بولا۔ گھر کی خاموشی نے اسے یہ پوچھنے پر اکسایا تھا۔

"سو رہی ہے کیا؟"

"ہاں شاید پہلے پڑھ رہی تھی پھر کہنے لگی کہ سر میں درد ہے۔ پین کلر لے کر سو گئی ہے۔" عاصمہ نظریں چُرا کر بولی۔

"سر میں کیوں درد ہے اس کے؟" واثق تشویش سے بولا۔

"یونہی شاید پڑھنے سے۔" عاصمہ سرسری لہجے میں بولی۔

"امی!" وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں۔" وہ ہمیشہ اسی طرح سے عاصمہ کے دل کی بات بوجھ لیا کرتا تھا۔ اب کیسے انجان رہتا۔

"نہیں کیا چھپاؤں گی تم سے۔" وہ پھر نظریں چرا کر بولی۔

"میری طرف دیکھ کر کہیے پلیز۔"

وہ ماں کو کندھوں سے پکڑ کر کچھ ایسے لہجے میں بولا کہ عاصمہ جو واثق سے بات نہ کرنے کا سوچ چکی تھی اسے بات کرنا ہی پڑی۔

"واثق! تمہارے خیال میں یہ پری کیسی لڑکی ہے؟" وہ لمحہ بھر خاموش رہ کر اچانک سے بولی تو واثق فوراً کچھ بول نہیں سکا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے واثق!" وہ جھنجلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔ واثق یوں ہی کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"مجھے نہیں پتا میں کیا کہوں۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔ میرے خیال میں تمہیں کچھ اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا۔ اس لڑکی کے بارے میں۔" عاصمہ کرید کر پوچھ رہی تھی۔

"آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں؟" وہ کچھ کوفت سے بولا۔

"وردہ کی دوستی اس سے کچھ زیادہ بڑھ رہی ہے تو میں چاہ رہی تھی کہ مجھے بھی کچھ اس کے بارے میں، اس کی فیملی کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔" وہ بات بنا کر بولی۔

"بہتر ہے، آپ وردہ سے کہیں وہ اس سے کچھ فاصلے پر رہے، کیونکہ وہ اچھی لڑکی نہیں ہے۔" وہ سرد لہجے میں کہہ کر باہر نکل گیا۔

* * *

"نہیں۔" فہد نے کچھ سرد لہجے میں نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ مثال بس اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں یہاں پاکستان میں کبھی بھی سیٹل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا اور میرے ماما پاپا۔ وہ کسی بھی طرح وہاں سیٹ نہیں ہو سکتے یہ بات طے ہے۔" وہ شاید اپنے لہجے کی بے مہری خود بھی محسوس کر چکا تھا۔ ذرا دیر بعد قدرے نرم لہجے میں بولا۔

مثال نظریں جھکائے کچھ سوچ رہی تھی اور فہد کی نظریں بے ساختہ اس کی رخساروں پر گرتی لمبی سیاہ پلکوں میں اٹک کر رہ گئیں۔

بلیک بلیو امتزاج کے سادہ ایمبرائیڈ سوٹ میں وہ اتنی پُرکشش لگ رہی تھی کہ فہد چند لمحوں کے لیے بھول ہی گیا، وہ اسے یہاں ہوٹل میں کیا کہنے کے لیے ساتھ لایا تھا۔

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مثال! آپ کو اسٹڈیز سے کوئی نہیں روکے گا آپ جتنا چاہیں پڑھیے گا۔ کون منع نہیں کرے گا۔"

اس کی گہری چپ پر مثال نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے یونہی بولا تھا۔

"اور وہ ضروری بات کیا یہی تھی جو آپ کو مجھے کہنی تھی۔" وہ اس کے چپ ہونے پر بولی۔

یوں بھی اسے کچھ تو بولنا ہی تھا۔

"نہیں یہ بھی نہیں۔" وہ پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے بولا۔

مثال کو کچھ بے چینی سی ہوئی۔

معلوم نہیں یہ کیا کہنے والا ہے اور وہ کہہ بھی سکے گا یا نہیں، جو یہ مجھ سے کہنا چاہتا ہے کیونکہ فہد کی آنکھیں معلوم نہیں کیوں مثال کو لگ رہا تھا، وہ بہت کچھ چھپا رہا ہے یا بتا نہیں پا رہا۔

"آپ شاید... کچھ ایسا ہے جو آپ کہہ نہیں پا رہے... کہنا چاہتے ہیں۔" اس نے کچھ جھجک کر بالآخر کہہ ہی دیا۔ فہد اسے دیکھ کر لمحہ بھر کو چپ ہی رہ گیا۔

وہ اتنی دیر سے اسی الجھن میں تو تھا جسے مثال نے جان لیا تھا، اسے دل میں کچھ افسوس سا ہوا اس کے سیل پر میسج ٹون بجی تھی۔

اس نے سیل فون ذرا سا آن کر کے دیکھا اور آف کر دیا۔

"آپ کو یہاں ماما، پاپا کے پاس رہنا ہوگا مثال!" وہ جیسے فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

مثال ناسمجھی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ابھی تو آپ کے ویزے کا مسئلہ ہوگا اگر وہ سولو ہو جاتا ہے تو بھی ماما، پاپا چونکہ یہیں رہیں گے تو آپ کو بھی ان کے ساتھ یہیں رہنا ہوگا۔"

"اور آپ...؟" وہ کچھ رک کر پوچھنے لگی۔

"میں بتا چکا ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ آپ کو یہاں بلانے کا اور پہلے سے بتانے کا میرا مقصد یہی ہے کہ بعد میں آپ مجھ سے گلہ نہیں کریں گی کہ میں آپ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ رہا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولا۔

مثال اسے دیکھتی رہ گئی۔

"اس کے تو پھر بہت سارے meaning (مطلب) نکلتے ہیں۔" وہ کچھ دیر بعد رک کر بولی۔

"کیا مطلب؟" اسے مثال سے شاید ایسی بات کی امید نہیں تھی۔

"آپ مجھے کیوں اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہیں گے اور نہ یہاں ہمارے ساتھ رہیں گے تو اس کے مطلب بہت سارے ہو سکتے ہیں۔ کچھ بھی۔" وہ جان بوجھ کر زور سے کندھے اچکا کر جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔

"اوہ! اگر آپ کا خیال ہے کہ میں کسی اور کے ساتھ انوالو ہوں، جس کی وجہ سے..."

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"صرف الفاظ میں نہیں کہا، ورنہ مطلب آپ کا یہی ہے۔" وہ بھی جتا کر بولا۔

مثال خاموش اسے دیکھتی رہ گئی۔

"بہرحال یہ ڈن ہے اور مجھے آپ کو یہی بتانا تھا۔" وہ ڈنر ختم کر چکا تھا۔ مثال کی پلیٹ میں ابھی بھی سب کچھ ویسے ہی رکھا تھا۔

"آپ کھانا ختم کرلیں تو پھر میں آپ کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔" وہ اس کی پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"میں کھا چکی ہوں، چلتے ہیں۔" وہ فوراً" ہاتھ کھینچ کر بولی۔

"نہیں، پہلے یہ پلیٹ میں جو کچھ ہے اسے ختم کریں۔ شاید یہ آپ پاکستانیوں کی عادت تو نہیں فطرت کہیں گے کہ پلیٹ بھر کر یونہی ذرا سا چکھ کر باقی رزق ضائع کرنا۔" وہ عجیب سے طریقے سے اسے ڈانٹ کر بولا۔

"لیکن مجھے بھوک نہیں ہے بالکل بھی۔" وہ کوفت سے بولی۔

"تو پھر آپ کو یہ سب پلیٹ میں نکالنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا بلکہ خود سے پوچھنا چاہیے تھا کہ آپ کو کتنی بھوک ہے اس کے مطابق نکالیں جب تک آپ یہ ختم نہیں کریں گی ہم گھر نہیں جائیں گے اوکے۔" وہ مطمئن انداز میں بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا اور مثال کو نہ چاہتے ہوئے بھی کھانا کھانا پڑا۔

کھانا ختم ہونے تک فہد اپنے فیصلے میں کچھ لچک پیدا کر چکا تھا شاید۔

"لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ میں پاکستان آیا ہی نہیں کروں گا سال میں دو بار تو میں پہلے بھی ایسا ہی کرتا ہوں، ہو سکتا ہے شادی کے بعد چار بار آجایا کروں۔"

وہ شاید مثال کو خوش کرنا چاہتا تھا۔

وہ جواب میں کچھ نہیں بولی۔

اگرچہ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اسے اپنے پاس کیوں نہیں بلا سکتا مگر ابھی وہ شاید کچھ بھی پوچھنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

دونوں گاڑی میں بیٹھ رہے تھے جب دوسری طرف بنے میڈیکل اسٹور سے نکلتے واثق نے بے اختیار انہیں دیکھا تھا وہ عاصمہ کی دوائیں لینے نکلا تھا۔ ایک ٹیبلٹ قریب کے کسی اسٹور سے نہیں ملی تھی۔

اسے مجبوراً" یہاں آنا پڑا اور اب مثال کو فہد کے ساتھ دیکھ کر اسے لگا جیسے وہ عمر بھر یہاں سے ہل نہیں سکے گا، گاڑی جا چکی تھی اور وہ وہیں کھڑا تھا۔

* * *

"نہیں میں نہیں بتا سکتی مما۔۔۔ وہ کون ہے۔"

عفت شام سے کئی بار پری کے سامنے سر پٹخ چکی تھی کہ وہ بتا دے کس کو پسند کرتی ہے۔

مگر ہر بار وہ بڑی ثابت قدمی سے بتانے سے انکار کرتی رہی تھی۔

"پری! کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو، جب تک تم مجھے بتاؤ گی نہیں، وہ کون ہے تو میں کیسے کچھ کر سکتی ہوں۔" اب کے عفت جیسے الجھ کر بولی۔

"آپ کچھ نہیں کر سکتیں مما۔۔۔ وہ پتھر کا مجسمہ ہے کم سے کم میرے لیے تو۔" وہ ٹوٹے دل سے بولی۔

اور عفت کا جی چاہا، اپنی اس پھولوں سے نازک بیٹی کو اپنے دل میں چھپا لے، اسے کبھی کوئی غم چھو کر بھی نہ گزرے۔

"پھر کیا چاہتی ہو تم؟" وہ عاجز آکر بولی۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ رنجیدگی سے بولی۔

عفت اسے دیکھ کر رہ گئی کیسے اسے سمجھاؤں کہ وہ کانٹوں بھرے اس رستے پر نہیں چلے جس پر چل کر صرف پاؤں فگار ہوتے ہیں حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا۔

"میرے دل نے اس کو پانے کی قسم کھائی ہے مما! میں اسے حاصل کر کے ہی رہوں گی۔"

اور عفت کو بلانے کے لیے آتا عدیل دروازے میں ہی ٹھٹک کر رک گیا۔

"پری!" عفت کچھ ڈر کر بولی۔

"ممّا! میں اسے حاصل کر کے رہوں گی۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے یا نہیں میں اسے مجبور کر دوں گی اپنی محبت کی شدت سے کہ وہ صرف میری ہی تمنا کرے گا' صرف میری ہی خواہش اسے راس آئے گی ورنہ۔" اس کی آنکھوں سے وحشت سی چمک رہی تھیں۔

عفت پریشان ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

اس پری کو تو وہ بالکل نہیں جانتی تھی۔

"ورنہ میں اسے اور خود کو تباہ و برباد کر لوں گی۔ کچھ بھی نہیں بچے گا اگر وہ میرا نہیں ہو سکا تو۔" وہ آنکھوں میں سرخی لیے کہہ رہی تھی۔

اور عفت کو لگ رہا تھا وہ ایک کے بعد ایک بازی ہارتی چلی جا رہی تھی۔

اور باہر کھڑا عدیل اس کے کندھے اس بوجھ سے ٹوٹنے والے تھے جو آنے والے دنوں میں اس نے اٹھانا تھا وہ خود کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔

* * *

پری اور عفت کچھ حیران سی عاصمہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جو پھلوں کی خوب صورت باسکٹ کے ساتھ پری کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ابھی کچھ دیر پہلے یہاں آئی تھی۔

عفت کو یہ سوبر سی عورت اچھی لگی تھی' جس میں دکھاوا تو بالکل نہیں تھا۔

وہ یوں ان کے سامنے اپنائیت بھرے انداز میں بیٹھی تھی جیسے وہ پہلے بھی کئی بار مل چکی ہوں۔

"آنٹی! میں ٹھیک تھی بالکل آپ نے خواہ مخواہ زحمت کی۔" پری کے انداز میں کچھ عجیب سی خوشی تھی۔ کھنک سی تھی عفت نے بھی چونک کر پری کو دیکھا تھا۔

"نہیں بیٹا! آج مجھے وردہ نے بتایا کہ آپ کالج نہیں آئیں تو مجھے فکر ہوئی کہ کہیں زیادہ طبیعت خراب نہ ہو گئی ہو' اس لیے میں آپ کی خیریت پوچھنے کے لیے آ گئی۔"

وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھی۔

"اصل میں اس کی بہن کی شادی ہے پانچ دن بعد تو تیاری کے سلسلے میں میں نے ہی اس سے کہا تھا کہ یہ اب ہفتہ بھر کالج نہیں جائے اس لیے چھٹی کی تھی اس نے۔" عفت نے چائے کی میز آگے کرتے ہوئے خوش اخلاقی سے کہا۔

"مبارک ہو پھر تو آپ کو بہت..... بڑی بیٹی کی شادی سے آپ کی؟" عاصمہ نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

عفت اور پری لحہ بھر کو خاموش ہوئی تھیں۔

تب ہی مثال اندر آتے ہوئے ٹھٹک کر رک گئی تھی' پھر سلام کر کے آگے آ گئی۔

"یہ مثال ہے پری کی بڑی بہن جس کی شادی ہے۔" عفت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ تو عاصمہ بے اختیار چونک کر مثال کو دیکھنے لگی۔ اور پھر آہستگی سے اٹھ کر مثال کو گلے لگاتے ہوئے چند لمحے وہ یونہی اسے ساتھ لگا کر کھڑی رہ گئی۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری بیٹی ہے آپ کی بہت خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو ایسی اچھی بیٹی کو لے کر جا رہے ہوں گے اپنے گھر۔" عاصمہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر کچھ حسرت بھرے لہجے میں بولی تو عفت چونک سی گئی۔ مثال بھی اس کے التفات سے کچھ پریشان سی ہو گئی۔

”بہرحال مبارک ہو آپ کو ایک بار پھر۔“ وہ گہرا سانس لے کر کچھ افسردہ سی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

”مما! بابا کی کال آئی ہے۔ وہ آفس سے نکل گئے ہیں کہہ رہے تھے آپ تیار رہیے گا۔“ مشال کو یاد آیا وہ جس مقصد کے لیے یہاں آئی تھی۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ میں تیار ہی ہوں۔“

”شاید میں غلط موقع پر آئی ہوں' ظاہر ہے آپ کے گھر میں شادی کے بہت سے کام ہوں گے' اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے گا۔ مجھے خوشی ہوگی اگر میں کچھ بھی کر سکوں گی۔“ عاصمہ خوش اخلاقی سے بولی۔

”نہیں بہن! بہت شکریہ۔ تقریباً“ سب ہی کام ہو چکے ہیں اب تو یوں بھی چار دن میں تو کچھ ایسا خاص کام نہیں جو رہ گیا ہو۔“

”اچھا اب میں چلتی ہوں' ان شاء اللہ پھر کبھی آؤں گی بلکہ پری بیٹا! آپ اپنی والدہ کو لے کر آیئے گا ہماری طرف۔“ وہ پری کو دیکھ کر بولی۔

”جی آنٹی کیوں نہیں ضرور آؤں گی مما کو لے کر۔“ پری جوش سے بولی تو عاصمہ کو لگا۔ اس نے پھر کچھ غلط کر دیا ہے جلد بازی میں یہاں آکر۔

اس نے پری کے دل میں نئے سرے سے امید کی شمع روشن کر دی ہے۔

”لیکن بہن اس سے پہلے آپ کو ہماری دعوت قبول کرنا ہوگی یوں تو میں کارڈ بھجواؤں گی۔ آپ کو فون پر بھی تاکید کر دوں گی' لیکن ابھی بھی میں کہوں گی کہ آپ شادی اور مہندی دونوں فنکشنز میں آیئے گا اپنی بیٹی کے ساتھ۔“ عفت فراخ دلی سے دعوت دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”واثق..... بھائی کو بھی مما۔ ان کے بیٹے ہیں وہ..... وردہ کے بھائی۔“ پری نے کچھ ایسی بے ساختگی میں کہا تھا کہ عاصمہ اور عفت دونوں چونکی تھیں۔

”کوشش کروں گی بیٹا!“ وہ مروتاً“ مسکرائی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو
نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں
میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر
زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی
راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمرانِ ڈائجسٹ 37, اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کوشش نہیں آنٹی! آپ کو پرامس کرنا ہو گا۔ آپ وردہ اور واثق کے ساتھ دونوں فنکشنز میں آئیں گی ورنہ میں خود آپ تینوں کو لینے کے لیے آجاؤں گی۔ ہے نا مما!" وہ جوش میں بولتے ہوئے کچھ خیال آنے پر فوراً ہی عفت کو ہم خیال بناتے ہوئے بولی۔

"جی بہن ضرور، یری ٹھیک کہہ رہی ہے۔" عفت کچھ مدھم سے لہجے میں بولی۔

"ضرور میں کوشش کروں گی۔ وردہ تو آ ہی جائے گی۔ واثق کا آنا شاید مشکل ہو پھر بھی میں کہوں گی۔" تینوں باتیں کرتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

* * *

مثال اور فہد کو اسٹیج پر ایک ساتھ بٹھایا گیا تھا۔

اگرچہ عدیل نے ایسا نہیں چاہا تھا کہ نکاح سے پہلے دونوں کو ایک ساتھ بٹھایا جائے، لیکن وقار اور فائزہ کی یہی خواہش تھی، ان کا مووی میکر کچھ زیادہ ہی پرجوش تھا، اسے زیادہ سے زیادہ دونوں کے شاٹس چاہیے تھے۔

"وقار! میرے خیال میں پہلے نکاح ہو جائے جو ضروری فرض ہے یار! یہ سب کچھ تو بعد میں بھی چلتا رہے گا۔" عدیل اپنی ناگواری کو۔ چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"بالکل میرا بھی یہی خیال ہے، وہ کدھر ہے بھئی آپ کا نکاح خواں بلایئے جلدی سے تاکہ نکاح تو شروع کیا جائے۔"

وقار نے جیسے ہی کہا عدیل نے فوراً" ایک لڑکے کو اشارہ کیا جو ایک طرف بیٹھے نکاح خواں کو لے کر اسٹیج کی طرف بڑھ گیا۔

مثال کو عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

اس کے سیل پر بشریٰ کی مسلسل کال آرہی تھی۔ وہ اس وقت فون نہیں سن سکتی تھی۔

مگر اسے گھبراہٹ کچھ اور ہی طرح کی محسوس ہو رہی تھی۔

"ماشاءاللہ سے، بہت پیاری لگ رہی ہو بیٹی۔ عفت بہن! چاند سورج کی جوڑی ہے، میں تو کہوں گی۔"

جانے کون تھا جو عفت سے مخاطب تھا مگر مثال تو یہ اس طرح کے تعریفی جملے کافی دیر سے سن رہی تھی، اس کا دل بہت عجیب طرح سے دھڑک رہا تھا۔

"فائزہ بھئی، آجاؤ، اسٹیج پر نکاح ہونے لگا ہے۔" وقار بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج کی طرف بڑھ گئے۔

عدیل اور عفت پہلے سے وہاں موجود تھے۔

اور دور کھڑا واثق اسے لگا اس کے دل کے اندر کچھ ٹوٹ رہا ہے شاید دل ہی ٹوٹ رہا تھا۔ عجیب طرح کا درد اٹھا تھا وہ برداشت نہیں کر پایا اور بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے پاس سے گزر کر آتی لیلیٰ لمحہ بھر کو ٹھٹکی تھی۔ پھر اس نے ڈھائی تین سال کی بچی کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اسٹیج کی طرف بڑھ گئی جہاں نکاح شروع ہونے والا تھا۔

"ٹھہریے مولوی صاحب! کسی بھی شخص کی دوسری شادی سے پہلے کیا یہ ضروری نہیں کہ وہ اس شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت حاصل کرے، میں لیلیٰ ہوں۔ لیلیٰ فہد۔۔۔ فہد کی پہلی بیوی اور یہ ہماری بیٹی علیزے۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)